کامیاب مبلغ، مصنف، مدرس اور مترجم کی دلفریب کاوش

ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ

خادم السنۃ النبویہ الشریفہ

منهاج الخطیب

کامیاب مبلغ، مصنف، مدرس اور مترجم کی دلفریب کاوش

ابوالحسن عبدالمنان راسخ

دار القدس
ڈسٹری بیوٹرز اینڈ پبلیشرز اردو بازار لاہور
042-37221565, 0300-7452885

نام کتاب: منہاج الخطیبؒ
مؤلف: ابوالحسن عبدالمنان راسخ
ناشر: دارالقدس پبلشرز

دارالقدس پبلشرز

Ph: 042-37221565
Mob: 0300-7452885

فہرست

گزارشات راسخ	32
انتساب	34
کامیاب خطیب	35
مسلکِ اہل حدیث	37
مسلکِ اہل حدیث کے غلبہ میں رکاوٹیں	38
حکومتی پشت پناہی	38
اہل بدعت اور اہلِ تقلید کی سازشیں اور تہمتیں	39
ہمارے بعض خطباء کا غیر سنجیدہ انداز	40
خطیب کا اصل کام	40
توحید	41
سنت	42
اخلاق	43
اقامتِ دین	43
آخرت	44
بعض خطبائے کرام کی ناقص سوچ	44
علم حدیث میں خطباء کا منہج	47
سنجیدہ اور ذمہ دار خطیب کے اوصاف	48
تقویٰ و اخلاق	49

...........اپنے مفادات کی قربانی	49
...........کتب خریدنے کا شوق	50
...........دلائل کی کثرت	50
...........عربی عبارات کا اہتمام:	53
...........غیر سنجیدہ، آوارہ مزاج خطیب کی نشانیاں	54
...........وعدہ خلافی	54
...........تاخیر سے آنے کی عادت	55
...........توہین آمیز لہجہ	56
...........الفاظ کی سختی	58
...........ذومعنی الفاظ	60
...........ناشائستہ مذاق اور لطیفے	60
...........گالیاں دینا	62
...........گالم گلوچ کرنے والے بریلوی خطباء کا جواب	62
...........ذاتیات پر حملے	63
...........بے باکی اور شوخ مزاجی	63
...........غیر محتاط گفتگو کرنا	65
...........مسنون خطبہ	66
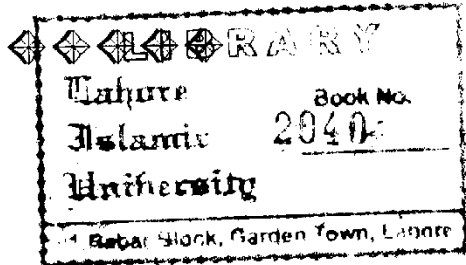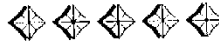
خطبہ نمبر 1

اللہ کے ہاں مقام 67

- تمہیدی گزارشات 68
- پہلی اور بنیادی بات 69
- بظاہر دیکھنے میں معمولی مگر اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام 70
- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ 71
- یہ گزرنے والا پہلے سے ہزار درجہ بہتر ہے 71
- تو اللہ کے ہاں بہت قیمتی ہے 72
- مقام ومرتبہ کی انتہا 74
- تقویٰ سے اللہ کے ہاں مقام ملتا ہے 75
- تقویٰ کس چیز کا نام ہے؟ 75
- شہید کا اللہ کے ہاں مقام 76
- علمائے کرام کا اللہ کے ہاں مقام 77
- کائنات کی ہر مخلوق عالم کے لیے دعا کرتی ہے 78
- وہ نمازی جو اپنے مال سے اللہ کا حق دے 80
- آزمائشوں پر صبر اور فیصلۂ الٰہی پر راضی رہنے والا 81
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غربت کے باوجود شوق سے عبادت کرنا 82
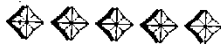
خطبہ نمبر 2

اللہ کے قریب کون 84

- تمہیدی گزارشات 86
- اللہ کا قرب بہت بڑا اعزاز ہے 86
- قربِ الٰہی کی دو قسمیں 87
- اللہ کے بہت قریب ہوتے ہوئے گمراہی آگئی 89
- کیا مال واولاد والے اللہ کے قریب ہیں 90
- اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونے کا آسان طریقہ 91
- فرائض ونوافل کی پابندی 91
- رات کا آخری پہر 93
- قرب اور پیار کی انتہا 95
- اشعارِ راسخ 96
- سجدے کی حالت 97
- گھر میں ٹھہرنے والی عورت 99
- شاعرِ مشرق کا خوبصورت جواب 100
- والدہ کی خدمت 101
- زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں کے سامنے 103
- ابن عون رحمۃ اللہ علیہ اور ماں کا احترام 103
- قرب پانے والوں کا انجام 105

خطبہ نمبر 3

نیک لوگوں کا اصل سرمایہ 108

تمہیدی گزارشات 109

حسنِ ظن ہی اصل سرمایہ ہے 109

ذو موقعوں پر شیطان کی کوشش 110

مشرک اور منافق ہی بدگمان ہوتے ہیں 112

شیطان کی طرف سے ایک عجیب بدگمانی 113

شیطان کی ایک اور بدگمانی 114

تمام گناہوں کی اصل جڑ 115

اچھا گمان تو اعلیٰ عبادت ہے 115

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق ہیں 116

سیدہ ہاجر علیہا السلام اور اچھا گمان 117

حسنین رضی اللہ عنہما کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اچھا گمان 118

کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں 119

بدگمان شخص کا دعا چھوڑنا 121

حضرت زکریا علیہ السلام اور اچھے گمان کی نادر مثال 121

ایک ملازم کا مسافر کو بے مثال جواب 122

موت کے وقت اچھا گمان 123

صحابی رسول رضی اللہ عنہ کا مرنے والے سے سوال 125

خطبہ نمبر 4

آپ اور آپ کا چہرہ اللہ کے لیے 128

- .... تمہیدی گزارشات 129
- .... آپ کا چہرہ اسلام کی روشنی میں 129
- .... آسان نیکی اور صدقہ میں چہرے کا کردار 130
- .... وضو اور چہرہ 130
- .... چہرہ اور نماز 131
- .... آپکا چہرہ اللہ کے چہرے کے سامنے 132
- .... چہرہ اور قربانی 132
- .... قبر میں میت اور اس کا چہرہ 133
- .... امام الانبیاء ﷺ اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک 134
- .... مسلمانو! اپنے چہروں کا رخ سیدھا کرو 136
- .... مطیع چہرے والا ہی حقیقی مسلمان ہے 137
- .... جھکے ہوئے چہرے کی حیاء 139
- .... اللہ نے تیرے چہرے کو روشن اور سفید کر دیا ہے 139
- .... نافرمان چہرے 141
- .... بے پردہ عورت کا چہرہ 142
- .... آخر میں یاد رہے 142
- .... رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا 143
- .... چہروں کے بل جہنم 144
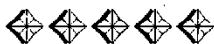
خطبہ نمبر 5

اللہ تعالیٰ کی طرف سے گولڈن آفر ❶ 146

- تمہیدی گزارشات 147
- اہل ایمان کے اجر ضائع نہیں ہوتے 148
- عمل کا اجر بہت اچھا ہے 148
- اہل ایمان کا اجر کبھی ختم نہیں ہوگا 148
- اہل ایمان کے لیے بہت بڑا اجر ہے 149
- اہل ایمان کے لیے بہت اچھا اجر ہے 149
- اہل ایمان کے لیے عظمت والا اجر ہے 149
- پہلا عمل 151
- سوتے وقت قیام کی سچی نیت کر کے سونا 151
- سچی نیت اور درجۂ شہادت 152
- فتنوں کا دور اور نیت 152
- دوسرا عمل 153
- سوتے وقت سو آیات پڑھنا 153
- تیسرا عمل 155
- نمازِ ظہر سے قبل چار رکعات پڑھنا 155
- ظہر سے قبل نوافل کے دیگر فضائل 156
- چوتھا عمل 157

❁ .... بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک 157
❁ .... ہمارے معاشرے کا بیواؤں پر ظلم 158
❁ .... پانچواں اور آخری عمل 159
❁ .... اول وقت پر خطبہ جمعہ ادا کرنا 160
❁ .... خطبہ جمعہ کے دیگر آداب 161
❁ .... خطبہ جمعہ چھوڑنے پر سخت وعید 163

خطبہ نمبر 6

اللہ تعالیٰ کی طرف سے گولڈن آفر 2 166
❁ .... تمہیدی گزارشات 167
❁ .... اہل ایمان کو اعمال کا ثواب بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا 167
❁ .... پہلا عمل 168
❁ .... نمازِ فجر اور عشاء با جماعت پڑھنا 169
❁ .... دوسرا عمل 170
❁ .... امام کے ساتھ قیام کرنا 170
❁ .... تیسرا عمل 172
❁ .... رات کو سوتے وقت سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھنا 172
❁ .... حدیث کی شرح میں پانچ تشریحی نکات 173
❁ .... چوتھا عمل 174

.... اللہ کی راہ میں پہرہ دینا	175
.... پانچواں عمل	176
.... حسن اخلاق سے پیش آنا	176
.... اخلاق کی دو قسمیں	177
.... اچھے اخلاق کے لیے دعائیں کرنا	178
.... چھٹا عمل	179
.... نیکی پر رہنمائی کرنے والا	180

خطبہ نمبر 7

ابراہیمی بنو اور بلندی پاؤ	183
.... تمہیدی گزارشات	184
.... سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائل، فضائل اور القاب	185
.... سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی خوبی	187
.... ہر قسم کے شرک سے بیزار	187
.... ہمارے معاشرے میں شرکیہ امور	188
.... شرک سے بچنے کی عظیم الشان دعا	189
.... سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری خوبی	189
.... اللہ کی نعمتوں کے قدردان	190
.... شکر کی اہمیت و فرضیت	191
.... شکر گزار بننے کا آسان طریقہ	192

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری خوبی 193
حد درجہ مہمان نواز 194
سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے 195
قیامت کے روز سب سے پہلے لباس پہننے والے 196
سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چوتھی خوبی 197
حلم اور بردباری کے پہاڑ 197
حلم اور بردباری کی ایک جھلک 198
بیٹا بھی حلیم مزاج اور بردبار ملا 198
سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچویں خوبی 199
حد درجہ نرم دل انسان 199
لفظ ''اوّاہ'' کی جامع تفسیر 200
سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھٹی خوبی 201
ساری توجہ اللہ کی طرف 201
قدم قدم پر اللہ کو یاد رکھنا 202

خطبہ نمبر 8

دہشت گرد کون......؟ 205
تمہیدی گزارشات 206
مختصر تقابلی جائزہ 207
کافروں کے ظلم وستم کی انتہا 207

قرآنی آیات اور امن وسلامتی کا پیغام	208
اسلام سلامتی کی طرف بلاتا ہے	209
اسلام حکمت کے ساتھ دعوت دینے کا کام ہے	209
کافروں کے بتوں کو گالیاں نہ دو	209
کسی قوم کی مخالفت میں بے انصافی نہ کرو	210
ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل کرنا ہے	210
صلح کرنے والے کا اجر اللہ کے ذمہ ہے	211
رسول اللہ ﷺ امن وسلامتی کے پیکر ہیں	211
مکی دور اور امن وسلامتی کے پیکر	212
مدنی دور اور امن کی راہیں	213
مقام حدیبیہ پر امن کا مظاہرہ	213
فتح مکہ کے موقع پر امن وسلامتی کی فضا	213
اسلامی جہاد کے شریفانہ اصول امن کے داعی ہیں	217
مسلمان اور مومن کی تعریف	219
امن کے لیے حقوق وفرائض، آداب اور اخلاقیات کا حکم	219
امن کے دوام کے لیے حدود وتعزیرات کا تعین	220
قتل وغارت	220
جادو	221
ڈکیتی	221
چوری	221
شراب نوشی	221

زنا 221

تہمت 222

خطبہ نمبر 9

جدید سائنسی تحقیقات اور حقانیتِ اسلام 224

تمہیدی گزارشات 225

سائنس کیا ہے......؟ 225

سائنسدانوں کی اصل گمراہی 225

سائنس کا اسلام پر اثر......؟ 226

اسلام جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں 228

سمندر کی اندرونی و بیرونی لہریں، تاریکی اور کشتیاں 229

غیر مسلم ملاح کا قبولِ اسلام 231

ماں کے پیٹ میں بچے کے تخلیقی مراحل 232

غیر مسلم پروفیسر ڈاکٹر کیتھ ایل مور کا اعتراف 233

اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا جوڑا پیدا فرمایا ہے 235

شہد اور شہد کی مکھی 236

سنتِ نبوی اور جدید سائنس 238
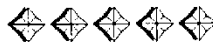
خطبہ نمبر 10

سیدنا امام معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 240
تمہیدی گزارشات 241
اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف 241
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا نسبی پس منظر 242
شکل وصورت اور قبولِ اسلام 242
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام بنانا 242
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر انہیں اپنے ساتھ رکھتے 243
اے معاذ! کہاں سے آئے ہو......؟ 243
اللہ کی قسم! میں تجھ سے پیار کرتا ہوں 245
عظیم الشان دعا کی مختصر تشریح 247
ماہرِ قرآن اور سلطان العلماء 248
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اعتراف 249
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ رضی اللہ عنہ کو معلم وحاکم مقرر کرنا 251
پہلے شریعت کا حکم جاری کرو 252
راتوں کو قرآن پڑھنے والے 253
کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے والے 254
تقویٰ کی انتہا 254
سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی شاندار وصیت 255
سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت 256
سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک امت تھے 257

خطبہ نمبر 11

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما 260

- .... تمہیدی گزارشات 261
- .... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نسبی پس منظر 261
- .... آپ باادب اور خدمت گزار تھے 262
- .... آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص دعا 263
- .... آپ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند خاص نصیحتیں 264
- .... آپ نے اللہ تعالیٰ کا کتنا خیال رکھا 265
- .... قرآن سے خصوصی لگاؤ 266
- .... وضع قطع اور لباس میں حدود اللہ کا خیال 266
- .... حد درجہ شرم و حیاء والے 267
- .... دوران گفتگو ہر لغو سے بچنے والے 268
- .... بڑوں کا ادب واحترام 268
- .... اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کی حفاظت کرنے والے 269
- .... سفر وحضر میں راتوں کو رونے والے 270
- .... میرے اور آپ کے لیے لمحہ فکریہ 270
- .... امیر المومنین خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ کے دور میں 271
- .... باپ کی بیٹے کو چند قیمتیں نصیحتیں 273
- .... رازداری کا مظاہرہ کرنا 273
- .... غیبت نہ کرنا 274

کبھی جھوٹ نہ بولنا 274
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 274
کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی خوش نصیبی ہے؟ 275
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا سفر آخرت 275
چودھویں رات کے چاند جیسا چہرہ 276
محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ ساز جملہ 276
دفناتے وقت اور بعد میں عظیم کرامت 277
خیال رکھنے کی انتہا 277

خطبہ نمبر 12

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ 280
تمہیدی گزارشات 281
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت اور حسب ونسب 282
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے خالاؤں کا ابھارنا 282
اُم سُلیم کی غربت کا عالم اور نیک جذبات 283
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال دعا 284
اشعارِ راسخ 286
سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کی انتہا 287
مال ہونے کی دعا 287
اولاد زیادہ ہونے کی دعا 288

لمبی عمر کی دعا 289
احادیث کے خادموں کے لیے خاص دعا 290
امام الحدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ 291
قرآن کی تلاوت آپ کا معمول تھا 292
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نماز پڑھنے والے 292
احرام کی حالت میں تعلق باللہ کا عالم 294
سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی کرامت 294
ہمارے ہاں سب سے بڑا المیہ 295
خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بار بار زیارت کرنے والے 296
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے لیے دو عمل 297
درود کی کثرت 297
سنت سے حد درجہ محبت 297

خطبہ نمبر 13

بچوں کی مثالی تربیت 299
تمہیدی گزارشات 300
بچوں سے شفقت کی چند جھلکیاں 301
بچوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے 302
بچے کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پیشاب کرنا 302
بچوں کو سلام کرنا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا 302

بچوں سے پیار نہ کرنا سنگدلی کی نشانی	303
آپ ﷺ کی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے دل لگی	303
بچے کے رونے کی وجہ سے فرض نماز کو مختصر کرنا	304
شریعتِ اسلامیہ کا بنیادی اصول	305
بچوں مثالی تربیت کے چار سنہری اصول	305
خلوص دل سے بچوں کو اللہ کی راہ میں وقف کر دینا	305
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کردار	306
اُم سُلیم رضی اللہ عنہا کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو وقف کرنا	306
والدین کی پہلی غلطی	306
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار جواب	307
پل پل بچوں کے لیے خیر کی دعائیں کرتے رہنا	307
حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا	308
حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا اور اس کا اثر	308
حضرت اسامہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کے لیے رحم کی دعا	309
ننھی منھی بچی کے لیے لمبی عمر کی دعا	309
والدین اولاد کی بہتری کے لیے مندرجہ ذیل دعا پڑھیں	310
گھر میں بچوں کے سامنے عملی کردار پیش کرنا	311
نماز کا حکم دیتے ہوئے بستر الگ کریں	312
کھجور اٹھانے پر رسول اللہ ﷺ کا منع کرنا	313
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عملی کردار	314
پچیس ہزار کا اتنا دکھ نہیں	314

گاہے گاہے بچوں کو واعظ و نصیحت کرتے رہنا 315
حرف حرف موتی 316
اے بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں 317
آپ ﷺ کی اپنی شہزادی کو نصیحت 318
بچوں کی مثالی تربیت کرنے کے فوائد 319
خاندان اور والدین کی نیک نامی میں اضافہ 320
آپ کے عظیم صدقہ جاریہ 320
جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ 321
جنت میں درجات کی بلندی کا باعث 321
جنت میں آپ کے نیک بچے آپ کے ساتھ 321
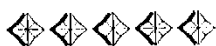
خطبہ نمبر 14

فجر کے خزانے 324
تمہیدی گزارشات 325
نافرمانی کی انتہا 325
آپ ﷺ فجر کی سنتوں پر سخت پابندی کرتے 326
آپ ﷺ فجر کی سنتیں کبھی نہیں چھوڑتے 327
ایک دفعہ آپ ﷺ نے بالکل صبح کردی 327
فجر کی سنتیں ساری کائنات سے بہتر ہیں 327
فجر کی سنتیں پوری کائنات سے زیادہ محبوب 328

❁ ....فرض میں قراءت کی مقدار	328
❁ ....فرشتوں کی رپورٹ میں کامیابی	329
❁ ....خیر و برکت کا حصول	330
❁ ....حج عمرے کا مکمل ثواب	331
❁ ....آدھی رات کے قیام جتنا ثواب	332
❁ ....فجر پڑھنے والے خاص اللہ کی حفاظت میں	333
❁ ....قیامت کی تاریکیوں میں روشنی ملے گی	334
❁ ....آخرت میں دیدارِ الٰہی کی لذت	334
❁ ....فجر والے کو جنت کی ضمانت	335
❁ ....نماز فجر بروقت ادا نہ کرنے کے شدید نقصانات	336
❁ ....نماز فجر کا چھوڑنا منافقین کا شیوہ ہے	337
❁ ....اشعارِ راسخ	338
❁ ....نمازِ فجر برباد کرنے والا شیطان کا قیدی	339
❁ ....شیطان کا پیشاب کرنا	341
❁ ....فجر کمیٹی تشکیل دینا	342
❁ ....عورتوں کا نماز فجر میں حاضر ہونا	343

خطبہ نمبر 15

نماز چھوڑنے کے شدید نقصانات	346
❁ ....تمہیدی گزارشات	347

.... اہل اسلام کا اجماع	347
.... نماز کی ادائیگی میں غفلت برتنے والا	348
.... فیصلہ آپ کریں......!	349
.... بے نماز کافر، مشرک یا مرتد ہے......؟	349
.... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حکام کو نماز کے متعلق نصیحت	351
.... امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی کی رائے	351
.... امام ابن باز رحمہ اللہ کی رائے	351
.... نماز چھوڑنے کے شدید نقصانات	352
.... زندگی کا سکون ختم اور برکت روٹھ جاتی ہے	352
.... فرشتوں کی منادی	354
.... روح ناپاک ہو جاتی ہے	354
.... بے نماز سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہیں	356
.... نمازِ عصر چھوڑنے کا گناہ	357
.... موت کے وقت برا انجام	358
.... بے نماز قبر کے عذاب میں مبتلا ہوگا	359
.... قیامت کے دن عذاب کی رسوائی	360
.... سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق	360
.... روزِ قیامت سجدے کی توفیق نہیں ملے گی	360
.... روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوں گے	361
.... بے نماز قیامت کے روز اندھا ہوگا	362
.... بے نماز کا سر پتھر سے کچلا جائے گا	362

.... بے نماز قارون اور فرعون کے ساتھ ہوگا	363
.... بے نماز کا اصل ٹھکانا جہنم ہے	364

خطبہ نمبر 16

لوگ کیا کہیں گے......؟	367
.... تمہیدی گزارشات	368
.... لوگ کیا کہیں گے؟	368
.... سب سے بڑا بت اور طاغوت	369
.... رسول اللہ ﷺ کو بار بار یہی حکم	369
.... معاشرے کے دباؤ میں نہ آئیں	370
.... لوگوں کی طرف التفات پر سخت وعید	370
.... ایمان اور اسلام خطرے میں	373
.... ایسا شخص مومن نہیں!	375
.... اطاعت اور رضا میں شرک	375
.... قبول اسلام کے وقت	376
.... لوگوں نے کیا نہیں کہا!	378
.... لوگوں کے ظلم وستم سہنا مومن کی زندگی کا حصہ ہے	379
.... لوگوں کی وجہ سے شرعی حدود کی پامالی	380
.... حلیہ اور لباس میں فیشن	380

- شادی میں فضول خرچی 380
- لڑائیاں اور جھگڑے 381
- نیک لوگ کیا کہیں گے......؟ 382
- بڑی عمر میں تعلیم حاصل نہ کرنا......؟ 382
- سرکار دو عالم ﷺ کا بے مثال فرمان 382
- اللہ کے لیے نفرت 384
- فکر انگیز اشعار 385

خطبہ نمبر 17

حسد کی آگ

حسد کی آگ 388

- تمہیدی گزارشات 389
- حسد کسے کہتے ہیں......؟اس کی اقسام 389
- حسد بہت بڑی آزمائش ہے 390
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا جامع قول 390
- حاسد قیمتی نعمتوں سے محروم رہتا ہے 392
- حسد کرنا یہودیوں کا کام ہے 392
- آسمان پر پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا 393
- زمین پر پہلا قتل حسد کی وجہ سے ہوا 394
- حسد کی بنا پر معصوم بھائی پر ظلم 395
- رسول اللہ ﷺ کو امت سے خدشہ 396

- .... حسد نہ کرو 398
- .... حسد کرنے سے برکت اٹھ جاتی ہے 398
- .... حسد کرنے والا مومن نہیں 399
- .... حسد سے پاک شخص سب سے بہتر ہے 400
- .... صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل حسد سے پاک تھے 400
- .... ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آنے والا ہے 401
- .... حسد کی آگ نیکیاں کھا جاتی ہے 403
- .... حاسد اللہ کی پکڑ میں 404
- .... حسد سے بچاؤ کا طریقہ 406
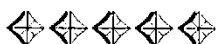
خطبہ نمبر 18

مظلوم کی آہ...... سے بچو! 408

- .... تمہیدی گزارشات 409
- .... مظلوم کون ہے......؟ 410
- .... مظلوم کئی طرح کے ہوتے ہیں 410
- .... مظلوم کو خصوصی اجازت 411
- .... مظلوم کی مدد کرنا فرض ہے 411
- .... آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مظلوم کی بددعا سے پناہ مانگنا 413
- .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص پیارے کو خصوصی وصیت 413
- .... امت کو مظلوم کی بددعا سے بچنے کا بار بار حکم کرنا 414

مظلوم کی بددعا کا فوراً قبول ہونا	415
مظلوم کی قدر اور اس کا احترام	416
حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ظالم کے الزامات	417
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ایک ظالم کو بددعا	418
اہل اسلام سے دردمندانہ اپیل	418
حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی ایک ظالم عورت کو بددعا	419
ظالم کے نتھنوں میں سانپ کا داخل ہونا	420
عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ پر ایک عظیم کتاب	421
ایک ظالم درندے کا انجام	421
قرض دبانے والا ظالم اللہ کی پکڑ میں	423
ظالم سُسر کا انجام	424
مرنے سے قبل مظلوم سے معافی مانگو	425
مظلوم عورت کے بارعب جملے کا اثر	426
ظالم عبادت گزار کا انجام	427
پانچ گناہوں سے بچیں!	429
ظالم سے مظلوم بہتر ہے	430

خطبہ نمبر 19

فوت شدہ پیاروں کے حقوق 432

تمہیدی گزارشات	435

زندوں کے اعمال کا فوت شدہ پیاروں پر پیش ہونا	435
فوت شدہ پیارے کا پہلا حق	436
اللہ کا قرض ادا کرنا	436
بندوں کا قرض ادا کرنا	437
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کا قرض ادا کرنا	438
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ	438
فوت شدہ پیارے کا دوسرا حق	439
وصیت کی اہمیت وفوائد	440
وصیت کتنے مال کی کی جا سکتی ہے؟	441
انبیاء ورسل علیہم السلام کا اپنے بچوں کو نصیحت کرنا	442
بیٹے نے وصیت پر عمل کی انتہا کر دی	443
فوت شدہ پیارے کا تیسرا حق	444
والدین کے نیک مشن کو زندہ رکھنا	444
صحابہ وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی اولادوں نے نیک مشن کو زندہ رکھا	445
آل رسول میں ہونے والے موتی	445
فوت شدہ پیارے کا چوتھا حق	446
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی والدہ کی قبر پر رونا	446
قبرستان جانے کی دعا	447
ضعیف روایت کی نشاندہی	447
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقبرۃ البقیع جانا	447
شہدائے احد کی قبروں پر دعا کرنا	448

.... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے بھائی کی قبر پر اشعار	448
.... عورتیں گاہے گاہے قبرستان جا سکتی ہیں	449
.... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شیخین کریمین کے دفن ہونے کے بعد احتیاط	450
.... والدین کی قبر پر بیٹی کے تاریخ ساز کلمات	450
.... فوت شدہ پیارے کا پانچواں حق	452
.... رحمت وبخشش کی دعا کرنا	452
.... بخشش کی دعا کی وجہ سے والدین کے درجے کا بلند ہونا	453
.... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سحری کے وقت دعا کرنا	454
.... فوت شدہ پیارے کا چھٹا حق	455
.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجنا	455
.... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تاریخ ساز مثالی سلوک	457
.... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال کا احترام	459
.... حسن الخطیب	461
.... ملاحظات وفوائد تحریر کریں	462
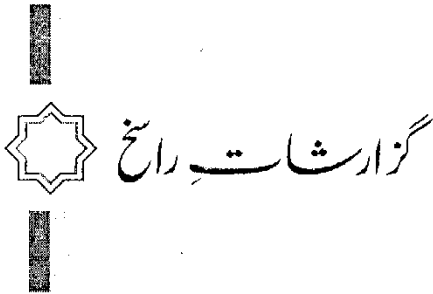
گزارشاتِ راسخ

گزارشاتِ راسخ

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اله وصحبه ومن تبعه الی یوم الدین۔ اما بعد!

خطبات کے موضوع پر ہماری دوسری کتاب "**منهاج الخطيب**" آپ کے سامنے ہے۔اس سے قبل "خوشبوئے خطابت" کافی حد تک خطبائے کرام کے لیے مفید ثابت ہوئی، چونکہ "خوشبوئے خطابت" کیسٹوں سے احاطہ تحریر میں لائی گئی تھی جس کی وجہ سے موضوع کی جامعیت اور ربط میں کچھ کمی رہ گئی، لیکن بحمداللہ "**منهاج الخطيب**" میں یہ کمی آپ کو نظر نہیں آئے گی۔اللہ کی توفیق سے اس کتاب کو بہت دلجمعی اور محنت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ ہر موضوع پر سیر حاصل مواد کے ساتھ ساتھ تحقیق وتخریج کا وصف بھی حد درجہ نمایاں ہے، ہماری ذی شعور، ذمہ دار اور باکردار خطباء کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنے موضوع کے مطابق مدلل گفتگو فرمایا کریں، خطابت کا اصل مقصد لوگوں کی اصلاح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

☆......دوران خطاب سامعین کو خوش کرنا

☆......جذباتی بنا کر نعرے لگوانا

☆......گلا پھاڑ پھاڑ کر بولنا

☆......سیاسی بے دین لوگوں کی طرح مجمع سازی کرنا، ہرگز ہرگز مقصود نہیں ہے۔

وہ خطیب صاحب بہت بڑی غلطی پر ہیں جو آواز اور بھڑک کی بنیاد پر ٹائم پاس کرنا تو جانتے ہیں لیکن دلائل، حقائق اور مسائل بیان کرنے کا شوق نہیں رکھتے۔ براہ کرم یہ حقیقت اچھی طرح جان لیں......! کہ خطابت عبادت ہے، تجارت نہیں......!

منبرِ رسول ﷺ پر جلوہ افروز ہو کر

☆ ...... گانوں کی طرز پر شعر و شاعری کرنا

☆ ...... چٹکلے اور لطیفے سنانا،

☆ ...... تکلف کرتے ہوئے غیروں کی نقلیں اتارنا،

☆ ...... غیر سنجیدہ گفتگو کرنا

☆ ...... بغیر مطالعہ کیے سنی سنائی باتیں کرنا

☆ ...... شوخ مزاجی اور گفتگو میں بے باکی

☆ ...... ہمہ وقت طنز و مزاح کا ماحول

یہ سب کچھ خوفِ خدا رکھنے والے، صالح خطباء کا کام نہیں ...... ! اللہ والے اور نیک خطبائے کرام ہمیشہ با کردار اور علم پھیلانے والے ہوتے ہیں، صرف آواز، ترنم اور شعر و شاعری کے بل بوتے پر لوگوں سے داد لینے والے نہیں ہوتے۔

"**منہاج الخطیب**" میں جہاں آپ کو منفرد مضامین ملیں گے وہاں غیر معروف صحیح مواد بھی آپ کے خطبہ کی زینت بنے گا، اس کتاب میں کوئی روایت علی الاطلاق ضعیف نہیں ہے۔

ہماری عاجزانہ گزارش ہے کہ ہمیں اپنی نیک دعاوں میں یاد رکھا جائے اور بہت جلد ہماری تیسری کتاب "**حصن الخطیب**" آپ کے مطالعہ کی زینت بنے گی۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا وَتَقَبَّلْ مِنَّا۔ آمین!

آخر میں اپنے محترم بھائی عثمان ظفر صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اعلیٰ طباعت کا اہتمام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں اور کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام، اخوکم فی الاسلام

عبدالمنان بن عبدالرحمان بن نیک محمد۔

فیصل آباد۔ پاکستان۔ 24-5-2011

خطیب اعظم ایمن آباد

جو نیکی پسند، خوفِ خدا رکھنے والے باصلاحیت نوجوان اور مسلک کے سچے خادم ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اہل خانہ اور رفقاء سمیت سلامت رکھے اور آپ کو ہر حاسد کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین
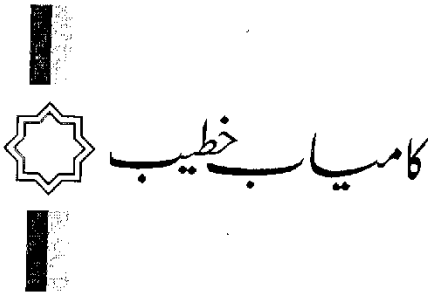
کامیاب خطیب

کامیاب خطیب کے لیے قابل غور باتیں

موجودہ حالات میں صحیح خطابت کا منہج

جس طرح دوسرے مذاہب سے دینِ اسلام ہر اعتبار سے سچا ہے اسی طرح دیگر فرقوں سے مسلکِ اہل حدیث ہر لحاظ سے ارفع واعلیٰ اور ممتاز ہے۔ سادہ لفظوں میں آپ یوں سمجھ لیں کہ اہل اسلام اور اہل حدیث دونوں ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ اہل حدیث کا دوسرا نام اہل اسلام ہے اور اہل اسلام کا دوسرا نام اہل حدیث ہے۔ صراطِ مستقیم مسلکِ اہل حدیث کے علاوہ کسی راستے کا نام نہیں۔ موجودہ حالات میں حقائق اور دلائل سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر صرف اور صرف اہل حدیث وہ جماعت ہے جو براہ راست اسلامی تعلیمات کو کافی سمجھتی ہے اور بغیر کسی رکاوٹ کے قرآن وحدیث سے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ جماعت اہل حدیث کی حقانیت اور صداقت کے لیے یہی کافی ہے کہ لوگ اہل حدیث کو مشرک، بدعتی یا مقلد نہیں کہتے! کیونکہ شرک، بدعت اور تقلید تینوں درجہ بدرجہ گمراہیاں ہیں۔ البتہ محض بغض وحسد کی بنا پر اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بعض ناعاقبت اندیش لوگ جب ہر طرح سے لاجواب ہوجاتے ہیں تو وہ اہل حدیث کو گستاخِ رسول یا گستاخِ اولیاء کا جھوٹا طعنہ دیتے ہیں، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ کسی پر جھوٹی تہمت لگانا شریعتِ اسلامیہ میں بہت بڑا گناہ ہے۔

غور فرمائیں......!

کس قدر ظلم وستم اور ناانصافی کی بات ہے کہ سنتِ رسول اور اتباعِ رسول کا پرچار کرنے والے لوگوں کو گستاخِ رسول کہا جاتا ہے اور خود دن رات بدعات وخرافات کو فروغ دے کر بھی عشق رسول کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى

مسلکِ اہل حدیث:

اہلِ حدیث صفاتی نام ہے اور یہ سراسر کتاب وسنت کا دوسرا لقب ہے۔اس میں شرک کی بُو ،نہ بدعت کی آمیزش اور نہ تقلید کا جبر ہے۔ بلکہ براہ راست قرآن وحدیث کے پاکیزہ چشمے سے اپنی پیاس بجھائی جاتی ہے۔اہل حدیث کا ''غوث اعظم'' عرش والا رب رحمٰن ہے اوران کا امام اعظم مدینے والا نبی سلطان ﷺ ہے۔عقائد کی اصلاح اور صحیح اسلامی عقائد کا دفاع اس جماعت کا امتیازی نشان ہے۔ ہر قسم کی عبادت صرف اورصرف اللہ کے لیےاور ہر قسم کی اطاعت کا حق حضرت محمد رسول ﷺ کے لیے ہے۔سب سے پہلے اہل حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے،بعض لوگ تہمت بازی اور جھوٹ سے گریز نہ کرتے ہوئے لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ اہل حدیث انگریز دور کی پیداوار ہیں۔رب محمد کی قسم! یہ اعلانیہ جھوٹ ہے۔ جو منہج جو سوچ اور اطاعت کا جو انداز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا وہی آج کے اہل حدیث کا ہے۔ہم آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع میں کسی خاص امام کی امامت اور خاص فقیہ کی فقاہت کو ہدایت کے لیے ضروری نہیں سمجھتے اور یہی ہماری سچائی اہلِ بدعت پر گراں گزرتی ہے۔ ہمارے ہاں ائمہ کا احترام حد درجہ ضروری ہے لیکن ہم کسی امام کو دین میں ترمیم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ ہمارے نزدیک بزرگوں کی رائے دین کا درجہ نہیں رکھتی۔ ہمارے ہاں ''بزرگوں نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا'' ایسی باتیں نہیں مانی جاتیں بلکہ ہم قال اللہ وقال الرسول کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

آج اللہ کے رحم وکرم اور اسی کے فضل وکرم سے یہ طائفہ منصورہ قبولیت اور ترقی کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ بڑے بڑے بدعتی اور مقلد شیوخ الحدیث اور خطبائے کرام قرآن وحدیث کی خالص دعوت کو قبول کر رہے ہیں اور برسر منبر باوضو ہاتھ میں قرآن پکڑ کر، اللہ کو گواہ بنا کر اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ کائنات میں اگر کوئی سچا، سُچا، نکھرا، نترا، ستھرا اور پاکیزہ وخالص مسلک ہے تو وہ صرف اور صرف اہل حدیث ہے۔ والحمدللہ علی ذلک

یاد رہے......! علمائے بریلویہ ودیوبندیہ کی غلط سازشوں نے عوام الناس کو اس مسلک سے دور کر رکھا ہے، وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابِ رسول اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اصل وارث یہی جماعت ہے۔ اللہ پاک ہم کو اسی منہج پر زندہ رکھے اور اسی پر سلامتی کی موت نصیب فرمائے......آمین!

مسلکِ اہل حدیث کے غلبہ میں رکاوٹیں:

خطیب اور مبلغ ہونے کی حیثیت سے اس پوائنٹ پر ہم سب کو بہت زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے تاکہ اللہ کے بندے گمراہی سے بچ کر ہدایت کی راہ پر گامزن ہوں اور شرک وبدعت اور تقلید کی اندھیر نگریوں سے نکل کر توحید وسنت کی روشن اور پرنور فضاؤں میں سانس لیں۔ اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی جنت کے وارث ومالک بن جائیں۔

ذمہ دار احباب کے تجزیہ کے مطابق منجملہ اسباب میں سے تین بڑے اسباب سامنے آئے ہیں کہ جو مسلکِ حقہ کے عروج اور فروغ میں رکاوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

❶ حکومتی پشت پناہی:

اہل بدعت اور اہل تقلید کو سرکاری مراعات اور تحفظات حاصل ہیں۔ بدعات کے عملی فروغ میں حکومتی سطح پر انکے ساتھ بھرپور تعاون کیا جاتا ہے۔ ان کو محافل منعقد کروانے کے لیے کھلے عام اجازت دی جاتی ہے، جب کہ اہل حق، اہل حدیث کو دو مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔① اکثر سرِ عام پروگرام کی اجازت نہیں ملتی، بلکہ احاطہ مسجد میں بھی کانفرنس کروانے پر حد درجہ پریشان کیا جاتا ہے۔② ہمارے ذی وقار علماء کرام اور خطباء عظام پر بلاوجہ پابندی لگادی جاتی ہے کہ فلاں عالم فلاں شہر میں داخل نہیں ہوسکتا۔

''حنفیت'' کو ہمیشہ حکومتوں کی پشت پناہی حاصل رہی ہے اور یہ لوگ تقریباً ہر دور میں ابن الوقت کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ بعض احناف نے امام الحدیث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات کی ہے......؟ امام صاحب نے فرمایا: صرف انس رضی اللہ عنہ سے۔ حنفی جواب میں کہنے

لگے: ہمارے علماء تو زیادہ تعداد بتلاتے ہیں۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ فرمانے لگے:

مَنْ یَّقْدِرْ یُنَازِعْکُمْ وَاَنْتُمْ اَصْحَابُ السَّیْفِ وَالرُّمْحِ وَالْخَوْذَةِ ؟ وَالَّذِیْ اَعْرِفُهُ مَا قُلْتُهُ لَكَ (الجواهر والدرر: 3/986)

''تمہارے ساتھ جھگڑے کی کون طاقت رکھتا ہے......؟ تم تو تلوار، نیزے اور لوہے کی خود والے ہو جو میں جانتا تھا تجھے کہہ دیا ہے۔''

[اور یاد رہے......! صحیح بات یہی ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ثابت نہیں]

اسی طرح ماضی قریب میں آپ افغانستان میں طالبان کا کردار دیکھ لیں کہ انہوں نے اہل حدیث کے ساتھ کس قدر بدتر سلوک کیا ہے، تقلید کے انکار اور حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے اہل حدیثوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے رہے اور بالآخر انہیں اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ کا سامنا کرنا پڑا۔ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْد

لیکن یاد رکھو! یہ سب تشدد اور رکاوٹیں عارضی ہیں اگر اہل بدعت اور اہل تقلید کو ظاہری قوت اور حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے تو رب کبریا کی قسم! اللہ کی خاص مدد ہر حال میں اہل حق کے ساتھ ہے۔ عرش کا مولا و داتا ضرور بالضرور ان سب رکاوٹوں کے حق کو غالب فرمائے گا۔

❷ اہل بدعت اور اہلِ تقلید کی سازشیں اور تہمتیں:

حق کو ہمیشہ سازشوں کے ذریعے دبانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سادہ لوگوں کو حق کے خلاف اس قدر بھڑکا دیا جاتا ہے کہ وہ حق کو باطل سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور آج بھی اہل بدعت کا یہی محبوب مشغلہ ہے۔ جب دلائل کے سامنے خاموشی ہوتی ہے تو اپنی عوام کو یہ کہہ کر مطمئن کیا جاتا ہے کہ

☆ ......وہابی تے ہُندے ای گستاخ نیں

☆ ......اے تے غیر مقلد نیں، اماماں دا احترام نئیں کردے۔

جس طرح عالمی سطح پر اسلام کی حقانیت کے مقابلہ میں جب یہود و نصاریٰ کو کوئی جواب نہیں آتا فوراً کہہ دیتے ہیں کہ "اسلام دہشت گردی کا دین ہے۔"

بعینہٖ اہل حق کے مقابلہ میں گمراہ فرقے یہی حربہ استعمال کرتے ہیں، جب کہ ایسا کرنے سے حق جھک سکتا ہے نہ ہی رک سکتا ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِم وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَو كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

❸ ہمارے بعض خطباء کا غیر سنجیدہ انداز:

ہمارے بعض خطبائے کرام جادو نما آواز اور دلائل کی بھرمار کے باوجود 100 فیصد نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کی وجہ ان کا لب ولہجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ الفاظ اور لب و لہجے میں سختی ہو، اندازِ بیان میں درشتی ہو، نرمی و لطافت کی جگہ تیزی و ترشی ہو تو بہت بہتر نتائج مرتب نہیں ہوتے، بلکہ لڑائیاں ہوتی ہیں، پرچے ہوتے ہیں۔ جب کہ اہل بدعت اور اہل تقلید کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ معاملہ کسی طرح الجھ جائے اور بات لڑائی جھگڑے پر ختم ہو۔

ذی وقار خطبائے کرام......!

آپ بحیثیت داعی اپنے الفاظ انداز اور لب ولہجہ میں مزید نرمی پیدا کریں۔ اپنی گفتگو میں تواضع اور تقویٰ کو غالب رکھیں۔ اللہ کے فضل سے حکومت اور اہل بدعت کی تمام سازشیں بہت جلد ناکام ہو جائیں گی اور اللہ کا سچا دین جو کہ کتاب وسنت کی صورت میں اہل حدیث کے پاس محفوظ ہے وہ بہت جلد پورے ملک پر غالب آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

خطیب کا اصل کام:

اللہ کے دین کا داعی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے، انبیاء و رسل علیہم السلام بھی اللہ ہی

کی طرف بلانے کے لیے مبعوث کیے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا بہت بڑی عظمت کی بات ہے، ذمہ دار خطیب کی دعوت حددرجہ جامع ہوتی ہے وہ صرف کسی ایک مسئلہ کو لے کر میدانِ خطابت میں نہیں اترتا، بلکہ اسلام کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھتا ہے۔اسلام کے دیگر احکام ومسائل کے ساتھ ساتھ خطابت میں پانچ چیزوں کو بنیاد بنانا چاہیے:

☆توحید☆سنت☆اخلاق☆اقامتِ دین☆آخرت

1 ......توحید:

اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہوئے توحید کی تمام اقسام اور اس کے تمام تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے، مثلاً:

☆......وہ ذات کے اعتبار سے ''احد'' ہے، ''صمد'' ہے، وہی ''اول وآخر'' ہے۔

☆......ہر چیز کا خالق، مالک اور قابض صرف اور صرف وہی ہے۔

☆......اس کی صفات اور اس کے اختیارات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

☆......ہر قسم کی قولی، فعلی، بدنی اور قلبی عبادت صرف اور صرف اسی کے لائق ہے۔وہی داتا گنج بخش، غریب نواز اور حقیقی مشکل کشا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تمام کمال وصفات میں ایک مان کر پھر سب سے زیادہ توجہ توحیدِ محبت پر دینی چاہیے کہ ہم عملی طور پر سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کریں، جو چیز بھی اس کی محبت میں رکاوٹ بنے اس کو چھوڑ دیں، یہی ابراہیمی توحید ہے۔اللہ تعالیٰ کو تمام صفات وکمال میں ایک مان کر اس سے دوستی لگانا، پیار بڑھانا اور ساری زندگی نبھانا مکمل توحید ہے اور یہی مسلمان سے مطلوب ہے۔جو شخص بظاہر اللہ کو ایک مانتا ہے اور اس کی عبادت بھی کرتا ہے لیکن اللہ کے علاوہ کسی غیر سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ محبت زبان سے ہو یا اس کا اظہار عملی طور پر ہو ایسا شخص مشرک ہے اور اسی شرک میں مسلمانوں کی اکثریت مبتلا ہے۔

حرص وہوس اور خواہشات وشہوات سے اخیر درجہ کی محبت کرنا یقیناً جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مسئلہ کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ

خطبائے کرام اس اہم اور حساس موضوع پر خوب محنت کریں اور عوام کی اصلاح فرمائیں۔

2 ......سنت:

حضرت محمد ﷺ مرشدِ اعظم، رہبرِ اعظم، امام اعظم اور ہادیٔ اعظم ہیں۔ رب العالمین کو کیسے پوجنا ہے......؟ یہ رحمۃ للعالمین سے پوچھنا ہے اور یہی دین اسلام ہے! محمد رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت باعث رحمت و برکت ہے۔ کسی بھی نیک عمل میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو چھوڑنا یا اس کی مخالفت کرنا بہت بڑی گمراہی ہے۔ آج مسلمانوں کی اکثریت باوجود دعویٰ عشق و محبت کے اس گمراہی میں مبتلا ہیں۔ عبادات کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے معمولات میں بھی سنتِ نبوی کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیے، توحید کے بعد یہی مسئلہ سب سے اہم اور باعثِ برکت ہے۔ ہمارے خطبائے کرام عبادات کے علاوہ زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی سنت کی اہمیت و فرضیت کو بیان فرمائیں۔

بعض اہل حق صرف عبادات میں سنت نبوی کو بہت اہمیت دیتے ہیں، جیسے مسواک کرنا، سر پر عمامہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ مگر معاملات اور اخلاقیات میں آپ ﷺ کی سنتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، اگر منہ کی ظاہری پاکیزگی کے لیے مسواک کرنا سنت ہے تو منہ کی معنوی طہارت کے زندگی بھر گالی نہ دینا بھی رسول اللہ ﷺ کی عظیم سنت ہے۔ عوام تو عوام آج کل خطبائے کرام بھی زبان کے استعمال میں ذرہ بھر احتیاط نہیں کرتے، ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں نماز پڑھنے اور درس سننے کے بعد چند خطبائے کرام تشریف فرما تھے، بیہودگی اور فحش مزاح کا ایسا دور چلا کہ بات حیاء کی تمام حدوں کو پھلانگ گئی، مجلس میں ایک صاحب نے اعراض کرتے ہوئے احباب مجلس کی حوصلہ شکنی کی تو خطباء کی اکثریت اس اللہ والے کو طعن و تشنیع کرنا شروع ہوگئی (اُسی ویکھے نے وڈے صوفی!)

میرے ذی وقار خطبائے کرام......!

ہمارے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم لوگوں کو مسجد میں بیٹھنے کے آداب بتائیں اور مسجد میں بیٹھنے کے حوالے سے سنتِ نبوی کیا ہے اس کا عملی درس دیں، وگرنہ گھنٹوں کی وعظ بخشش کی بجائے عذاب کا باعث ہوں گی۔

سنت کی اہمیت، سنت کی حجیت، سنت کی برکات، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں سنت کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرنا خطبائے کرام کی اصل ذمہ داری ہے۔

3......اخلاق:

اسلام میں عقیدہ کے بعد اخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔صحیح العقیدہ مسلمان اگر بد خلق ہے تو جہنمی ہے اور شیطان ہمیشہ سے لاکھوں افراد کو بد خلقی کے جال میں شکار کرتا ہے اور جہنم کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔چغل خوری، ناجائز تعلقات، تہمت بازی، حسد، قطع تعلقی اور فخر وغرور جیسے مہلک امراض میں یہ معاشرہ اس قدر آگے نکل چکا ہے کہ واپسی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔سچ تو یہ ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں نے معاشرے کو ان غلاظتوں سے پاک کرنا تھا ان کے دامن بھی بد خلقی کے چھینٹوں سے پاک نظر نہیں آتے۔ اس وقت ہمارے پاس ایسے سینکڑوں واقعات ہیں کہ جنہیں دیکھ کر معاملہ مایوسی تک چلا جاتا ہے کہ وہ کون سی مخلوق آئے گی جو اس معاشرے کو سدھارے گی۔خطباء کی اکثریت تو خود بد خلقی کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔

چند دن قبل ہمیں ہمارے ایک مخلص ساتھی نے بتایا کہ ایک مشہور و معروف مبلغہ نے اپنے سگے بھائی پر ناجائز مقدمہ کر دیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔بہر صورت ہمارا مقصد صرف اور صرف اصلاح ہے خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنے بیانات میں اور بالخصوص عملی زندگی میں اخلاقیات کو بہت اہمیت دیں، اپنا اخلاق مثالی بنائیں اور معاشرے کو باکردار بنانے کے لیے کمر توڑ محنت کریں۔

4 ......اقامتِ دین:

اقامت دین سے ہماری مراد خلافتِ اسلامیہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون نافذ ہونا چاہیے، عدالتوں میں انگریزوں اور گوروں کے قوانین کی جگہ کتاب و سنت کی تعزیرات اور حدود نافذ کرنی چاہئیں اور عوام کو یہ تاثر بہت زیادہ دینا چاہیے کہ مسلمانوں ایک خلیفہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کا نظام ، نظامِ خلافت ہے۔ اسلام ملوکیت اور جمہوریت کی بجائے خلافت کا نظام پیش کرتا ہے،اسلامی خلافت کے قیام کے لیے عوام الناس کی کیا ذمہ داری ہونی چاہیے اس حوالے سے زیادہ سے زیادہ لیکچرز اور بیانات ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں اپنے دین کو غالب فرمائے۔ آمین۔

5 ......آخرت:

اللہ کی ملاقات کی تیاری کے لیے اللہ کے بندوں کو تیار کرنا فکرِ آخرت ہے۔
اپنے ہر بیان میں اس موضوع کی طرف اشارہ کرنا بہتر نتائج سے خالی نہیں! یہی ایسا موضوع ہے جسے سن کر مسلمان گناہوں کی دلدل سے باہر نکلتا ہے اور توبہ و استغفار کے آنسوؤں کے ذریعے اپنے اللہ کے قریب ہوتا ہے۔موجودہ حالات میں رقت آمیز بیانات کی اشد ضرورت ہے،لوگ چٹکلے، لطیفے اور سٹیج ڈرامے دیکھ دیکھ کر بہت سخت دل ہو چکے ہیں۔
معزز خطبائے کرام کو بالخصوص بیان کردہ پانچ نکات کی طرف خصوصی توجہ کرنی چاہیے۔ان شاء اللہ بہت فوائد حاصل ہوں گے۔

بعض خطبائے کرام کی ناقص سوچ:

جیسا کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جامع دین ''اسلام'' کا دوسرا نام ''مسلکِ اہل حدیث'' ہی ہے۔مسلکِ اہل حدیث چند متنازع فیہ مسائل پر ہی گفتگو کرنے کا نام نہیں ہے۔ بعض خطبائے کرام نور و بشر اور رفع الیدین جیسے مسائل پر ہی گفتگو کرنا مسلکِ اہل حدیث کی خدمت سمجھتے ہیں ۔ بلکہ ہمیں اس دن بہت حیرت ہوئی کہ ایک خطیب صاحب کے سامنے مشہور و معروف مبلغ اسلام کا ذکر خیر کیا گیا تو وہ جواب میں فرمانے لگے:''ہاں ان کی

آواز تو بہت پُر تاثیر ہے، لیکن ان پر حرام ہے کہ انہوں نے کبھی مسلک پر تقریر کی ہو'' ہمیں ان کی بات سن کر بہت حیرت ہوئی کہ کیا اخلاق رسول، فکر آخرت اور اصلاح معاشرہ پر گفتگو کرنا مسلکِ اہل حدیث نہیں ہے......؟ کیا یہ اہم بنیادی مضامین دعوتِ اہل حدیث، منہجِ اہل حدیث اور مسلکِ اہل حدیث سے باہر ہیں......؟

ذی وقار خطیب صاحب......!

مسلکِ اہل حدیث ہمہ وقت مخصوص فروعی اختلافی مسائل پر خطاب کرنے کا نام نہیں......اگر قبر پرستی شرک ہے تو......

☆......دنیا پرستی

☆......خواہش پرستی

☆......انا پرستی

☆......حرص وھوا پرستی

کہاں کی توحید ہے......؟

کیا جو شخص اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کا پجاری بن چکا ہے وہ غیر مؤحد اور مشرک نہیں ہے......؟

کیا توحیدِ باری تعالیٰ کا صرف یہی تقاضا ہے کہ قبر پرستی کا رد کیا جائے اور دیگر شرک کے چور دروازوں کو ہمیشہ کے لیے کھلا رکھا جائے......؟

خطیبِ اسلام ہونے کی حیثیت سے بت پرستی اور قبر پرستی کے رد کے ساتھ ساتھ عاجزی وانکساری، اتباع، اطاعت، مذمتِ دنیا اور فکرِ آخرت پر کثرت کے ساتھ مدلل خطابات کرنا ہم پر فرض ہے۔

اگر رفع الیدین سنت ہے تو کیا......

☆......زیادہ خاموش رہنا

☆......گالی کا جواب دعا سے دینا

☆ ......ظلم کے باوجود غصے کو پی جانا

☆ ...... بڑوں کا احترام کرنا

☆ ......وعدوں کی پاسداری کرنا

مسنون اعمال نہیں ہیں......؟ ان موضوعات پر زور دینے والا ترجمان مسلک اہل حدیث نہیں ہے......؟

بلا شبہ یہ مسائل وفضائل توحید وسنت میں شامل ہیں لیکن جن خطباء کو نعرہ بازی اور مجمع سازی کا نشہ ہوتا ہے وہ صرف اختلافی مسائل کو ہوا دیتے ہیں اور اخلاقیات کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہوئے امن وامان کی صورتِ حال کو فتنہ وفساد میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ہمیں یاد آیا ایک ذمہ دار ساتھی نے بتایا کہ میں نے ایک معروف خطیب صاحب سے وعدہ لیا بعد میں قریب جا کر عرض کیا: مولانا! صبر کے موضوع پر تقریر کرنا۔ حضرت صاحب فرمانے لگے: مجھ سے تقریر کروانی ہے تو مسلک پر کروائیں، ورنہ میں حاضر نہیں ہوسکتا!

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم یہاں پر یہ شعور دینا چاہتے ہیں کہ اظہارِ حق کے ساتھ ساتھ عمل بالحق کا خطاب فرمانا حددرجہ ضروری ہے جو آپ کے رفقاء، خطبائے کرام عمل بالحق کا وعظ کرتے ہیں ان کو معمولی یا حقیر نہ سمجھیں اور خود کسی گھمنڈ کا شکار نہ ہوں، دونوں چیزوں کی اپنی اپنی جگہ پراشد ضرورت ہے۔

نوٹ:

یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ صرف اختلافی مسائل پر زیادہ زور دینے والے، نعرہ بازی اور مجمع سازی کرنے والے خطیب حضرات بدعہد، بدخلق یا کم از کم بے عمل ضرور ہوتے ہیں۔ جاہل عوام کے نعرے ان کو خوش فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں، ان کی طبیعت میں عجیب سا عُجب پیدا ہو جاتا ہے اور ان کو گھمنڈ کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔

ایک خطیب صاحب فرمانے لگے: بتاؤ میرے علاوہ مسلک کون بیان کر رہا ہے......؟ میں ہی ہوں جو ہر وقت مسلک کے لیے لگا رہتا ہوں......

مقامِ غور ہے...... کیا جماعت کے دیگر خطباء، علماء اور مشائخ حضرات مسلک کا کوئی کام نہیں کر رہے......؟ یقیناً کر رہے ہیں......اللہ پاک جس سے چاہتا ہے، جس انداز میں چاہتا ہے اپنے دین اور مسلک کا کام لیتا ہے، سوچ میں وسعت اور طبیعت میں اعلیٰ ظرفی پیدا فرمائیے۔ اپنے ہم مشن خطباء کی تنقیص، تحقیر اور تذلیل کرنا چھوڑ دیں، وگرنہ آپ کی ناکامی کے لیے یہی جرم آپ کے لیے کافی ثابت ہوگا۔

علمِ حدیث میں خطباء کا منہج:

قرآن متن اور حدیث اس کی شرح ہے، دونوں کا نام اسلام ہے۔ کسی ایک صحیح حدیث کا منکر ہمارے ہاں زندیق اور گمراہ ہے۔ حدیث کا مطالعہ باعثِ ہدایت، موجب برکت اور ذریعہ نجات ہے۔ آپ خطیب ہونے کی حیثیت سے علمِ حدیث کا پورے شوق سے مطالعہ کریں، حدیث کے معانی ومطالب پر گہری نظر رکھیں۔ آج کل کئی بریلوی اور دیوبندی احباب احادیث میں تحریفِ معنوی کر رہے ہیں۔ ان کے تعاقب میں رہیں اور بالخصوص بخاری ومسلم کا مطالعہ اپنا معمول بنائیں ان دونوں کتابوں کی صحت پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔ چند حاسد مقلدین کے علاوہ تمام مسلمان امامِ بخاری اور صحیح بخاری کی برتری اور عزت وعظمت کے قائل ہی نہیں معتقد بھی ہیں۔ بخاری، مسلم کے علاوہ دیگر کتب سے احادیث نقل کرتے ہوئے صحیح یا حسن روایات بیان کریں، جن روایات کے ضعف پر جمہور محققین کا اتفاق ہے ان کو ہرگز ہرگز بیان نہ کریں، من گھڑت، متروک اور ضعیف جدًا روایات و واقعات جان بوجھ کر بیان کرنا یقیناً بہت بڑی جرأت و جسارت ہے جس کا نتیجہ سوائے ذلت اور گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

البتہ جن روایات کی تحقیق میں اختلاف ہے ایسی صورت میں جس تحقیق کو آپ

راجح سمجھیں اس کو بیان فرما دیں اور موجودہ حالات میں تحقیق کے حوالہ سے دو رائے ہیں۔

❶ امیر المومنین فی الحدیث امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ سمیت کثیر کبار محققین کے ہاں حسن لغیرہ حجت ہے، یعنی جو حدیث ضعیف ہو لیکن اس کی متعدد سندیں ہوں تو طرق میں تعدد کی وجہ سے وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ ایسی روایت قابل استدلال اور بیان ہے۔

❷ ماہر علم رجال علامہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ تعالیٰ حسن لغیرہ کو بھی ضعیف کہتے ہیں۔ ان کے ہاں ضعیف + ضعیف + ضعیف کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور بلاشبہ حافظ صاحب کا یہ مؤقف فن حدیث میں حد درجہ احتیاط والا ہے۔ اور قوی دلائل سے مزین ہے۔

اس بنیادی اختلاف کے پیش نظر خطباء حضرات سے یہی گزارش ہے کہ وہ ایسی حسن لغیرہ روایت کو بیان کر سکتے ہیں جس کی سندوں میں شدید ضعف ہو اور نہ ہی وہ صحیح احادیث کے خلاف ہو، ایسی حسن لغیرہ حدیث حیثیت کے اعتبار سے موضوع، متروک یا من گھڑت روایات جیسی نہیں کہ اس کو بالکل ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

معزز خطبائے کرام! ہم نے 5 اوصاف حمیدہ تحریر کیے ہیں، اپنی شخصیت کو ان سے مزین کر لیں آپ بہت جلد اللہ کی رحمت ونصرت اور برکت اپنی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ آپ کا خطاب میٹھی اور ٹھنڈی ہوا کا ایسا جھونکا ثابت ہوگا جس سے شرک وبدعت اور تقلید کا ہر چراغ بجھ جائے گا۔ اور اس کے بعد ہم نے بڑے ہی اخلاص سے 10۔ ایسی خامیاں تحریر کیں ہیں آپ انکو دورانِ خطابت اپنی شخصیت کے قریب تک نہ آنے دیں۔ وگرنہ جہاں مسلکِ حق کا نقصان ہوگا وہاں روزِ قیامت آپ کی نجات میں بھی رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے؟ کیونکہ صحیح عقیدہ کے ساتھ ساتھ بااخلاق اور متواضع شخصیت کا مالک داعی ہی اللہ کی نگاہوں میں مقام رکھتا ہے۔

سنجیدہ اور ذمہ دار خطیب کے اوصاف

وہ خطیب قابلِ رشک ہے جو اپنی اصلاح اور خیر کی تلاش میں لگا رہتا ہے

اور بھلائی کی بات کو اپنے لیے قیمتی خزانہ سمجھتا ہے۔ آنے والے پانچ اوصاف آپ کی خطابت کو چار چاند لگا دیں گے توجہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے ان کو عملی زندگی میں لانے کی بھرپور کوشش کریں۔

①...... تقویٰ واخلاق:

ہر مسلمان دو ذمہ داریوں کے درمیان ہے۔ اللہ اور انسان...... اللہ کے معاملے میں تقویٰ مطلوب ہے اور انسان کے معاملے میں اخلاق...... بالخصوص دین کے داعی اور خطیب کی بنیادی خوبی یہی ہے کہ وہ متقی اور بااخلاق ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تقویٰ سے کام لے اور حقوق العباد میں بلند اخلاق کا مظاہرہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تقویٰ سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور اچھا اخلاق سب سے اعلیٰ نیکی ہے،
لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آیا کرو۔"

صرف خطیب کہلوانا کامیابی اور نجات کے لیے کافی نہیں، بلکہ متقی، بااخلاق خطیب ہونا عظمت کی دلیل ہے۔ آج بعض خطباء میں عام وباء پھیل رہی ہے کہ ان میں تقویٰ کی جھلک نظر آتی ہے نہ ہی اخلاق کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی محرومی ہے کہ آدمی اللہ کے دین کا نمائندہ ہو، بظاہر خطیب بے مثال ہو لیکن تقویٰ واخلاق کی نعمت سے محروم ہو۔ اللہ ہم سب کو بااخلاق اور متقی خطیب بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

②...... اپنے مفادات کی قربانی:

آغاز میں اسلام کو ایسے وفادار ملے کہ جنہوں نے دین کے لیے ہر قربانی پیش کر دی۔ مال، اولاد، مکان حتی کہ وطن تک کو چھوڑ دیا، سوال یہ ہے کہ میں اور آپ نے ایک ذمہ دار خطیب ہونے کی حیثیت سے دین کے لیے کیا قربانی دی ہے......؟

دین کو ایسے خطبائے کرام کی ضرورت ہے جو وفادار و جانثار اور ہر وقت ہر طرح

کی قربانی دینے کے لیے تیار رہے۔ ہمیشہ ایسے مخلص خطباء ہی دین کی عزت اور بلندی کا باعث بنتے ہیں۔ وہ بذاتِ خود بھی باعظمت ہوتے ہیں اور دین بھی ان کی وجہ سے اونچا ہوتا ہے۔ لیکن جب سے دین مفاد پرست، مال ودولت کے رسیا اور آرام پسند خطباء کے ہاتھوں میں آیا ہے تو فائدے کی بجائے نقصان زیادہ ہوا ہے۔ جلسوں کی کثرت کے باوجود بدعملی اور بےعملی زیادہ بڑی ہے۔ براہ کرم! ذاتی مفاد اور آرام پر دین کو مقدم کریں، دین کے فائدے کو چھوڑ کر ذاتی فائدے کو کبھی ترجیح نہ دیں۔ صرف اس وجہ سے کسی مسجد کی خطابت چھوڑ دینا کہ فلاں مسجد میرے گھر کے قریب ہے، یا فلاں مسجد والے مجھے تنخواہ زیادہ دیتے ہیں، سراسر پیشہ ورانہ طرز عمل ہے۔ آج کل بڑی تیزی سے خودی، خودداری اور مستقل مزاجی کی جگہ مفادات اور خودغرضی لے رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض خطباء جہاں ذاتی طور پر بدسکونی کا شکار ہیں وہاں احبابِ جماعت بھی ان کے اس رویہ سے حد درجہ پریشان ہیں۔ مسجد اور ادارے کو تبدیل کرتے ہوئے ہزار بار سوچیں......!

جماعت، مسلک اور دینی احباب کے فائدے کو مقدم رکھیں، بچگانہ اور احمقانہ طرز عمل بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ آپ بھی دین کی بدنامی کا باعث نہ بنیں کیونکہ آج دین کئی بےعمل خطباء کی وجہ سے بدنام ہو رہا ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک مٹھاس بھرے خطیب بڑی دھوم دھام سے خطبہ دیتے تھے اور لوگ جوق در جوق ان کے خطاب کے لیے جمع ہوتے تھے، اچانک انہوں نے خطبہ دینا چھوڑ دیا۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو بڑے سنجیدہ انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمانے لگے: ''یار بندہ پریا میلہ چھڈ دا ای چنگا لگدا اے'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غور فرمائیں کہ محترم خطیب صاحب کے اس جواب میں کیا دانائی ہے......؟ یہی سوچ رکھ کر مساجد چھوڑ دینی چاہئیں......؟ کیا چند ہزار روپے ہی ہمارا دین ایمان رہیں......؟ یا ہم دین کی عزت کے لیے، مسجد اور احبابِ مسجد کی محبت کے لیے قارون کا خزانہ چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہیں......؟

③...... کتب خریدنے کا شوق:

کتاب دوست خطیب بڑے ہی کام کا آدمی ہے، حقیقت میں وہی اسلام کی صحیح خدمت کر رہا ہے جو شب وروز کتاب پڑھ رہا ہے۔ صاحبِ مطالعہ خطیب ہی اسلام کا قیمتی سرمایہ ہے، ہمارے اسلاف کتب بینی اور مطالعہ میں ایک نام رکھتے تھے۔

مجھے عجب خوشی اور حیرت ہوئی کہ چھٹی صدی ہجری کے عظیم امام اور خطیبِ اسلام حضرت مولانا عبدالرحمٰن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ کے بہت شائق تھے۔ کتب خریدنا اور دلجمعی سے کتب کا مطالعہ کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنی انقلابی کتاب ''صید الخاطر'' میں لکھتے ہیں:

اِنِّیْ طَالَعْتُ عِشْرِیْنَ اَلْفَ مُجَلَّدٍ

''میں نے بیس ہزار کتب کا مطالعہ کیا ہے'' لیکن ابھی بھی میری طلب ختم نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے عمر نوح عطا فرمائے تا کہ میں پوری تسلی کے ساتھ ہر کتاب سے استفادہ کر سکوں۔

سبحان اللہ......! امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کس قدر سچا ہے کہ

مَنْهُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ، طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْیَا

''دو پیاسے کبھی سیراب نہیں ہوتے، علم کا پیاسا اور دنیا کا پیاسا۔''

اسی طرح چند سال قبل کی بات ہے کہ ہمارے ذی وقار مبلغ اور بلا مبالغہ برصغیر پاک وہند کے ممتاز اور اعلیٰ ترین خطیب حضرت مولانا عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ فیصل مسجد اسلام آباد میں خطبہ ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی آمدنی کا نصف حصہ کتب کی خریداری پر لگا دیتے تھے۔ اور اہلیہ کی ملازمت کے بعد اپنی ساری تنخواہ کتب کی نظر کر دی۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں پچاس ہزار سے زائد کتب ہیں آپ روزانہ نصابی کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ تین سو صفحات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اور ایک خطاب میں فرمانے لگے: ''دنیا میں اگر کچھ خریدنا ہو تو سب سے پہلی ترجیح کتاب ہونی چاہیے وہ گھر بڑا

ہی اداس ہے جو کتب کے بغیر ہے۔‘‘ (جدہ سعودی عرب میں طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے)

موجودہ حالات میں عدم شوق کا عالم یہ ہے کہ ہمارے بعض خطباء روزانہ تین صفحات کا بھی مطالعہ نہیں کرتے بلکہ اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر آواز کے بل بوتے پر میدان ِ خطابت میں کود پڑتے ہیں اور قرآن کے ترجمہ تک سے نا آشنا رہتے ہیں لیکن پھر بھی جاہل عوام سے بلند و بالا القاب سن کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اب تو تقریباً ہر کتاب کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے، اکثر علمی و تحقیقی کتب اردو زبان میں موجود ہیں براہ کرم ان کو ضرور خریدیں اور اپنی آمدنی سے خریدنے کی عادت ڈالیں۔ انشاء اللہ رزق میں، اولاد میں اور خطابت میں مزید برکت ہوگی۔ آج کل بڑی کمزور سی سوچ بعض کمزور ذہن خطباء کے ذہنوں میں گردش کر رہی ہے کہ کوئی ہمیں کتب خرید کر دے، جماعت ہمیں یہ سہولت مہیا کرے۔ جبکہ ایسی لُولی لنگڑی سوچ سے بالا تر ہو کر خود دینی کتب شوق سے خریدیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اکثر یہ دعا پڑھتے رہیں:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

④...... دلائل کی کثرت:

اہم موضوع کا انتخاب کرتے ہوئے اس کی تیاری اور ترتیب میں خوب محنت فرمائیں، تفاسیر، احادیث اور تواریخ کی کتب سے صحیح علمی مواد کو اپنے موضوع کے ارد گرد جمع کریں۔ جماعت کے ذی وقار ممتاز علماء کرام سے رابطہ رکھیں اور آج کل آپ مصروفیت کے باوجود موبائل کے ذریعے خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔

یقین مان لیں......! اب صرف طرزیں اتارنے، چٹکلے سنانے اور بے بنیاد واقعات بیان کرنے کا وقت نہیں، علمی طور پر عملی میدان میں کچھ کر گزرنے کا وقت ہے۔ شاہین ملت اسلامیہ علامہ ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی صداقت کی بلندیوں کو چھو رہی ہے کہ ’’یہ صدی اہل حدیث کی صدی ہے‘‘ آواز اور اشعار کے ساتھ ساتھ دلائل سے لوگوں کو

قریب لانے کی کوشش کریں۔ ''خطابت کو فن نہیں ......عبادت سمجھیں'' ہمیشہ اس فکر میں رہیں کہ میں نے موضوع کے مطابق کیا دلائل دیئے ہیں، میرے بیان میں آیات صحیح احادیث، فکر انگیز واقعات اور علمی نکات کی تعداد کتنی تھی، ایسا نہ ہو کہ ایک غیر ثابت واقعہ لے کر آپ لمبے وقت تک فنکاری کرتے رہیں اور سوائے کانوں کے تلذذ کے سامعین کو کچھ حاصل نہ ہو۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ خطیب صاحب نے تقریباً ایک گھنٹہ صرف اسی بات پر لگا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مدینہ میں داخل ہوئی اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس بیٹھی۔ حضرت صاحب نے اونٹنی داخل کرتے اور بٹھاتے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت لگا دیا، خطبے کے بعد ایک صاحب پوچھنے لگے: مولانا! اونٹنی آئی اور بیٹھ گئی لیکن آپ نے اونٹنی بٹھاتے گھنٹے سے بھی زیادہ وقت لگا دیا......؟ خطیب بے بدل فرمانے لگے: ''ارے بھائی......! کیا وہ کوئی عام اونٹنی تھی......؟ وہ سرکار ﷺ کی اونٹنی تھی آخر کسی طریقے سے ہی بٹھانی تھی'' ......اللہ اکبر۔

5......عربی عبارات کا اہتمام:

دلائل کے ساتھ ساتھ حدیث کا متن اور عربی عبارات پورے اعتماد سے پڑھنا نور پر نور ہے۔ عربی کلام اور زبان کی اپنی برکت ہے ۔موضوع کے مطابق اہم عربی عبارات کو اچھی طرح یاد کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ 'حرکت میں برکت ہوتی ہے' ہمارے ایک فاضل دوست کثرت سے عربی عبارات پڑھتے ہیں، پوچھا گیا کہ آپ اس قدر کثرت سے عربی عبارات کیسے پڑھ لیتے ہیں......؟ وہ فرمانے لگے: میں اپنے ایک موضوع کو تیار کرنے کے لیے چھ سات دن لگا دیتا ہوں۔ اور اس عزم میں لگا رہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کی برکت سے بھی محروم نہ رہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو میرے نیک ارادے میں کامیاب کر دیتے ہیں اور میں چند دنوں میں آسانی سے

سارا متن یاد کر لیتا ہوں۔ اسی طرح کیا لطف کی بات ہے...... کہ ہمارے استاذ محترم ترجمانِ اسلام ڈاکٹر عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ ایک خطاب میں کبھی کبھار کئی احادیث اور عبارات کے علاوہ پچاس سے زائد آیاتِ قرآنیہ موضوع کے مطابق زبانی تلاوت فرماجاتے ہیں اور یہ سارا کچھ ناممکن نہیں بلکہ محنت کی باتیں ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو ایسا ہی جذبہ اور شوق نصیب فرمائیں۔

غیر سنجیدہ، آوارہ مزاج خطیب کی نشانیاں

①......وعدہ خلافی

عام مسلمان کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ وعدہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے، دین ایسے مسلمان کے اسلام پر شک کرتے ہوئے اس کو منافق قرار دیتا ہے، وعدہ خلافی بہت بڑی اخلاقی برائی ہے اور حقیقت میں جھوٹ کی ایک قسم ہے اور بالخصوص جب کوئی خطیب کسی جگہ خطاب کے لیے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ لینے والے بڑی دھوم دھام کے ساتھ کانفرنس کے لیے ہفتوں پہلے تیاری کرنا شروع کر دیتے ہیں، اخراجات کے ساتھ ساتھ دور دراز سے احبابِ جماعت گفتگو سننے کے لیے حاضر ہوتے ہیں اگر مطلوبہ خطیب حسبِ وعدہ اسٹیج پر موجود نہ ہو تو منتظمین کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ انتظامیہ کی نگاہوں میں اسلام کے داعی کا وقار مجروح ہو جاتا ہے۔ جو کوئی خطیب بغیر کسی سخت ایمرجنسی اور تکلیف کے وعدہ خلافی کرتا ہے تو وہ جہاں کانفرنس انتظامیہ اور آنے والے شرکاء کا مجرم ہے وہاں بارگاہ الٰہی میں بھی اس سے باز پرس ہوگی۔ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

بہانے، چکر بازی اور غلط بیانی بڑے سے بڑے خطیب کو بھی عدالتِ الٰہی کا مجرم بنا دیتی ہے۔ازراہِ کرم میدانِ خطابت میں قدم رکھنے والے اپنے پیارے بھائیوں کی خدمت میں بصد ادب گزارش کروں گا کہ وہ وعدہ پورا کرنے کے لیے اپنے بڑے سے بڑے مفاد کی قربانی دے دیں اور اسلاف کا کردار سامنے رکھیں کہ وہ زبان اور عہد کے کس قدر پکے لوگ تھے، بارش، آندھی اور سفر کی صعوبتوں کے باوجود رضائے الٰہی کے لیے

پروگراموں میں پہنچنا ان کا معمول تھا اوران سے وعدہ لینے کے لیے چیلوں، چمچوں سفارشوں کا سہارا انہیں لینا پڑتا تھا۔اپنی مقبولیت میں کسی دھوکے کا شکار نہ ہوں، یہاں ہر شخص کو چار دن عروج کے ملتے ہیں...... اپنے آپ کو محاسبے کے دن کے لیے تیار رکھنا ہی کامیابی ہے۔

②...... تاخیر سے آنے کی عادت

بعض خطباء کرام حد درجہ تاخیر سے تشریف لاتے ہیں اور جلدی فارغ ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حتی کہ بدخلقی پر اتر آتے ہیں۔ جب کہ پروگرام کروانے والے تیز مزاج خطباء کے اس رویہ سے شدید پریشان ہوتے ہیں۔ ہلچل کے اس انداز نے تبلیغ کو بہت نقصان دیا ہے، تیزی اور جلدی میں بہت سے تبلیغی فوائد فوت ہوجاتے ہیں، کیا شان تھی اور ہے اخلاص والے خطباء کی جو وقت سے قبل تشریف لاکر اپنے وقت پر خطاب فرماتے ہیں اور حد درجہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ایک کے لیے اطمینان کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

خطابت عارضی امانت ہے اس کے بل بوتے پر تیزی اور غرور کی جگہ ٹھہراؤ اور جھکاؤ پیدا کریں انکے معصوم جذبات کا خون کرنے کی بجائے ان کا خیال رکھیں۔ بلا وجہ تاخیر سے نکلنا اور میزبانوں کا خون خشک کرتے رہنا عقل مند اور خوفِ خدا رکھنے والے خطیب کی نشانی نہیں ہے۔ کئی بار ایسے بھی ہوتا ہے کہ خطیب صاحب آرہے ہوتے ہیں اور شرکاء بچارے ہار تھک کر جارہے ہوتے ہیں۔ اللہ کے دین کے داعی......! اگر آپ مصروف ہیں تو یقیناً آپ کے سامعین بھی بالکل فارغ نہیں ہیں۔ کئی مواقع پر ناخوشگوار واقعات بھی پیش آتے ہیں جن کا تفصیل سے یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ براہ کرم! قبل از وقت خطاب کے لیے تشریف لائیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی کبھار سفر میں کمی بیشی ہوجاتی ہے، لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنا، اور لیٹ آنے میں اپنی عزت سمجھنا، حد درجہ بازاری

اور احمقانہ سوچ ہے۔عزت وعظمت کے تمام ذرائع اللہ کے پاس ہیں وہ اپنے مخلص اور متواضع بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔

③......توہین آمیز لہجہ

خطاب لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لیے ہوتا ہے،مقصد حق سمجھانا اور مخالفین کو حق کے قریب لانا ہے۔انداز بیان جس قدر ناصحانہ ہوکم ہے،لب ولہجہ میں خیر خواہی کی کوئی حد نہیں،لیکن کم از کم خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات نمایاں ہونے چاہئیں۔ باوقار اور سنجیدہ لب ولہجہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوتا ہے، بڑے سے بڑا مخالف بھی ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہوکر کچھ نہ کچھ ضرور غور کرتا ہے۔لیکن دوران خطاب اپنے مد مقابل یا مخالف کو ہتک آمیز انداز اور توہین آمیز لہجہ میں مخاطب کرنا اور باتوں باتوں میں بار بار زچ کرتے رہنا، یا بھکڑ بازی کا انداز اختیار کرنا، بلاشبہ حد درجہ نامناسب ہے۔ایسے انداز سے نعرہ بازی تو ہوگی، زندہ باد کی گونج تو اٹھے گی،وقتی طور پر واہ واہ کا سماں تو ہوگا،مگر اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

میرے پیارے خطیب......!

ایسی خطابت کا کیا فائدہ......؟ جس سے مخالف اور مد مقابل میں نرمی آنے کی بجائے سختی آئے اور وہ آپ کے توہین آمیز لب ولہجہ کی وجہ سے مزید متنفر ہو جائے؟لوگوں کے جذبات سے نہ کھیلیں اور نہ ہی لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔اگر آپ کی منزل رضائے الٰہی ہوئی تو آپ بہت جلد کامیابی حاصل کر لیں گے۔ان شاءاللہ

بطورِ نمونہ ایک توہین آمیز انداز پر غور فرمائیں......ایک شعلہ نوا خطیب اس حوالہ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ بعض لوگ صحیح بخاری پر بھی اعتراضات کرنے سے باز نہیں آتے، حضرت صاحب بیان کرتے کرتے بے قابو ہو گئے اور جذبات میں آ کر للکارتے ہوئے فرمانے لگے:

''او بدمعاشو......! صحیح بخاری پر اعتراض کرتے ہو،

او بے غیرتو......! صحیح بخاری پر کیچڑ اچھالتے ہو" وغیرہ وغیرہ۔

کیا خوف خدا رکھنے والے خطیب کا انداز ایسا ہونا چاہیے......؟

اسی طرح ایک بیان میں خطیب صاحب فرمانے لگے:

"طارق جمیل بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہے، بہت بکواس کرتا ہے بلکہ سب سے زیادہ جھوٹ شیطان بولتا ہے یا طارق جمیل بولتا ہے"

یہ باتیں سنتے ہی تمام سامعین قہقہے لگا کر ہنسنا شروع ہو گئے۔ کسی مبلغِ اسلام کے لیے ایسے الفاظ کہنا......

"کیا ایسے انداز سے ہی تبدیلی آئے گی......؟ یا آپ کا انداز مجرمانہ ہے......؟"

کیا ہمارے بعض خطباء، موضوع، متروک اور غیر ثابت روایات وواقعات بیان نہیں کرتے......؟

براہِ کرام......! راہِ راست پر لانے کے لیے جارحانہ اور مخاصمانہ انداز چھوڑ دیں، شرم وحیاء اور دوسرے کی عزت نفس کے تقاضوں کا خیال رکھیں، تبھی جا کر انقلاب کی راہیں ہموار ہوں گی۔ دوران خطابت توہین آمیز لہجہ اختیار کرنا سراسر قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ (نحل: 125)

"(اے نبی! آپ (لوگوں کو) اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے ایسے طریقے سے مباحثہ کیجیے جو بہترین ہو۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہ راہِ راست پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔"

یاد رہے......! تبلیغ کا عمل انتہائی سنجیدہ اور اہم ہے، اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس موجود ہو تو زبان کو بڑے ہی احتیاط سے حرکت دی جاتی ہے۔

4......الفاظ کی سختی

حق کی تبلیغ میں سب سے زیادہ مؤثر الفاظ ہوتے ہیں، الفاظ سے سچائی کی طاقت اور دانائی کی خوشبو آنی چاہیے اور بالخصوص اختلافی مسائل بیان کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ آپ کا ایک ایک لفظ چنیدہ و برگزیدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام کی یہی تربیت فرمائی تھی کہ خطاب میں سختی کی بجائے نرمی کو مقدم رکھنا، ہوسکتا ہے تمہارے نرم لب و لہجے سے مخالف کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون جیسے ظالم کی طرف بھیجا تو اس بات کا حکم فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰه: 44)

''پس تم دونوں اس کو نرم بات کہو۔ شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔''

ذی وقار خطیب ملت......!

جب فرعون جیسے سرکش انسان کے سامنے نرم الفاظ اور حکیمانہ انداز کا خیال رکھنا فرض ہے تو آج کوئی ایسا گمراہ فرقہ نہیں جو فرعون سے زیادہ بدتر ہو، اس لیے اپنے بیان میں ہمیشہ نرم الفاظ استعمال کریں۔

قرآن مجید نے دوسری جگہ اس بات کی اہمیت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ

بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ (حم سجدہ: 33-36)

''اور اس سے بہتر کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں؟ اور بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں، تم جواب میں کہو جو اس سے بہتر ہو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی وہ ایسا ہوگیا جیسے کوئی دوست ہو قرابت والا اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو بڑے نصیب والا ہے۔ اور اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

پیارے خطباء کرام......!

خطیب کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے کہ وہ مخالفین کے ساتھ یکطرفہ حسن سلوک کرے۔ مخالف برائی کرے، تب بھی وہ بھلائی کرے۔ وہ اشتعال کے مقابلہ میں اعراض اور اذیت رسانی کے مقابلہ میں صبر کا طریقہ اختیار کرے۔ الفاظ کی نرمی اور یکطرفہ حسن سلوک میں اللہ تعالیٰ نے زبردست تسخیری طاقت رکھی ہے۔ اللہ کے دین کا خطیب، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ اس کو آخری حد تک استعمال کرتا ہے خواہ اس کو اپنے جذبات کو کچلنا پڑے یا اس کی خاطر اپنے اندر پیدا ہونے والے ردعمل کو ذبح کرنا پڑے۔ جب بھی خطیب کے اندر اس قسم کا خیال آئے کہ فلاں بات کا جواب جارحانہ انداز اور مخاصمانہ انداز میں ہونا چاہیے تو اس کو شیطانی وسوسہ سمجھ کر تھوک دے۔ اگر آپ کے الفاظ خنجر اور تلوار کا کام کر رہے ہیں تو پھر دل قریب ہونے کی بجائے پارہ پارہ ہو جائیں گے، نفرتیں بڑھیں گی، لڑائی اور جھگڑوں کو عروج ملے گا، اصلاح و تربیت کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں گی اور آپ اپنے سخت الفاظ کی نحوست سے کبھی نہیں نکل پائیں گے۔

☆

5...... ذو معنی الفاظ

دوران خطاب ایسے الفاظ سے مکمل گریز کریں جو ذو معنی ہوں یعنی جن کے دو مطلب ہوں اچھا اور برا۔ پنجابی زبان میں تو بالخصوص زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، ایسے الفاظ کہ جن سے بے شرمی اور بے حیائی کی بو آتی ہو ان کو استعمال نہ کریں یا جن کا غلط مطلب نکلتا ہو ان سے گریز کریں۔ آج کل بعض خطبائے کرام کا شغل و مذاق اور دل لگی میں ایسے الفاظ بولنا معمول بنتا جا رہا ہے۔ کوئی روکنے، ٹوکنے اور بولنے والا نہیں، سب ڈرتے ہیں کہ حضرت کہیں بھری مجلس میں ہمیں بھی ذلیل نہ کردیں۔ قرآن مجید نے بھی ایسے ذو معنی الفاظ سے اجتناب کا حکم دیا ہے جن سے توہین، ہتک، بے شرمی اور بے حیائی کا پہلو نکلتا ہو۔ فافهم، للعاقل تكفيه الاشارة

6...... ناشائستہ مذاق اور لطیفے:

فضولیات سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ زیادہ باتیں دلوں کی نرمی کو بالکل ختم کر دیتی ہیں۔ اور موجودہ عوام ہنس ہنس کر مردہ ہو چکی ہے، شغل و مذاق اور خوش گپیوں کی زیادتیوں نے دل مردہ کر دیئے ہیں۔ دوران خطاب غور و فکر کا سماں رہے تو دلوں میں انقلاب پیدا ہوتا ہے، اگر آپ نے اپنے لمبے خطاب میں ایک چٹکلہ یا مذاحیہ لطیفہ بیان کر دیا تو سامعین کی ساری توجہ اسی کی طرف ہو جائے گی۔ سنجیدگی رہے گی نہ ہی اصلاح کا جذبہ پروان چڑھے گا۔ ہمیں ایک ذمہ دار عالم نے بیان کیا کہ شیخ القرآن محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ اوائل خطاب میں بہت زیادہ ہنسی کا ماحول پیدا کرتے تھے۔ لیکن کسی بزرگ نے آپ سے کہا: حضرت مجھے بتائیں! قرآن نے زیادہ ہنسایا ہے یا رلایا ہے......؟ شیخوپوری صاحب فرمانے لگے: قرآن مجید نے تو زیادہ رلایا ہی ہے۔ وہ کہنے لگے: حضرت آپ تو زیادہ ہنساتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ محتاط اور سنجیدہ رویہ غالب رکھا اور لوگ آپ کے خطابات سے غور و فکر اور تقویٰ و طہارت کی انمول دولت لے کر جایا کرتے تھے۔

یادر ہے......! خوش طبعی اور ہلکی پھلکی دل لگی میں اگر چہ کوئی مضائقہ نہیں لیکن حد سے تجاوز کرنا بہر حال غیر مناسب ہے۔ چٹکلے اور فرضی لطیفے سنا کر لوگوں کو ہنسانا اور بازاری ماحول بنادینا یقیناً اس پاک مشن اور مجلس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی ہے جو لوگوں کو فرضی لطیفے سنا کر ہنسانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر یہی مکروہ دھندہ صاحبِ علم وفضل شروع کر دیں تو معاشرہ میں اصلاح وتربیت کے تمام مواقع ضائع ہو جائیں گے۔ لطیفوں سے محافل کو گرمانے والے اپنے انجام پر غور فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهُ ثُمَّ وَيْلٌ لَّهُ (سنن ابی داود: 4990، ترمذی: 2315 حدیث صحیح)

”ہلاکت ہے ایسے شخص کے لیے جو بات کرتے ہوئے اس لیے جھوٹ بولتا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کے ذریعے ہنسائے، ہلاکت ہے اس کے لیے، پھر ہلاکت ہے اس کے لیے۔“

اسی طرح فحش مذاق کرنا اور مذاق ہی مذاق میں شرم وحیاء کے تمام تقاضے پامال کر دینا اس قدر کبیرہ گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے نفرت کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْ (صحیح لغیرہ۔جامع ترمذی: 2002)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ فحش کلامی کرنے والے، بدزبانی کرنے والے سے بغض رکھتے ہیں۔“

منبر ومحراب کے وارثو......! ذرا غور فرمائیں، اگر آپ کے فری مذاق، فحش مذاق یا فرضی لطائف سے پروگرام میں بیٹھنے والے بعض آوارہ مزاج بہت زیادہ قہقے لگا کر خوش ہوتے ہیں تو عرش پر بیٹھا رب رحمٰن آپ پر سخت ناراض ہو جاتا ہے۔ کیا لوگوں کو خوش کرتے ہوئے

عرش والے رحیم وکریم کو ناراض کر لینا آپ کے لیے کامیابی ہے......؟ کیا اب بھی آپ کا اسی روش پر رہنا آپ کے لیے بہتری کا سامان ہے......؟ غور کرتے ہوئے کسی نتیجہ پر پہنچیں۔

⑦......گالیاں دینا

گالی کبیرہ گناہ ہے۔ خطابات کا اصل مقصد یہی ہے کہ لوگوں کی تربیت ہو، گالیوں کی جگہ ذکر کرنے کی عادت پڑے، کسی خطیب کو سنگین صورت حال میں بھی گالم گلوچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ چہ جائیکہ نجی محفلوں میں بات بات پر گولوں کی طرح گالیاں برسائی جاتی ہیں اور کئی بے باکی کے عالم میں مسجد کے پاکیزہ منبر پر بھی بے ہودہ گوئی سے باز نہیں آتے جبکہ دین اسلام ہمیں یہاں تک منع کرتا ہے کہ ہم کفار کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور فرمائیں:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (انعام: 109)

''اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو ورنہ یہ لوگ حد سے گزر کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر گروہ کی نظر میں اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے اس وقت اللہ انہیں بتا دے گا جو وہ کرتے تھے۔''

اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ میں آیا کرو، اس کو گالیاں نہ دیا کرو۔

(اس سلسلہ میں ہماری کتاب ''گالی'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں)

گالم گلوچ کرنے والے بریلوی خطباء کا جواب:

اکثر بریلوی حضرات بہت زیادہ بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ فوراً جوابی

کاروائی میں سخت جواب دینے سے گریز کریں اور اپنی دعوت کو دلائل سے پیش کرتے رہیں گالیوں کے جواب میں گالیوں پر اتر آنا اہل حدیث کی شان نہیں ہے۔

ہمیں یاد آیا کہ ایک دفعہ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کاموکی میں چند بریلوی خطباء نے غلیظ زبان استعمال کی، بدکلامی اور گالیوں کی انتہا کر دی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صبح فجر کے بعد درس شروع کیا تو فرمانے لگے: ''اے لوگو! مجھے بہت افسوس ہوا ہے کہ رات دور دراز سے بریلوی خطباء نے تشریف لا کر برسرِ منبر ہمیں گالیاں دی ہیں۔ اگر یہی کام کرنا تھا تو کاموکی کے آوارہ مزاج نوجوان بھی کر سکتے تھے، اس ناپاک کام کے لیے دور دراز سے خطباء کو دعوت دینے کی آخر کیا ضرورت تھی......؟ سنو! ہمارا کام تو قرآن وحدیث سنانا ہے، اللہ تعالیٰ کے قرآن پر غور فرماؤ......الخ''

حضرت شاہ صاحب نے گالیوں کے جواب میں خوب قرآن پڑھا اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنانے کی انتہا کر دی۔ اپنے مسلک کی عزت کے لیے مخالفین کے غیر سنجیدہ اقدام کو نظر انداز کرتے رہیں اور مثبت انداز میں ردعمل کا اظہار کریں، ہر پریشانی سے نجات ملے گی اور کامیابی کی راہیں ہموار ہوں گی۔

⑧......ذاتیات پر حملے:

معاملہ مسئلے کی حد تک رہے تو اسی میں خیر ہے، اختلاف کو ذریعہ نفاق نہ بنائیں، مخالف کے ذاتی عیوب بیان کرنا یا اس کے گھر والوں کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کو غیر سنجیدہ القاب سے للکارنا یہ خطبائے عظام کا انداز نہیں بلکہ کمینے لوگوں کا کام ہے۔ اعلیٰ ظرف اور باحیاء خطباء ایسے ظرف ہرگز اختیار نہیں کرتے۔ مگر صد افسوس......! بے راہ روی کے اس دور میں یہ سلسلے سرِ عام اسٹیجوں پر چل نکلے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

⑨......بے باکی اور شوخ مزاجی

سادگی اور سنجیدگی اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے اور اس میں قدرت نے بہت

کشش رکھی ہے۔سادہ مزاج اور سنجیدہ شخصیت کا مالک خطیب اسٹیج پر ہی نہیں بلکہ سامعین کے دلوں پر بھی حکومت کرتا ہے۔بے ادبی، بدتمیزی، زیادہ بے باکی اور شوخ مزاجی سے عارضی طور پر مجمع سازی تو ہوتی ہے لیکن جہاں خطیب صاحب کا وقار مجروح ہوتا ہے وہاں خطاب کا اثر بھی نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔بھری مجلس میں سامعین میں سے کسی کو شرمندہ کر دینا یا مذاق کرتے ہوئے اس کے جذبات کو مجروح کر دینا یقیناً بہت بڑی حماقت ہے لیکن آج اس حماقت کو عظمت سمجھ کر کیا جاتا ہے۔یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں خطیب صاحب بڑے کھلے ذہن کے ہیں،علم و عمل کے ساتھ ساتھ زبان کے معاملہ میں بھی احتیاط نہیں کرتے ،لیکن لوگ انہیں بڑے شوق سے سنتے ہیں اوران کا نام کامیاب خطباء کی لسٹ میں سرفہرست ہوتا ہے،اس کی کیا وجہ ہے......؟ حقیقت میں وہ علمی اور عملی کوتاہیوں کے پیکر ہوتے ہیں لیکن عوام ان کی دیوانی ہوتی ہے......؟ اس حوالہ سے ہم صحیح البخاری کی ایک روایت کا ٹکڑا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی خطیب اپنی بے عملی کے باوجود نقطہ عروج پر ہے تو وہ اس کو کامیابی نہ سمجھے......کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام آوارہ مزاج ،فاسق وفاجر اور بے عمل لوگوں سے بھی لے لیتا ہے۔امت کو ان سے خیر پہنچتی ہے لیکن وہ خود سرتا پا ناکامی کی دلدل میں ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاجر آدمی کے ذریعے بھی کرتا ہے۔''

اور عربی زبان میں فاجر'' بے عمل، بدعمل، گناہوں میں نڈر، بے دھڑک برائی کرنے والا، جھوٹی قسم کھانے والے اور گنہگار آدمی کو'' کہتے ہیں۔ہر خطیب اپنی عملی زندگی کے کردار کو اپنے سامنے رکھ کر اس بات کا جائزہ لے سکتا ہے کہ میری حیثیت ایک رجل فاجر کی ہے یا متقی باا خلاق خطیب کی ہے......؟ اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی وانکساری کا پیکر بنائے اور ہر شخص کے جذبات اور وقار کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

⑩ ...... غیر محتاط گفتگو کرنا:

ہر بات مجمع عام میں کرنے والی نہیں ہوتی، خطباء کو آپس کے ذاتی اختلافات یا انتظامی معاملات خطاب میں بیان نہیں کرنے چاہئیں۔ اور نہ ہی فریقِ مخالف کے کسی مؤقف کو اپنی طرف سے بگاڑتے ہوئے اس میں رنگ بھرنا چاہیے۔ آج کل کئی خطباء اپنی طرف سے مخالف کے مؤقف کو میک اپ کرتے ہیں اور بڑھا چڑھا کر اپنی طرف سے کئی باتیں ملا دیتے ہیں۔ جبکہ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں۔ فریقِ مخالف کے مؤقف کو اچھی طرح سمجھیں اور مکمل غور کے بعد پھر اس کو بیان کرتے ہوئے اس کی اصلاح کریں اور اپنے صحیح عقیدے کا دفاع کریں نیز غیر ثابت روایات و واقعات سے مکمل اجتناب کریں۔

آخری گزارش:

ہم نے فنِ خطابت کے منہج کے حوالہ سے تمام گزارشات طلبِ رضا اور جذبہ اصلاح کی نیت سے کی ہیں اور ہمیں ہمارے ذی وقار مشائخ عظام کی سرپرستی بھی حاصل ہے اور امید ہے ہمارے خطبائے کرام بطورِ اظہارِ تشکر ہم کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے، اللہ تعالیٰ ہمارے ایسے احسان مند جلیل القدر خطبائے کرام کو دین و دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے۔ اور جو خطباء سرکشی اور تمرد کا مظاہرہ کریں ہم ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیق الا باللہ

علیہ توکلت والیہ انیب

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبدالمنان راسخ

مدیر دارالافتاء محمدیہ مومن آباد فیصل آباد

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ ﴾

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا○ ﴾

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ۔

مسنون خطبہ کا اہتمام کرنا آپ کے متبع سنت ہونے کی واضح دلیل ہے۔

خطبہ نمبر
1
اللہ کے ہاں مقام کس کا؟

اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام کس کا......؟

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يَاۤ يُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ○ (حجرات:13)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے اس لیے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

ہر انسان اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے دن رات محنت کرتا ہے، لوگ دنیا میں اعلیٰ مقام پانے کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرتے ہیں، بلند و بالا مقام تعمیر کرتے ہیں، خوب صورت گاڑی اور لباس زیب تن کرتے ہیں۔ دین کے دائرہ میں رہ کر ایسی کوششیں کرنا یقیناً درست ہے..... لیکن ہمیں کبھی یہ بھی سوچنا چاہیے ہم اللہ کے ہاں مقام بنانے کے لیے کیا محنت کرتے ہیں.....؟ کیونکہ حقیقی معنوں میں کامیاب وہ ہے جو اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام بنانے کے لیے دن رات نیک اعمال کرتا ہے۔ مجھے رب کبریا کی کبریائی کی قسم ہے.....! اگر آپ کے پاس گاڑی نہیں تو کوئی حرج نہیں، اگر آپ نے قیمتی لباس نہیں پہنا تو کوئی عیب نہیں، اگر آپ کے پاس ذاتی مکان نہیں تو اپنے آپ کو معمولی حیثیت کا نہ سمجھیں..... کیونکہ اگر اللہ کے ہاں مقام بنانے کے لیے اخلاص سے نیک اعمال کرتے ہیں اور آپ کا اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام ہے تو آپ کی عزت کا مقابلہ قارون کے خزانے بھی نہیں کر سکتے۔

یا د رکھو.....!

دنیا میں بھی حقیقی بلندی اور اعلیٰ مقام انہی کو نصیب ہوتا ہے جو اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلی اور بنیادی بات:

کلمہ پڑھنے کے بعد ہر مسلمان اللہ کے ہاں ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے اور جیسے جیسے وہ نیک اعمال میں اور اعلیٰ اخلاق میں آگے بڑھتا رہتا ہے اللہ کے ہاں اس کا مقام و مرتبہ بھی مزید اونچا ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ کی صراحت کی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مقام اللہ کے ہاں ایک جیسا نہیں اور نہ ہی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام اللہ کے ہاں ایک جیسا ہے۔ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ انبیاء

ورسل علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے رب العالمین فرماتے ہیں:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ: 253)

''ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کیے۔''

معلوم ہوا تمام انبیاء اللہ کے ہاں خاص مقام رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود بعض انبیاء و رسل زیادہ فضیلت اور اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس فرق کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ اصحابِ رسول مقام و مرتبہ میں میرے ہاں ایک جیسے نہیں...... بلکہ بعض کا مقام بعض سے بلند ہے۔

جیسا کہ رب العالمین فرماتے ہیں:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (حدید: 10)

''تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ کریں اور لڑیں وہ (مقام میں) ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اور اسی طرح آپ احباب جو خطبہ جمعہ سماعت فرمانے کے لیے تشریف فرما ہیں آپ کا مقام و مرتبہ بھی اللہ کے ہاں ایک جیسا نہیں...... بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، کئی احباب کو اللہ کے ہاں خاص اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

بظاہر دیکھنے میں معمولی مگر اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام:

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اس کی غربت کی

وجہ سے یا حالات کی تنگی کے پیش نظر معمولی اور حقیر سمجھتا ہے...... جبکہ نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس شخص کا مقام ومرتبہ بہت زیادہ اونچا ہوتا ہے۔

1 ......ایک دفعہ کا واقعہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسواک اتارنے کے لیے درخت پر چڑھے، ہوا کے تیز چلنے کی وجہ سے آپ کی پنڈلیاں جھول رہی تھیں اور ویسے بھی آپ قد کے لحاظ سے چھوٹے تھے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ منظر دیکھا تو وہ مسکرا پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِمَّا تَضْحَكُوْنَ؟

"کس چیز کی وجہ سے مسکرا رہے ہو؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باریک پنڈلیاں دیکھ کر مسکرا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اللہ کے ہاں مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَهُمَا اَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ اُحُدٍ

(مسند احمد: 1/420، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 2750)

"اس ذات کی قسم! کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ دونوں پنڈلیاں (اللہ کے) ترازو میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہیں۔" سبحان اللہ!

اس واقعہ سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بعض لوگ بظاہر معمولی اور کمزور حیثیت کے ہوتے ہیں لیکن اللہ کے ہاں ان جیسا مقام کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

2 ......اسی طرح صحیح البخاری میں ایک واقعہ موجود ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاس بیٹھے ہوئے صحابی سے پوچھا آپ کا اس گزرنے والے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ گزرنے والا بڑا معزز اور صاحبِ مقام آدمی ہے، اس کو لوگوں پر فوقیت حاصل ہے، اگر یہ کسی کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجے تو وہ فوراً اس کو قبول کر لیں اور اگر یہ کسی شخص کے بارے

میں سفارش کرے تو اس کی سفارش کو قبول کر لیا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس گزرنے والے کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے رسول! یہ عام اور معمولی حیثیت کا آدمی ہے، لوگوں پر اس کا کوئی جاہ وجلال اور مقام ومرتبہ نہیں اور اگر یہ کسی کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجے تو وہ قبول نہ کریں اور اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو لوگ اس کی سفارش کو بھی اہمیت نہ دیں۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے دوسرے گزرنے والے شخص کا اللہ کے ہاں مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص پہلے گزرا ہے اس جیسے لوگ زمین بھر کر بھی آجائیں تو یہ دوسرا معمولی شخص ان تمام سے زیادہ بہتر اور برتر ہے، اس کے مقام اور مرتبہ کو وہ سارے مل کر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ (صحیح البخاری۔ الرقاق: 6447)

3 ......رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی دیہات کے رہنے والے تھے، آپ ﷺ ان سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے، وہ جب دیہات سے آتے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے سبزیاں ترکاریاں لے کر آتے اور آپ ﷺ بھی اس کو جاتے وقت پنیر اور ستو وغیرہ دے دیتے۔ ایک دفعہ وہ دیہاتی بازار میں اپنا سامان فروخت کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا اور پیچھے سے آکر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور ساتھ فرمایا:

مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدُ؟

''غلام کون خریدے گا......؟''

اس نے آواز سے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور اپنی کمر کو رسول اللہ ﷺ کے پیٹ مبارک کے ساتھ ملنا شروع کر دیا اور ساتھ کہا:

وَاللّٰهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا

''اللہ کی قسم! آپ مجھے کم قیمت والا ہی پائیں گے''

میری کیا قدر و قیمت ہے، معمولی حیثیت کا غلام ہوں'' رسول اللہ ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا:

وَلٰكِنْ عِنْدَاللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ اَوْ قَالَ عِنْدَاللّٰهِ اَنْتَ غَالٍ

(مسند احمد: 3/161، شرح السنة: 3/451، المشكاة مع هداية الرواة: 4851)

''لیکن تو اللہ کے ہاں ...... کم قیمت والا نہیں، اللہ کے ہاں تو بہت زیادہ قیمتی ہے۔'' سبحان اللہ!

پیارے بھائیو......!

غربت یا مزدوری کرنے سے اللہ کی نگاہوں میں مقام کم نہیں ہوتا، بلکہ حلال کی تلاش میں محنت کرنے والا اللہ کے ہاں بہت زیادہ مرتبہ و مقام رکھتا ہے۔ حالات کا شکوہ نہ کیا کریں، بلکہ نیکی اور تقویٰ و طہارت میں آگے بڑھتے چلے جائیں، آپ کا اللہ کی نگاہ میں بہت زیادہ مقام ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ

''کبھی کبھار پراگندہ بالوں والا، دروازوں سے خالی لوٹا دیئے جانے والا (اللہ کے ہاں اس قدر مقام و مرتبہ رکھتا ہے) اگر وہ اللہ پر قسم اٹھا لے تو وہ اس کو بری کر دے۔'' (صحیح مسلم۔البر والصلة: 6682)

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر معمولی اور حقیر سمجھے جانے والے لوگ...... اخلاص، اخلاق اور نیک اعمال کی وجہ سے اللہ کے ہاں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ قسم اٹھا کر اللہ کو کوئی کام کہہ دیں تو اللہ پاک ان کی قسم کو جھوٹا نہیں ہونے دیتا، بلکہ قسم اٹھا کر وہ جو کہتے ہیں رب العالمین ویسے ہی کر دیتے ہیں یعنی رب العالمین ان کو مایوس کرتے ہیں نہ ہی خالی لوٹاتے ہیں۔

مقام و مرتبہ کی انتہا:

کتاب وسنت کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جب کوئی شخص مقام و مرتبہ پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ باقاعدہ طور پر اس کا نام بھی لیتے ہیں اور ملائکہ میں اس کا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ اس حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن سناؤں، اتنی بات سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ حد درجہ حیران ہوئے اور فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول!

وَسَمَّانِیْ؟

''اور میرا نام لیا ہے؟''

یائی نیم میرے بارے میں کہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے تیرا نام لے کر مجھے کہا ہے کہ ابی کو قرآن سناؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ جواب سنتے ہی

فَجَعَلَ اُبَیٌّ یَبْکِیْ

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونا شروع ہو گئے۔''

یعنی خوشی کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(صحیح البخاری۔مناقب: 3809، صحیح مسلم۔صلاۃ المسافرین: 799)

سامعین کرام......!

آج ہم بھی نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں مقام و مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ کے ہاں مقام و مرتبہ پانا ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اب میں آپ کے سامنے پانچ ایسے اعمال کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ان اعمال کو کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔

آیئے......! ان پانچوں اعمال کو توجہ سے سنیں اور ان پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام و مرتبہ پائیں۔

1......تقویٰ سے اللہ کے ہاں مقام ملتا ہے:

قرآن مجید کا مطالعہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ صاحبِ تقویٰ مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی اعلیٰ مقام اور بلند درجہ رکھتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ حجرات میں رب العالمین کا فرمان عالی شان ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (حجرات:13)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے اس لیے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار رہو۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

معلوم ہوا......تقوے والا شخص اللہ کے ہاں بہت زیادہ معزز اور عالی مرتبت ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کس چیز کا نام ہے......؟ اور موجودہ حالات میں متقی کون ہے......؟ پیارے بھائیو......!

☆......حرام اور مشکوک کمائیسے بچنے والا متقی ہے۔

☆......ہر فیصلے میں انصاف کا ترازو قائم رکھنے والا متقی ہے۔

☆......موبائل، کمپیوٹر اور کیبل کی فحاشی سے دور رہنے والا متقی ہے۔

☆......بے پردگی، آوارگی اور فیشن کے اثرات کو قبول نہ کرنے والا متقی ہے۔

غرض کہ ہر وہ شخص جو گناہوں سے بچ کر نیک اعمال کرتا ہے وہ صاحبِ تقویٰ

ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اعالی مقام رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی بلند و بالا اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

2 ......شہید کا اللہ کے ہاں مقام:

شہادت بہت بڑی عظمت اور سعادت ہے، کسی کا اللہ کی راہ میں اخلاص سے کٹ جانا سب سے بڑی کامیابی ہے اور شہید کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ہے اسی لیے قرآن وحدیث کی تعلیمات یہی بتلاتی ہیں کہ:

اَلشَّهِيْدُ هُوَ اَعْظَمُ مَنْزِلَةً عِنْدَاللّٰه، يُغْفَرُ لَهُ عِنْدَ اَوَّلِ قَطْرَةٍ

"شہید اللہ کے ہاں بہت بڑا مقام رکھتا ہے، اس کو خون کے پہلے قطرے پر معاف کر دیا جاتا ہے۔"

قرآن مجید نے شہید کے بلند و بالا مقام کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَاللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا ان کا درجہ اللہ کے یہاں بڑا ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔" (توبہ: 20)

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول!

اَیُّ النَّاسِ خَيْرٌ مَنْزِلَةً عِنْدَاللّٰهِ......؟

"لوگوں میں سے اللہ کے ہاں مقام و منزلت کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے......؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَجُلٌ عَلٰى مَتْنِ فَرَسِهٖ يَخِيْفُهُ الْعَدُوُّ وَيَخِيْفُوْنَهُ

''ایسا آدمی جو اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہے، اس کی بہادری و بیباکی کی وجہ سے دشمن خوف کھاتا ہے اور دشمن کی کثرت کی وجہ سے اسے بھی خدشہ لاحق ہے۔'' (شعب الایمان 4/42/4291، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 3333)

سامعین کرام......!

دہشتگرد امریکہ اور جھوٹ پر مبنی میڈیا جہاد اور مجاہدین کے بارے میں ہرزہ سرائی کر رہا ہے، مجاہدوں کو دہشتگرد کہتا ہے جب کہ اللہ کے ہاں مجاہدِ اسلام سب سے اونچا اور عالی مقام رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دور کے تمام مخلص شہداء کی شہادتوں کو قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء کا کس قدر اونچا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی اس قدر رفعت اور عزت ہے کہ اللہ پاک نے شہید کو مردہ تک کہنے سے منع کر دیا، حالانکہ وہ بظاہر بے روح ہی ہے، شان بھرے اسلوب پر غور فرمائیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (بقرہ: 154)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم کو خبر نہیں۔''

3......علمائے کرام کا اللہ کے ہاں مقام:

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ انسانیت میں سب سے اونچا درجہ پانے والے انبیاء و رسل علیہم السلام ہی ہیں لیکن انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ بھی کچھ ایسے عظیم لوگ ہیں جو اللہ کے ہاں بہت عالی مقام رکھتے ہیں ان میں سے علمائے کرام، قراء کرام، خطبائے کرام اور شیوخ الحدیث سرِفہرست ہیں، بشرطیکہ یہ لوگ دین کو کاروبار اور اپنی دکانداری نہ بنائیں۔ حضرت امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے تقریباً (80) مرتبہ بیت اللہ کا حج کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَرْفَعُ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَاللّٰهِ مَنْ كَانَ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ عِبَادِهٖ هُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالْعُلَمَآءُ

(الدين النصيحة:1، فضل العلم والعلماء، احمدفريد:1)

''لوگوں میں سے اللہ کے ہاں سب سے اونچا مقام رکھنے والا وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہے اور وہ انبیاء ہیں اور علماء ہیں۔''

یعنی اللہ کے ہاں سب سے اونچا مقام ان کا ہے جو اللہ کا پیغام اور اس کی دعوت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور یہ کام انبیاء علیہم السلام کے بعد صرف اور صرف علمائے کرام، قراء کرام، خطبائے کرام اور شیوخ الحدیث ہی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان اہل علم کے بلند مقام کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔

سورۃ مجادلۃ میں رب العالمین کا ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (مجادلة:11)

''تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ پوری طرح اس سے باخبر ہے۔''

اور مزید فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

''اہل علم اور جاہل دونوں مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اللہ کے ہاں برابر نہیں''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی علمائے کرام کا اللہ کے ہاں مقام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ علمائے کرام کے لیے بخشش کی دعائیں کرتی ہے......اور علم والے کی فضیلت اکیلے عبادت گزار پر اس قدر زیادہ ہے جس طرح مجھے تم پر فضیلت حاصل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَاَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (صحیح الجامع الصغیر: 2719، صحیح الترغیب والترھیب: 81)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان وزمین والے حتی کہ چیونٹی اپنی بل میں اور مچھلی (پانی میں) لوگوں کو بھلائی سکھانے والے شخص پر درود بھیجتے ہیں۔'' سبحان اللہ!

اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ان کے درجات بلند فرماتے ہیں اور فرشتوں اور دیگر مخلوقات کا درود یہ ہے کہ وہ علمائے کرام، خطبائے کرام کے لیے رحمت، برکت اور بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

سامعین کرام......!

آپ ہی بتائیں کہ جس کو کائنات کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق دعاؤں میں یاد رکھے، اس سے بڑھ کر مقام کیا ہو سکتا ہے......؟

میں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں......!

اپنے بچوں کو عالم، خطیب، دین کے داعی اور اسلام کے چوکیدار بناؤ......اس کے عوض جہاں دنیا میں شان ملے گی وہاں آخرت کے روز اللہ کے ہاں بھی بڑا عالی مقام ہوگا۔ آج کل بے دین لوگ اہل علم کے خلاف بہت زیادہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں اور مولویت کو نیچ دکھانے کے لیے سو حربے استعمال کر رہے ہیں۔

یاد رکھو......!

اصل زندگی ہی مولا والے مولوی کی ہے باقی سب مردار خانہ ہے، فتنہ، فساد اور جنگ وجدل ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء کو خوفِ الٰہی اور اتحاد کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین۔

..................☆..................

4 ......وہ نمازی جو اپنے مال سے اللہ کا حق دے:

نمازی آدمی کا اللہ کے ہاں بہت بڑا مقام ہے۔اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی عالی شان انداز میں نماز کے پابند لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكَاةِ (نور:37)

''کئی لوگ جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور نہ نماز کی اقامت سے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے''

نماز کی پابندی سے آدمی اللہ تعالیٰ کے چنیدہ اور برگزیدہ بندوں میں شامل ہوجاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ نماز پڑھنے والا اپنے اللہ کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول!

اَیُّ النَّاسِ خَيْرٌ مَنْزِلَةً عِنْدَاللّٰهِ......؟

''لوگوں میں سے اللہ کے ہاں مقام ومنزلت کے اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے......؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَجُلٌ يُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِیْ حَقَّ اللّٰهِ مِنْ مَّالِهِ

(سلسلة الاحاديث الصحيحة: 255)

''ایسا آدمی جو نماز قائم کرتا ہے اور اپنے مال میں سے اللہ کا حق دیتا ہے۔''

نماز کے ساتھ ساتھ اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق دینا یعنی کثرت کے ساتھ صدقات وخیرات کرنا، کہ نمازی صاحبِ نصاب ہو تو وہ زکوٰۃ دینے میں تاخیر سے کام لے اور نہ ہی بخل سے کام لے بلکہ دل کھول کر اللہ کی خوشنودی کے لیے ضرورت مندوں کو دیتا رہے۔سخی نمازی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں

بھی یہی شان وشوکت اور عظمت نصیب فرمائے۔

5 ...... آزمائشوں پر صبر اور فیصلۂ الٰہی پر راضی رہنے والا:

خطبہ کے آخر میں آپ کے سامنے ایک ایسے خوش نصیب کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو اللہ کے ہاں خاص اور اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ کتاب وسنت کا مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ غربت، تنگ دستی، پریشانی اور بیماری کے عالم میں صبر کرنے والا اور اللہ کے فیصلوں پر خوش رہنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا رتبہ پا جاتا ہے کہ جہاں پر کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔

آپ لوگ حالات کی تنگی، بیٹیوں کے غم اور مال کی کمی کا شکوہ نہ کیا کریں بلکہ دل وجان سے اس کے فیصلوں پر راضی رہا کریں نتیجہ ایسا نکلے گا کہ آسمان کی بلندیاں بھی تمہارے مقام کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔

حضرت ابوزرعہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکُوْنُ لَهُ عِنْدَاللّٰهِ الْمَنْزِلَةَ فَمَا یَبْلُغُهَا بِعَمَلٍ فَمَا یَزَالُ اللّٰهُ یَبْتَلِیْهِ بِمَا یَکْرَهُ حَتّٰی یَبْلُغَهُ اِیَّاهُ

"بلاشبہ آدمی کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہوتا ہے لیکن وہ وہاں کسی خاص عمل کی وجہ سے نہیں پہنچتا، پس اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ ایسے معاملات میں آزماتے رہتے ہیں جن کو وہ ناپسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خاص مقام تک پہنچ جاتا ہے۔"

(مسند ابی یعلی: 4/1447، وابن حبان والحاکم وحسنه الالبانی، فی سلسلة الاحادیث الصحیحة: 2599)

سامعین حضرات......!

اس انمول حدیث کو اچھی طرح سمجھ لیں، زندگی کے تمام غموں کو ہلکا کرنے کے لیے یہ ایک حدیث ہی کافی ہے اور اس حدیث کا سادہ مطلب یہ ہے کہ مومن نمازی جیسے

جیسے تنگی و پریشانی کے کنویں میں گرتا رہتا ہے ویسے ویسے اس کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ہوتا رہتا ہے اور اگر وہ اللہ کی عطا اور اللہ کے فیصلوں پر صابر و شاکر رہے، اللہ پر خوش رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے مخلص باوفا کو وہ خاص مقام عطا فرماتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے مخلصین کو عطا کیا جاتا ہے، ایمان کی موجودگی میں چھوٹی بڑی آزمائشوں کی ہرگز ہرگز کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایمان اور اخلاص سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، ان دونوں کی موجودگی میں جو آزمائش بھی آتی ہے تو وہ مخلص مومن کو اللہ کی نگاہوں میں اونچا کرنے کے لیے ہی آتی ہے۔ صاحبِ دل نے بڑی پیاری بات کہی ہے:

دنیا اندر تنگی دیوے خاص پیاریاں یاراں
کافر فاسق فاجر ویکھو لٹ دے نیں موج بہاراں
حضرت آدم کڈ بہشتوں کئی سال رووایا
ویکھو حضرت نوح نبی نوں کِنا دکھ اٹھایا
چیر دتا زیکاں تائیں سر اُتے رکھ آری
ایوب دے تن پائی بیماری کیڈ مصیبت بھاری
قیصر و کسریٰ دشمن رب دے موج کرن من پاندے
اللہ دے نبی فاقیاں کولوں پتھر پیٹ بناندے

سامعین کرام......!

صحیح العقیدہ مسلمان جب اللہ کے فیصلوں پر راضی رہتا ہے تو اللہ کے ہاں بہت ہی اعلیٰ درجہ پالیتا ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ باوجود غربت کے باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے، بھوکے پیاسے وضو کر کے اللہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے، قریب سے منافقین گزرتے تو وہ بطورِ طنز و مزاح کہتے: ان بیوقوفوں کی طرف دیکھو! کہتے ہیں کہ ہم رب کی عبادت کرتے ہیں، اگر یہ واقعی سچے

ہوتے تو اللہ ان کو مال و دولت نہ عطا کرتا......؟

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ان ظالموں کی یہ بات سن لی، جماعت سے فارغ ہو کر صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے: اے اللہ کے بندو! ان کی باتوں کا برا نہ منانا...... تم غربت کے باوجود اللہ تعالیٰ سے وفا کرتے ہو، دلجمعی اور شوق سے اس کی عبادت کرتے ہو اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس کی وجہ سے تمہارا اللہ کے ہاں کس قدر مقام و مرتبہ اونچا ہے تو تم یہ دعائیں کرنا شروع ہو جاؤ کہ اے اللہ! ہماری غربت اور فقر و فاقے میں اور اضافہ کر دے۔ سبحان اللہ!

سامعین حضرات......!

ابھی بات پردے میں ہے جب اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائے گا تو اہل ایمان اس قدر خوش باش ہوں گے کہ گویا زندگی میں کوئی غم آیا ہی نہیں......

آج وقت ہے کچھ کر لینے کا...... اللہ کے ہاں مقام بنا لینے کا...... کل کا پچھتاوا کچھ کام نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی جناب میں عالی مقام عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعونا ان الحمدلله رب العالمين

خطبہ نمبر
2
اللہ کے بہت قریب مگر کون؟

اللہ تعالیٰ کے بہت قریب مگر کون......؟

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ: 186)

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، وہ ضرور میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔''

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت و بخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار انبیاء ورسل علیہم السلام اور کئی کتابوں اور صحیفوں کو صرف اسی لیے نازل فرمایا کہ لوگ ان سے رہنمائی پا کر اللہ تعالیٰ کے قریب آنے کی کوشش کریں۔ تمام رسولوں کی محنت کا صرف یہی خلاصہ تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب آ جائیں لیکن پہلے کی طرح آج بھی اکثر لوگ اللہ تعالیٰ سے دور ہیں، اللہ تعالیٰ سے ٹوٹے اور بکھرے ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ ضرورت اسی بات کی ہے کہ سب سے پہلے ہم قرب الٰہی کی منازل طے کریں اور پھر صحیح کتاب وسنت کے مطابق لوگوں کو اللہ کے قریب آنے کی دعوت دیں۔

اللہ کا قرب بہت بڑا اعزاز ہے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حد درجہ رحمت ہے کہ وہ اپنے قریب آنے والے بندے کو مایوس کرتا ہے نہ ہی دھتکارتا ہے۔ بلکہ قریب آنے والے بندے کو اس کی سوچ سے زیادہ نوازتا ہے۔ صحیح البخاری میں واضح الفاظ ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف چل کر آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتے ہیں، جیسے جیسے مخلص بندے کے جذبات بڑھتے چلے جاتے ہیں تو اللہ کی طرف سے قرب کی منزل بھی قریب سے قریب ہوتی چلی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندے کے نزدیک اور قریب ہونے کا کئی مقامات پر ذکر فرمایا۔ اعلانِ خداوندی ہے:

❶ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ: 186)

”اور جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، وہ ضرور میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔“

اس آیت میں ربِّ باری تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ میں نزدیک اور قریب ہوں اوراسی طرح حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کواللہ کی طرف بلایا تو انہی الفاظ سے دعوت دی:

❷ يَا قَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ (هود: 61)

''اے میری قوم !اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تم کو زمین سے بنایا اور اس میں تم کو آباد کیا پس تم معافی مانگو پھر اسی کی طرف رجوع کرو! بلاشبہ میرا رب قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا ذکر فرمایا۔

سامعین حضرات! قرب کی دو قسمیں ہیں۔

❶ عام قرب: یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ساتھ تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ علم وقدرت کے اعتبار سے انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ سورۂ ''ق'' میں فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق: 16)

''اور ہم گردن کی رگ سے بھی زیادہ (بندے کے) قریب ہیں۔''

اس قرب سے اللہ تعالیٰ کا عام قرب مراد ہے کہ کوئی بھی چیز اس کی نظروں سے اوجھل نہیں اور کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے علم اور اس کی گرفت میں ہے۔

❷ خاص قرب: اور یہی آج میرے خطبے کا موضوع ہے، یعنی ایسا قرب جو نیک لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، جو بندہ سچے دل سے اللہ کو پکارتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے،

اس سے محبت کرتا ہے اور ہر عمل اسی کے لیے مخلص ہو کر کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنے بہت زیادہ قریب کر لیتے ہیں۔ یعنی وہ مولا و داتا پھر اس سے محبت کرتا ہے، اس کی خاص مدد کرتا ہے، اس کی نصرت و تائید کے لیے ملائکہ کی مقدس جماعت بھیجتا ہے اور اس کے اٹھنے والے ہاتھوں کو اور منہ سے نکلنے والی دعاؤں کو پورا کر دیتا ہے۔ اپنے بندے کی زندگی کو ایمان کی حلاوت اور اپنے قرب کی چاشنی سے بھر دیتا ہے اور یہ قرب صرف انہی کو نصیب ہوتا ہے جو ہر گناہ سے بچ کر ہر چھوٹی بڑی نیکی کرنے کا سچا جذبہ رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال میں آگے بڑھنے والوں کو اپنے مقربین میں شامل فرمایا ہے۔ جیسا کہ اعلانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (واقعة: 11,10)

”(نیک اعمال میں) سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں! یہی لوگ مقرب ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ بالکل واضح فرما دیا کہ ہمارے مقربین کی صف میں وہی لوگ شامل ہوتے ہیں جو نیک اعمال اور اخلاص میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور ہماری تابعداری میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں۔

اسی طرح جب مائی مریم علیہا السلام کو بیٹے کی بشارت سنائی تو فرمایا: ملنے والا بیٹا کئی ایک کمالات کا مالک ہوگا اور ہمارے مقربین میں سے ہوگا جیسا کہ سورۂ آل عمران میں آتا ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ (آل عمران: 45)

”جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے۔ اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا اور آخرت میں مرتبہ والا

ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں ہوگا۔“

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور کئی خوش نصیب اللہ تعالیٰ کے مقربین ہیں۔ یعنی کہ جن کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمۃ اللہ علیہ محبت اور نصرت کے حد درجہ قریب ہیں۔

اللہ کے بہت قریب ہوتے ہوئے گمراہی آ گئی:

ہمیشہ سے سمجھ دار اور دانا لوگ اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کے لیے محنتیں کرتے رہے اور کئی تو قرب الٰہی کی تلاش میں اس قدر گمراہ ہو گئے کہ شرک کی آخری حدوں تک پہنچ گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ قرب الٰہی کی منزل بڑی حساس ہے، قرآن اور تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان ایسے ہیں جو قرب کی تلاش میں نکلے اور شیطان نے ان کو شکار کر لیا۔ غیر شرعی اور خود ساختہ اعمال کی وجہ سے اللہ کے مقرب بننے کی بجائے وہ مشرک اور بدعتی بن گئے۔ آپ حیران ہوں گے کہ مشرکین مکہ اللہ کے علاوہ غیروں کو صرف اسی لیے پوجتے تھے تاکہ وہ ان کے ذریعے اللہ کے بہت زیادہ قریب ہو جائیں۔

قرآن مجید اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر:3)

”اور جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب کر دیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے قرب کی تلاش میں کئی لوگ اللہ کے شریک بنا بیٹھے۔ اور آج ہمارے ملک میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے کہ لوگ اللہ کے قرب کی تلاش میں درباروں، مزاروں اور خانقاہوں کا رخ کرتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ قرب کی

بجائے شرک کر بیٹھتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے اللہ کے قرب سے دھتکار دیے جاتے ہیں۔

کیا مال واولاد والے اللہ کے قریب ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن مال کی کثرت اور بیٹوں کا زیادہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہے، کیونکہ اس کے پاس مال اور اولاد زیادہ ہے۔ دور جاہلیت کی طرح آج بھی کئی لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں اور وہ سمجھتے ہیں چونکہ ہم بہت زیادہ خوش حال اور صاحب اولاد ہیں لہٰذا ہم اللہ کے اور اللہ ہمارے بہت زیادہ قریب ہے۔ جبکہ قرآن اور تاریخ کا مطالعہ اس غلط فہمی کو بھی دور کرتا ہے کہ مال واولاد کی کثرت قرب الٰہی کی ہرگز ہرگز دلیل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے ہر گناہ چھوڑ کر نیک اعمال کی وادی کی طرف رواں دواں ہونا پڑتا ہے۔ اللہ رب العالمین کے مبارک کلمات سمجھ کر لے جائیں تاکہ یہ غلط فہمی بھی دور ہو جائے:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَھُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ○

(سبا: 37،36)

”فرما دیجیے! میرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جن سے تم ہمارے ہاں مقرب بن سکو۔ ہاں! جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے (وہ مقرب بن سکتا ہے) یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کا دُگنا صلہ ملے گا اور وہ

2040

بالا خانوں میں اطمینان سے رہیں گے۔"

سامعین کرام......!

دو باتیں واضح ہو گئیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے اولیاء کو اللہ کا شریک نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی مال اور اولاد کی زیادتی اللہ کے قرب کی دلیل ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر اللہ کے قریب ہونے کا آسان اور صحیح راستہ کون سا ہے؟ کہ جس پر چلنے سے انسان شیطانی چالوں سے بھی بچ جائے اور وہ بڑی جلدی قرب الٰہی کی منازل طے کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین کی صف میں شامل ہو جائے تو آیئے! اس سوال کا حل ایک ایسی ہستی سے پوچھتے ہیں جو کائنات کی اقدس اور مقدس ہستی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ جتنا قرب انہیں نصیب ہوا ہے کوئی برگزیدہ رسول بھی وہ قرب نہ پا سکا ہو۔

اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونے کا آسان طریقہ:

آج کے خطبہ جمعۃ المبارکہ میں میں آپ کے سامنے پانچ ایسے اعمال بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جن کے متعلق قرب الٰہی کی معراج کو پہنچنے والے آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَقْرَبُ اِلَی اللّٰهِ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور آپ ﷺ نے ایسے اعمال کرنے والے کو زبان نبوت و رسالت سے ضمانت، تصدیق اور گارنٹی دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہے۔ ہماری گمراہی کی وجہ ہی یہی ہے کہ ہم بیان کردہ اور نشان دہی کردہ نیک اعمال کو چھوڑ کر اپنی طرف سے خود ساختہ پگڈنڈیوں پر چل نکلتے ہیں اور نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ پوری توجہ سے پانچ اعمال سماعت فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہو کر اپنی زندگی سے لطف اٹھائیں۔

❶ فرائض ونوافل کی پابندی:

فرائض ونوافل سے اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور اس

قدر قریب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا خاص قرب عطا کرتے ہوئے اس سے محبت فرماتے ہیں۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، حدیث قدسی ہے:

وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهُ

(صحیح البخاری۔کتاب الرقاق، التواضع: 65/2)

''میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے کوئی بھی عبادت مجھ کو فرائض سے زیادہ پسند نہیں (یعنی فرائض مجھے بہت زیادہ پسند ہیں اور یہی میرے قرب کا اصل ذریعہ ہیں) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے اس قدر زیادہ قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔''

سامعین کرام......!

اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونے کے لیے اس حدیث کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حرام اور گناہ چھوڑ کر فرائض کی ادائیگی اور پابندی یہ اللہ کے قرب کی یہ پہلی اینٹ ہے اور اس کے بعد نوافل کی کثرت سے مسلمان قرب الٰہی کی معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ حتی کہ عرش وفرش کا مالک اپنے بندے سے پیار اور محبت شروع کر دیتا ہے اور اس کی دعائیں قبول کرتا ہے، پریشانیاں دور کرتا ہے اور اپنے قرب کی وہ لذت نصیب کرتا ہے کہ جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس حدیث کی روشنی میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ فرمائیں! آپ کس قدر فرائض کے پابند اور نوافل وسنن کے شائق تھے اور آپ کے بعد اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسی طرح تمام اللہ کے سچے مقربین آپ کو فرائض کے پابند اور نوافل میں جی لگانے والے نظر آئیں گے۔ سید الائمہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دن رات میں 100 سے زیادہ نوافل پڑھا کرتے تھے اور جب آپ کو قرآن کا دفاع کرتے ہوئے کوڑے لگائے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ باوجود کمزوری اور درد کے متواتر نوافل ادا کرتے رہے حتی کہ آپ

کا بیٹا آپ کو قیام میں کھڑا کرتا اور تشہد میں بٹھا دیتا تھا۔ (مناقب احمد: 373)

پیارے بھائیو......!

قرب الٰہی کے طالب چوکوں، چوراستوں اور بازاروں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے بلکہ مصلّوں پہ قیدی بن کے کھڑے ہوتے ہیں اور جی بھر کر اللہ کے قرب سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ نوافل میں کس قدر برکات ہیں۔

آیئے......! خودساختہ طریقوں کو چھوڑ کر فرائض کی پابندی کریں اور نوافل کو کثرت اور شوق سے ادا کریں تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا صحیح قرب نصیب ہو۔ مولا وداتا تو ہمارے قریب ہے مگر افسوس کہ ہم دنیا میں ایسے کھو گئے کہ ہم نے اس کے قرب کے لیے توجہ ہی نہ کی وہ تو محبت بھرے انداز میں پکار پکار کر کہتا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ: 186)

”اور جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، وہ ضرور میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔“

② رات کا آخری پہر:

صحیح البخاری کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالیٰ رات کے آخری پہر میں آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور آمد کا مقصد صرف اور صرف معافی مانگنے والوں کو معاف کرنا، دکھیوں کے دکھ دور کرنا، بیماروں کو شفا دینا اور اپنے بندوں کی خاص مدد کرنا ہوتا ہے۔ لیکن وائے ناکامی! کہ جب عرش وفرش کا مالک ہماری درخواستیں لینے کے لیے آسمان دنیا پر ہمارے

بہت قریب آیا ہوتا ہے تو ہم نیند کے مزوں میں مست ہوتے ہیں۔

سامعین کرام......!

بندہ اللہ کے اور اللہ بندے کے حد درجہ قریب ہوتا ہے بشرطیکہ بندہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو اور اللہ کی یاد میں کھویا ہوا ہو۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَذْكُرُاللّٰه فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ

(جامع ترمذی۔ الدعوات: 3579، مسند الشامیین: 3/149 حدیث: 1969، کنزالعمال: 3/100 حدیث: 3328، صحیح الترغیب: 2/131-حدیث: 1647، صحیح الجامع الصغیر: 1173)

”رات کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ بندے کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اگر تجھ میں طاقت ہو کہ تو اس گھڑی ان لوگوں میں سے ہو جا جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا لازمی کر۔“

فرائض اور نوافل کے بعد اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہونے کے لیے افضل ترین وقت سحری کا وقت ہے۔ چاہے انسان وتر یا دو نفل ہی ادا کر لے۔ نیک لوگوں کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ وہ فجر سے قبل ہمیشہ بیدار اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہی پائے گئے ہیں۔ طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ سحری کے وقت ایک آدمی سے ملنے کے لیے گئے تو وہ صاحب سو رہے تھے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

”میں نہیں سمجھتا کہ کوئی سحری کے وقت بھی سو سکتا ہے۔“

(حلیۃ الاولیاء: 4/6)

سامعین کرام......!

آج ہماری آوارگی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا عالم یہ ہے کہ رات ایک بجے تک

ہم پارکوں، بازاروں اور ہوٹلوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا بندوں سے قریب ہونے کا وقت شروع ہوتا ہے تو ہم آرام سے بستروں پر سو جاتے ہیں۔ بدعملی کی صورت حال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی رات دن میں تبدیل ہو چکی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانے اور رونے کی بجائے آوارگی یا غفلت میں اپنے وقت کو برباد کر دیتے ہیں۔ اللہ سے دوری کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں کہ سوائے نحوست اور بیماریوں کے ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آیئے......! اس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذتوں کو حاصل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس وقت نماز پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے، تلقین فرمائی اور حکم دیا ہے اور کئی ایک فوائد بیان کیے ہیں۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ إِلَى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْإِثْمِ

(جامع ترمذی۔قیام اللیل: 3549)

”رات کے قیام کو لازم پکڑو! کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ تقرب الی اللہ، برائیوں کا کفارہ اور گناہوں سے رکنے کا ذریعہ ہے۔“

اس حدیث میں بھی قیام اللیل کو اللہ کے قرب کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور اللہ تو بندے کے قریب ہی ہے لیکن بندہ ہی اپنے اللہ کے خاص قرب کو حاصل کرنے کے لیے شریعت کے مطابق محنت نہیں کرتا۔

قرب اور پیار کی انتہا:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيَضْحَكُ إِلَيْهِمْ وَيَسْتَبْشِرُ بِهِمْ

”تین خوش نصیب ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن سے محبت کرتا ہے اور ان کی

طرف دیکھ کر مسکراتا ہے اور ان سے خوش ہوتا ہے۔''

اور ان تینوں میں دو خوش نصیب ایسے ہیں جو آخری پہر اللہ کے سامنے قیام کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ لَهُ امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ وَفِرَاشٌ لَيِّنٌ حَسَنٌ فَيَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ

''وہ شخص جو اپنی خوبصورت بیوی اور نرم بستر کے باوجود رات کو قیام کرتا ہے۔''

اور دوسرا وہ شخص جو باوجود لمبے سفر اور تھکاوٹ کی وجہ سے چکنا چور ہوتا ہے لیکن وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سحری کے وقت بیدار ہوتا ہے اور اللہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔

(مستدرک حاکم: 1/25، سلسلہ احادیث صحیحہ: 3478)

سامعین کرام......!

یہ تھوڑی سی زندگی اللہ کے قریب رہ کر گزار دیں۔ اس کے فائدے ہی فائدے ہیں۔ قادرِ مطلق اور شہنشاہِ مطلق اللہ تعالیٰ نے تو بڑے ہی بہترین پیرائے میں اپنے قریب ہونے کا ذکر فرمایا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ: 186)

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، وہ ضرور میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔''

میں پھر عام فہم انداز میں دعوت دینا چاہتا ہوں:

وضو کر کے آ جا جلد مصلے تے
کر بھروسہ اِکو رب اکلّے تے

ہے ایہو طریقہ پاک محمد ﷺ عربی دا

اٹھ کے کر لے کم تو رب دی مرضی دا

جو کوئی بندہ رب اگے آن کھلوندا اے
سر سجدے وچ رکھ کے تے رب اگے روندا اے
قدر کردا اے رب وی اُسدی عرضی دا
اٹھ کے کر لے کم تو رب دی مرضی دا

چھم چھم رو رو کے سوہنے نوں منا لے توں
دین تے دنیا سب خزانے پا لے توں
ہو جا پابند نماز نفلی فرضی دا
اٹھ کے کر لے کم تو رب دی مرضی دا

اس دے نال پیار سچا جو پاؤندے نیں
کدی وی نئیں اوسوں کے رات نکھوندے نیں
کر دے نئ بہانہ گرمی سردی دا
اٹھ کے کر لے کم تو رب دی مرضی دا

3 سجدے کی حالت:

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کا جھکنا بہت زیادہ پسند ہے۔ جھکنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں اونچا کر دیتے ہیں۔ ہماری شریعت میں سجدہ صرف اللہ ہی کے لائق ہے اور یہ بندے کی طرف سے عاجزی کی انتہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ بلکہ بندہ جب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام الساجدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (علق: 19)

''سجدہ کر اور قریب ہو جا!''

سجدوں سے قرب ملتا ہے۔ قرب الٰہی ہی حقیقت میں زندگی ہے۔ امام المحدثین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوْا الدُّعَاءَ

(صحیح مسلم۔الصلاۃ: 482)

''بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے،

(سجدہ میں) بہت زیادہ دعا کرو۔''

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبے لمبے سجدے کیا کرتے تھے اور سجدوں میں خوب رو رو کر دعا کیا کرتے تھے۔ سجدوں کا رونا اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کا ذریعہ ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک صحابی تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! کوئی ایک ایسا عمل بیان فرمائیں جو میں ہمیشگی سے کیا کروں، کیونکہ سجدہ قرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثِرْ مِنَ السُّجُوْدِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ مُّسْلِمٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً

(مسنداحمد: 3/428، طبقات ابن سعد: 7/508، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 1519)

''سجدے زیادہ کیا کر! کیونکہ جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے ہیں اور اس کی خطا مٹادیتے ہیں۔''

سامعین کرام......!

سجدہ عبادت کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور اس حالت میں بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ صاحبِ دل کیا خوب ترجمانی کرتا ہے:

جیڑی اکھ جگراتے کٹ دی نئیں

سر سجدے اٹھرو سٹ دی نئیں

ایسی اکھ نوں ذرا سمجھا دے توں

دل قدسیاں دے تڑپا دے توں

جدوں ڈگدا اے سر زمین اُتے

رگڑ پیندی اے عرشِ بریں اُتے

فرشتے لکھ لین اجر مبین اُتے

تیری پاک جبین جھکانے نوں

اللہ دے دیدار دیوانے نوں

پا دے خیر تو اس پروانے نوں

4 گھر میں ٹھہرنے والی عورت:

ہمارے دین نے عورت کو گھر کی چار دیواری کی ملکہ بنایا ہے۔ اسلام ہی عورت کی عزت کا محافظ اور نگران ہے۔ پردے اور شرم وحیاء کا درس دے کر اسلام ہی نے عورت کی عزت وعظمت اور مقام کو چار چاند لگا دیئے۔ جو عورت اپنے گھر میں قرار پکڑتی ہے اور گھر میں ٹھہرتی ہے وہ حقیقت میں رب تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتی ہے۔ گھریلو خاتون کا گھر میں ٹھہرے رہنا یہ بھی قربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ وَاَنَّهَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَاِنَّهَا اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ اِلَى اللّٰهِ وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا

(المعجم الكبير: 10/108 حديث: 10115 حديث صحيح)

"عورت پردہ ہے اور جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کا پیچھا کرتا ہے اور عورت اس وقت اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہو۔"

اور صحیح ابن خزیمہ کے الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَاَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا

(صحیح ابن خزیمه: 1685، ارواء الغلیل: 273)

”عورت پردہ ہے اور جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کا پیچھا کرتا ہے اور عورت اس وقت اپنے رب کی رضا کے زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہو۔“

ذی وقار سامعین......!

شریف اور نیک عورت کے لیے اس سے بڑھ کر اعزاز کیا ہو سکتا ہے کہ اس کا گھر میں ٹھہرنا ہی اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ لیکن صد افسوس! کہ آج کچھ آوارہ منش مردوں اور بے حیا عورتوں نے نوجوان نسل کو ننگے منہ دفتروں اور بازاروں میں لا کر غیر محرموں کے ساتھ بٹھا دیا ہے اور آج مسلمان کی بیٹی اشتہار بن کے رہ گئی ہے۔ آپ کسی بھی مین بازار یا چوک سے گزریں آپ کو عورتوں کی تصاویر نمایاں نظر آئیں گی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بازاروں میں ننگے منہ چلنے والی عورتوں اور بن سنور کر نکلنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور پھر ستم در ستم یہ ہے کہ آوارہ مزاج عورتیں اللہ والی نیک خواتین اور گھر میں ٹھہرنے والی پاکیزہ عورتوں کو شدت پسند اور انتہا پسند کہہ کر اپنی آخرت برباد کرتی ہیں۔

سلام ہو ایسی بیٹی، بہن اور ماں پر......! جو اس گئے گزرے دور میں بھی شرم و حیا کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھی ہے۔ بازار جانے کا شوق ہے اور نہ ہی غیر محرموں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی واسطہ، یہی وہ عورتیں ہیں جو رب کے قریب ہیں اور اللہ ان کا قدر دان ہے۔

شاعر مشرق کا خوبصورت جواب:

ایک دفعہ شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ کو ایک بڑی تقریب میں اہلیہ سمیت مدعو

کیا گیا۔ لیکن علامہ اقبال اکیلے تقریب میں تشریف لے گئے۔ میزبان کہنے لگا: علامہ صاحب! آپ کو اہلیہ سمیت دعوت تھی لیکن آپ اکیلے تشریف لے آئے.....؟ علامہ صاحب فرمانے لگے: میری اہلیہ پردہ کرتی ہے۔ وہ جواب میں کہنے لگا: علامہ صاحب! وہ آکر لیڈیز روم میں بیٹھ جاتیں۔ ہم نے خواتین کے لیے الگ اہتمام بھی کیا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جواب میں فرمانے لگے: بھائی! میری بیوی بے پردہ عورتوں سے بھی پردہ کرتی ہے۔

سامعین حضرات......!

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اپنی بہو، بیٹیوں کو بے پردہ عورتوں سے بھی پردہ کروایا جائے تاکہ وہ بری عورتوں کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ صد افسوس! ایسے دیوث مسلمانوں پر کہ جو اپنی جوان بیٹیوں کو دفتروں میں غیر محرموں کے ساتھ بٹھا دیتے ہیں اور کبھی ان کو غیرت تک نہیں آئی کہ میں چند ٹکوں کے لیے کس قدر بے غیرتی کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ یاد رکھو! جو شخص اپنی کسی بھی عزیزہ کو غیر محرموں کے ساتھ ملازمت کرواتا ہے وہ یقین کر لے کہ وہ اس کی کمائی نہیں بلکہ مردار کھا رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنی اجازت ہے کہ محکمہ خواتین میں جہاں شرم وحیا کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہوں وہاں ملازمت کر لے۔

5 والدہ کی خدمت:

والدہ سے نیکی کرنا بہت بڑا نیک عمل ہے ایک موقع پر جہاد کی اجازت طلب کرنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلِهَا

(مسند احمد: 24/299۔ حدیث: 15538)

''اپنی ماں کی خدمت کو لازم پکڑ جنت اس کے قدموں تلے ہے۔''

ماں کی خدمت بہت بڑا عظیم عمل ہے اور یہ نیک عمل انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ

کے بہت زیادہ قریب کر دیتا ہے۔ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں نہیں جانتا کہ والدہ کی خدمت سے بڑھ کر کوئی ایسا عمل ہو جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرے۔ ماں کی خدمت قرب الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔''

خطبہ کے آخر میں مَیں آپ کو یہی بات سمجھا کر بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس عراق سے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا:

إِنِّيْ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَأَبَتْ أَنْ تَنْكِحَنِيْ وَخَطَبَهَا غَيْرِي فَأَحَبَّتْ أَنْ تَنْكِحَهُ فَغِرْتُ عَلَيْهَا فَقَتَلْتُهَا فَهَلْ لِّيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ أُمُّكَ حَيَّةٌ قَالَ لَا قَالَ تُبْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَتَقَرَّبْ إِلَيْهِ مَا اسْتَطَعْتَ فَذَهَبْتُ فَسَئَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ لِمَ سَأَلْتَهُ عَنْ حَيَاةِ أُمِّهِ فَقَالَ إِنِّيْ لَا أَعْلَمُ عَمَلاً أَقْرَبَ إِلَى اللّٰهِ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَةِ

(الادب المفرد۔حدیث: 4، صحیح الادب المفرد بتحقیق الالبانی۔ص: 34 حدیث: 4، سلسلة الاحادیث الصحیحة: 2799۔ص: 711)

''میں نے ایک عورت کو منگنی کا پیغام بھیجا اس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور میرے علاوہ ایک اور نے منگنی کا پیغام بھیجا تو اس نے اس سے نکاح کرنا چاہا مجھے اس پر بہت زیادہ غیرت آئی تو میں نے اس کو قتل کر دیا۔ کیا میری کوئی توبہ ہے......؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں زندہ ہے اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: عزت اور بزرگی والے اللہ کی طرف رجوع کر اور اس کے قریب ہو۔ عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ پوچھنے کے لیے آیا کہ آپ نے اس سے اس کی ماں کے بارے میں کیوں پوچھا تھا......؟ آپ رضی اللہ عنہما فرمانے لگے:

میں نہیں جانتا کہ ماں کے ساتھ نیکی کرنے سے بڑھ کر کوئی اور عمل ایسا ہو جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب کر دے۔"

سامعین حضرات......!

بے سمجھ ہیں وہ لوگ جو اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونے کے لیے اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگلوں کا رخ کرتے ہیں۔ قبرستانوں میں چلّے کاٹتے ہیں اور طرح طرح کی جعل سازیوں سے اللہ کی ناراضی مول لیتے ہیں۔ اگر آپ میں سے کسی نے اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونا ہو تو وہ اپنی ماں کے بہت زیادہ قریب ہو جائے۔ اس کی خدمت اور فرمانبرداری کو لازم پکڑے، اس کی ضرورت کا خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ ماں کے خدمت گزار کو اپنے بہت زیادہ قریب کر لیتے ہیں اور جن لوگوں نے ماں کی قدر و قیمت کو سمجھا ان کی قدر دانی اور تابعداری کا انداز یہ تھا کہ حلیۃ الاولیاء میں حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار کا بیان ہے:

مَا رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِيْنَ يُكَلِّمُ اُمَّهٗ قَطُّ اِلَّا وَهُوَ يَتَضَرَّعُ

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء 2/273)

"محمد بن سیرین جب بھی اپنی والدہ سے بات کرتے تو حد درجہ لاچاری، بے بسی اور انکساری سے بات کرتے۔"

والدہ کی قدر پہچاننے والے فرمانبردار جوانوں کی سیرت پڑھی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نافرمانی تو درکنار وہ بات کی آواز میں بھی والدہ کی آواز سے برابری نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنی آواز تک کو پست رکھتے۔ ابن عون رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے:

اَنَّهٗ نَادَتْهُ اُمُّهٗ فَاَجَابَهَا فَعَلَا صَوْتُهٗ صَوْتَهَا فَاَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ

(حلیۃ الاولیاء: 3/39)

"ان کو ان کی ماں نے آواز دی تو انہوں نے جواباً اسی طرح اونچی آواز میں جواب دے دیا، تو بعد میں دو غلام آزاد کیے۔"

یعنی جلدی سے نا چاہتے ہوئے اونچی آواز سے جواب دینا بھی یہ لوگ احترام اور عزت کے خلاف سمجھا کرتے تھے۔ لیکن آج بلاوجہ والدین کو ستایا جاتا ہے اوران کے خلاف برملا زبان کھولی جاتی ہے۔

میں نے ایک اور محدث کے بارے میں پڑھا ہے وہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ مَا ارْتَقَیْتُ سَطْحَ بَیْتٍ وَوَالِدَتِیْ فِی الْبَیْتِ لِئَلَّا ارْتَفَعَ مِنْهَا (کتب سیر المحدثین)

''اللہ کی قسم! جب میری والدہ گھر میں ہوتی تو میں گھر کی چھت پر نہیں چڑھتا تھا کہ کہیں ماں سے اونچا نہ ہو جاؤں۔''

سامعین کرام......!

اللہ کے بہت زیادہ قریب ہونے کے لیے اپنی والدہ کے خدمت گزار بنیں۔ کوئی شخص اس وقت تک اپنی والدہ کا خدمت گزار نہیں بن سکتا جب تک وہ ادب کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ خاطر نہ رکھے اور احترام کے تمام تقاضوں کو پورا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے بہت قریب ہیں جو والدہ کا خدمت گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہی فرمایا ہے کہ اگر تم میرا خصوصی قرب چاہتے ہو تو میرے احکامات کی پیروی کرو، میری بتلائی ہوئی باتوں پر عمل کرو میں تمہیں اپنے قرب کی چاشنی عطا کروں گا۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

(سورة البقرہ: 186)

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، وہ ضرور میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔''

قرب پانے والوں کا انجام:

اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے دنیا میں بھی کامیاب وکامران ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لیے بے مثال مہمان نوازی کا اہتمام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: اگر فوت ہونے والا ہمارے مقربین میں سے ہے، تو پھر اس کے لیے راحت ہی راحت اور جنت ہی جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیار بھرے انداز پر غور فرمانا:

فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِيْمٍ ○

(واقعہ: 89،88)

''ہاں! اگر وہ مرنے والا مقربین سے ہو تو اس کے لیے راحت، عمدہ رزق اور نعمتوں والی جنت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے جنت میں بھی بہاروں کے حقدار ہوں گے۔ پھر آخر میں شاعر کی زبان میں محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں:

وچ جنتاں دے عجب نظارے ہون گے
اودیاں رحمتاں دے چلدے فوارے ہون گے
اتھے جھکن والے چہرے اوتھے سارے ہون گے
او کِڈا سوہنا ویلا دل بہار ہووے گا
جدوں جنت وچ رب دا دیدار ہووے گا
سب ویکھن والے مقرب پیارے ہون گے
وچ جنتاں دے عجب نظارے ہون گے
اودیاں رحمتاں دے چلدے فوارے ہون گے
اتھے جھکن والے چہرے اوتھے سارے ہون گے

☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بیان کردہ تمام اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے! تاکہ ہم صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی صف میں شامل ہو کر دنیا کی کامیابی اور جنت کی مہمانی حاصل کریں۔

سبحان ربك رب العزت عما يصفون
وسلم على المرسلين والحمدلله رب العالمين
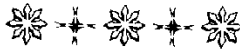
خطبہ نمبر
3
نیک لوگوں کی زندگی کا اصل سرمایہ

نیک لوگوں کی زندگی کا اصل سرمایہ

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (صافات: 87)

''تمہارا رب العالمین کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حد درجہ مہربان اور رحیم ہیں اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ جیسا کہ معروف حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ

''بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آگئی ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بہت زیادہ خیرخواہ اور ہمدرد بھی ہیں۔ کہ کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو نہیں چھوڑتے، جب بھی بندہ پلٹ کر اپنے اللہ کی طرف آنے کا ارادہ کرے تو وہ سالہا سال سے بغاوتیں کرنے والے کو اپنے قریب کر لیتے ہیں اور اس کی ساری زندگی کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور جو سچے دل سے صلح کر لے اس کی سیئات کو بھی حسنات میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ ایسی بے مثال ذات اور ایسے باکمال پروردگار سے ہمیشہ اچھی امیدیں ہی وابستہ رکھنی چاہئیں۔ بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی اس سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے۔

حسن ظن ہی زندگی کا اصل سرمایہ ہے۔ شروع ہی سے یہ سرمایہ نیک لوگوں کے حصہ میں بہت زیادہ آیا ہے۔ اللہ والے حالات کی تنگی کے باوجود کبھی بھی اللہ پر بدگمان نہیں ہوئے۔ آج بحیثیت مسلمان ہمارا بھی سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ ہم اپنے اللہ کے متعلق اچھا گمان رکھیں اور کبھی بھی بدگمانی کا خیال تک نہ آنے دیں۔

حسنِ ظن ہی اصل سرمایہ ہے:

درہم ودینار کسی کو میراب نہیں کرتے، ہمیشہ اللہ والے حسن ظن کی دولت سے ہی سیر اور سیراب ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص کا یہی معنی ومفہوم ہے کہ مومن کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ اچھا گمان ہے۔ جس مسلمان کے پاس حسن ظن کی دولت نہیں اس کے پاس کچھ نہیں، وہ ہمیشہ کے لیے ناکام اور ذلیل ہی ذلیل ہے۔

سید الفقہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهُ مَا اُعْطِيَ عَبْدٌ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهُ مَا يُحْسِنُ عَبْدٌ بِاللّٰهِ الظَّنَّ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْخَيْرَ فِيْ يَدِهٖ

(مجمع الزوائد: 10/148، حسن الظن بالله لابن ابی دنیا۔ص: 60)

''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھے گمان سے بہتر دولت نہیں دیا گیا اور اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کہ بندہ اللہ کے متعلق جو اچھا گمان کرتا ہے اللہ وہی کچھ اسے عطا کر دیتے ہیں کیونکہ خیر کے سب خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں۔''

دو موقعوں پر شیطان کی کوشش:

شیطان ہمیشہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ناامید اور بدگمان کرنے کے لیے انتھک کوشش کرتا آیا ہے ہر آزمائش اور مصیبت میں انسان کو یہی سوچ دینے کی کوشش کرتا ہے کہ تیرا رب تیرا خیال نہیں رکھتا، تیرا اللہ تیری ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا، تیرا اللہ تیری دعائیں نہیں سنتا، تیری طرف اللہ کی کوئی نظر کرم ہی نہیں ہے اور زندگی میں دو موقعے ایسے آتے ہیں کہ جب شیطان انسان کی ساری نیکیاں ضائع کرتے ہوئے اس کے اصل سرمائے کو چوری کر لیتا ہے:

1. جب مسلمان کے دل کی شدید خواہش پوری نہ ہو، مثال کے طور پر بندہ یہ چاہتا ہے کہ مجھے اولاد ملے لیکن کئی سال گزرنے کے باوجود وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہتا ہے یا بندے کے دل کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ مجھے فراخی والا رزق ملے اور اچھی جگہ پر میری ملازمت ہو لیکن باوجود محنت اور کوشش کے کچھ اس کے ہاتھ نہیں آتا، یا عرصے سے بیمار ہے باوجود دعاؤں اور دوائیوں کے شفا نہیں ملتی...... ایسے موقعے پر شیطان کندھوں پر

آ جاتا ہے اور آ کر یہی وسوسات اور خیالات دل میں ڈالتا ہے کہ دیکھ تیرا اللہ تو تیری سنتا ہی نہیں......؟ کتنے عرصے سے تو مانگ رہا ہے اللہ تعالیٰ کی تو تیری طرف توجہ ہی نہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے سمجھدار لوگ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور قدم قدم پر اپنے رحمان ورحیم مولا وداتا کے گلے وشکوے کرتے ہیں۔

❷ جب مسلمان کا کوئی مالی یا جانی نقصان ہو جائے مثال کے طور پر اولاد یا والدین میں سے کوئی پیارا فوت ہو جائے یا دوران سفر آدمی حادثات کا شکار ہو جائے یا کوئی بھی اور آفت آ جائے تو ایسے موقعے پر بھی شیطان پوری طرح داؤ لگانے کی کوشش کرتا ہے اور دل ودماغ میں یہی خیالات ڈالتا ہے کہ دکھوں کے لیے تو ہی رہ گیا ہے......اور اللہ معاف فرمائے کئی بدعقیدہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں ”پتہ نہیں اللہ کو صرف ہم ہی نظر آتے ہیں؟“ اور بندہ جگہ جگہ پر اللہ تعالیٰ کے گلے شکوے کرتا ہے اور اپنے رب سے بدگمان ہو جاتا ہے جب کہ کسی موقع پر بھی اللہ تعالیٰ سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر دم اور ہر قدم پر خیر کی امید رکھنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔

مشرک اور منافق ہی بدگمان ہوتے ہیں:

قرآن مجید نے علی الاعلان یہ مسئلہ واضح کر دیا ہے کہ کڑے وقت اور مشکل حالات میں ہمیشہ شرک اور نفاق کی بیماری میں مبتلا لوگ ہی اللہ تعالیٰ پر بدگمان ہوتے ہیں۔ وہ ذات الٰہ کے بارے میں طرح طرح کی موشگافیاں کرتے ہیں۔

رب العالمین کا فرمان پوری توجہ سے سماعت فرمائیں:

وَيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّلَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ (فتح:6)

”اور تا کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے ساتھ برے گمان رکھتے ہیں برائی کی گردش انہی پر ہے اور ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان پر اس نے لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔“

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ پر بدگمان ہونا یہ مشرکین اور منافقین کا کام ہے اور یہی بدگمانی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا عذاب ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں بھی جو لوگ منافق تھے وہ حالات کی تنگی میں اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی کی باتیں کیا کرتے تھے۔ غزوہ احزاب کے موقع پر جب ہر طرف سے دشمنان اسلام اہل اسلام کو مٹانے کے لیے ٹوٹ پڑے تو منافقین کا بدگمانی والا ناپاک عقیدہ سامنے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن سے ان منافقین کا بدگمانی والا ناپاک عقیدہ سماعت فرمائیں:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا ○ (احزاب: 10-12)

”جب وہ تم پر چڑھ آئے، تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے اور جب آنکھیں کھل گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان والے امتحان میں ڈالے گئے اور بالکل ہلا دیئے گئے اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ صرف فریب تھا۔“

اسی طرح ایک موقع پر اللہ تعالیٰ بدگمانی کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَطَائِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (آل عمران: 154)

''اور ایک جماعت وہ تھی ان کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ کے بارے میں خلاف حقیقت گمان، جاہلیت کے گمان کر رہے تھے۔''

بظاہر اسلام کا دعویٰ کرنے والے اور دل سے اسلام کی مخالفت کرنے والے کڑے حالات میں اور دشمن کے حملہ کے موقعے پر بدگمان ہوتے رہے جب کہ سچے مسلمانوں کا بے مثال کردار جو کہ اچھے گمان کی دولت سے مزین تھا اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ○ (احزاب: 22)

''اور جب ایمان والوں نے فوجوں کو دیکھا وہ بولے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا اور اس نے ان کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ کر دیا۔''

سامعین کرام......!

یہ تمام آیات سنانے اور سمجھانے کا صرف اور صرف یہی مقصد ہے کہ آزمائش کے موقعے پر ہم کو منافقین جیسا کردار پیش نہیں کرنا چاہیے، بلکہ دلی اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے کہ وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

شیطان کی طرف سے ایک عجیب بدگمانی:

شیطان کا کام ہی اللہ تعالیٰ سے بدظن کرنا ہے وہ ہمہ وقت انسان کو رحمٰن سے بدگمان کرنے کے لیے اس کے ذہن میں غلط وسوسات ڈالتا رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ

نعمتوں کی فراوانی کرتا ہے اور آدمی کوٹھی اور بنگلوں کا مالک ہوتا ہے تو وہ یہ سمجھنا شروع کر دیتا ہے کہ اب میرے پاؤں مضبوط ہیں مجھے پوچھنے والا کون ہے......؟ میں جو چاہوں کروں مجھے میرے مضبوط قلعوں سے کون ہٹا سکتا ہے......؟ لیکن اللہ تعالیٰ کا قرآن اس بات پر شاہد ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی پکڑ آئی کہ وہ کبھی اس کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اسی بدگمانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (حشر:2)

''وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے پھر اللہ ان کو وہاں سے پہنچا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا۔''

معلوم ہوا بڑے بڑے بنگلوں میں رہ کر بھی یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اب ہم ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے ہیں بلکہ بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کی پکڑ کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

شیطان کی ایک اور بدگمانی:

جہاں وہ مشکل حالات اور خوش کن حالات میں انسان کو بدگمان کرنے کے لیے محنت کرتا ہے وہاں وہ نارمل حالات میں بھی دل و دماغ میں یہ بدگمانیاں پیدا کرتا ہے کہ جو مرضی کر لے تجھے کون دیکھ رہا ہے......؟ بند کمرے میں تیری حرکات و سکنات کسی کے علم میں نہیں ہیں۔ انسان اس بدگمانی کا شکار ہو کر جی بھر کر گناہ کرتا ہے اور بالآخر جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی بات کا ذکر سورۂ فصلت میں فرمایا:

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ○

(حٰم سجدہ: 23،22)

''لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے ان اعمال کو نہیں

جانتا جو تم کرتے ہو اور تمہارے اس گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کر دیا پس تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔''

سامعین کرام! اللہ کے بارے میں یہ گمان کر لینا کہ میرا باطن اس پر پوشیدہ ہے یہ بہت بڑی بدگمانی ہے اور یہی بدگمانی انسان کے لیے ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

تمام گناہوں کی اصل جڑ:

جب انسان اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہوتا ہے، عرش والے سے ٹوٹتا ہے تو پھر بری طرح بکھر جاتا ہے۔ گناہ اور مایوسیاں ایسے شخص کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں اسی لیے قرآن وحدیث ہماری یہی تربیت کرتے ہیں کہ عرش والے رحیم وکریم سے باوجود تنگی کے اچھا گمان ہی رکھو اور یہی بات قرآن کے ذریعے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں:

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (صافات: 87)

''تمہارا رب العالمین کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

مقروضو! تمہارا رب کے بارے میں کیا خیال ہے......؟ بیمارو! تمہارا رب کے بارے میں کیا خیال ہے......؟ کاروبار اور اولاد کی پریشانی میں رہ کر تمہارا رب کے بارے میں کیا خیال ہے......؟ مصیبتوں اور دکھوں کی چکی میں پس کر تمہارا رب کے بارے میں کیا خیال ہے......؟ یاد رکھو! اگر اس سب کچھ کے باوجود تمہارا اللہ کے بارے میں گمان اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ پر تمہارا حسنِ ظن ہے تو وہ عزت اور غلبے والا تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

اچھا گمان تو اعلیٰ عبادت ہے:

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھا گمان بذات خود ایک عبادت ہے اور یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں انسان نہ اپنے پاؤں کو حرکت دیتا ہے نہ اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا ہے اور نہ ہی اپنی جیب کو حرکت دیتا ہے بلکہ وہ بیٹھا یا لیٹا اعلیٰ ترین عبادت کر لیتا ہے۔ اس عبادت کا نام حسنِ ظن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان

ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ بِاللّٰهِ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ

(اتحاف الخيرة المهرة: 6/159 حديث: 5564، حسن الظن بالله۔ص: 15، جامع الاصول لابن الاثير: 11/693، امام بوصیری سمیت دیگر محققین نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اس کو ضعیف قرار دینا راجح نہیں ہے)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان اچھی عبادت میں سے ہے۔''

لیکن آج بڑے بڑے سمجھدار اس اعلیٰ عبادت سے محروم ہیں اور علی الاعلان اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہوتے ہوئے اس پر گلے شکوے کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق ہیں:

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنے اللہ کے بارے میں جو گمان کرلے، اللہ تعالیٰ ویسے ہی کر دیتے ہیں۔ ہر حال میں اچھا گمان رکھنے والے دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتے ہیں اور بدگمانی کی آہیں بھرنے والے دونوں جہانوں میں ذلیل کر دیے جاتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: عَبْدِيْ! أَنَا عِنْدَ ظَنِّكَ بِيْ وَأَنَا مَعَكَ إِذَا ذَكَرْتَنِيْ

(مستدرك حاكم: 1/497، مسند احمد: 3/210، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 2012)

''اللہ عزوجل نے فرمایا: اے میرے بندے! میں تیرے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تو مجھے یاد کرتا ہے۔''

ایک اور حدیث قدسی سماعت فرمائیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ إِنْ ظَنَّ خَيْرًا فَلَهُ وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهُ

(صحيح ابن حبان: 2/405 ص: 639 هامش حسن الظن بالله۔ص 60، اسناده صحيح)

”بے شک اللہ عزوجل فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اگر اس نے اچھا گمان کیا تو اس کے لیے وہی کچھ ہوگا اگر اس نے برا گمان کیا تو اس کے لیے وہی کچھ ہوگا۔“

یہ احادیث پڑھ اور سن کر ایک مومن آدمی کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور یہی احادیث زندگی کی تمام پریشانیوں کو دور کر دیتی ہیں اور جن لوگوں نے ان احادیث کے مطابق عملی زندگی بنائی اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں چار چاند لگا دیے۔

سیدہ ہاجر علیہا السلام اور اچھا گمان:

آج مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی رونقیں اپنے عروج پر ہیں، شرق وغرب اور پوری سرزمین سے بوڑھے جوان اپنی پیاس بجھانے کے لیے آب زم زم کا رخ کرتے ہیں۔ اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کعبۃ اللہ کی رونقیں اور بہاریں یہ اچھے گمان کا ہی نتیجہ ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجر علیہا السلام نے مایوسیوں کی جگہ اللہ پر اچھا گمان کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنے والی نسل کے لیے کعبۃ اللہ کو ہدایت اور رحمت کا مرکز بنا دیا۔ صحیح البخاری میں تفصیل سے واقعہ موجود ہے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کے قریب اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑا تو وہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ سیدہ ہاجر علیہا السلام کو اس بے رخی پر بڑا تعجب ہوا کہ میرے ساتھ اس لخت جگر کو بھی چھوڑ رہے ہیں جو ساری زندگی مانگ مانگ کر لیا تھا، چنانچہ سیدہ ہاجر علیہا السلام فرمانے لگیں:

يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ (صحیح البخاری: 3363)

”اے ابراہیم! ہمیں اس غیر آباد علاقہ میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کی اس بات پر کوئی توجہ نہ فرمائی اور بالآخر اصرار کے بعد صرف یہی فرمایا: اے میری ہاجر! یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ جملہ سننے کی دیر تھی کہ سیدہ

ہاجرؑ فرمانے لگیں: اے میرے سر کے تاج! پھر آپ چلے جائیں، اِذْ لَا یُضَیِّعْنَا ''پھر اللہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا''

میری معززات ماؤں بہنوں اور بیٹیو! اپنی روحانی والدہ کے اچھے گمان پر غور فرمائیں کہ کس قدر اللہ تعالیٰ پر حسن ظن ہے، ہر طرف بے آبادی اور محرومی نظر آنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہا اور فرمایا: میرا اللہ تعالیٰ پر اتنا اچھا گمان ہے کہ وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ میں اس واقعہ کی روشنی میں تمام سامعین اور سامعات کو یہی تسلی اور بشارت دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے وفا کرتے رہنا عارضی پریشانیوں میں گھبرانے کی بجائے اچھا گمان رکھنا وہ رحیم وکریم آپ کو بھی کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

یاد رکھو......!

اچھے گمان کے نتیجہ میں نعمت بھی اچھی اور اعلیٰ نصیب ہوتی ہے۔ مائی ہاجرؑ نے واویلے اور بدگمانی کی بجائے اللہ تعالیٰ پر اچھا گمان کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندی کے لیے زم زم جیسے مشروب کا اہتمام فرمادیا...... ہمیشہ اچھا گمان رکھو وہ مستقبل کو سوچ سے زیادہ روشن کردے گا۔

حسنین رضی اللہ عنہما کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اچھا گمان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو سرمایہ سب سے زیادہ قیمتی تھا وہ حسنِ ظن اور اچھے گمان کا سرمایہ ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری زندگی بڑی سے بڑی مشکل میں بھی اللہ تعالیٰ پر بدگمان نہیں ہوئے، ہمیشہ خیر اور بہتری کی امید ہی رکھی۔ زندگی میں بڑے بڑے کٹھن اور مشکل موڑ آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنِ ظن کی معراج پر جلوہ افروز رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے ایک واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں، پوری توجہ سے غور فرمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ پر کس قدر اعلیٰ اور اچھا گمان تھا۔

صحیح احادیث میں موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور میں تھے تو یارِ غار

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! دشمن بالکل ہمارے سر کے اوپر ہے اگر اس نے ذرہ بھر نیچے دیکھا تو ہم ان کی گرفت میں آجائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کٹھن مرحلے پر بھی ذرہ بھر متردد اور مایوس نہیں ہوئے، بلکہ امید بھرے انداز میں فرمایا:

مَا ظَنُّكَ يَا اَبَابَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟

(صحیح البخاری-فضائل اصحاب النبی: 3653)

''اے ابوبکر! تیرا ایسے دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن میں تیسرا ان کا اللہ ہے؟''

اور صحیح بخاری میں دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں:

اُسْكُتْ يَا اَبَابَكْرٍ اِثْنَانِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا (بخاری: 3922)

''اے ابوبکر! خاموش ہوجاؤ، دو ایسے ہیں جن میں تیسرا ان کا اللہ ہے۔''

یعنی ہماری مدد کے لیے ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے اور یہ واقعہ غار ثور اللہ پر اچھے گمان کی ایک نادر مثال ہے۔ کیونکہ ایسے کٹھن موڑ پر بڑے بڑے لوگوں کی ہمتیں جواب دے جاتی ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے یقین کے ساتھ اللہ پر اچھا گمان کیا کہ اس کی مدد اور رحمت ہمارے ساتھ ہے۔

کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں:

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم ہے اور اللہ کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بظاہر جس کام میں ہمیں نقصان نظر آتا ہے یا جس زخم پر ہمیں تکلیف ہوتی ہے اس کے آنے میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ مگر انسان ناقص ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کامل حکمتوں کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ بسا اوقات انسان اللہ تعالیٰ سے اپنی پسند کی چیز مانگتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ صرف اسی لیے عطا نہیں کرتے کہ وہ اس کے حق میں بہتر نہیں، اگر معصوم بچہ سانپ کو پکڑنے کی کوشش کرے تو سنگدل ماں بھی اس کو روکنے کی بھرپور کوشش

کرے گی۔اس سلسلہ میں مَیں آپ کو مسئلہ سمجھانے کے لیے ایک حکایت سناتا ہوں۔جس سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مالک کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

ایک بادشاہ اپنے وزیر خاص کے ساتھ پھل کھا رہا تھا پھل کاٹتے کاٹتے انگلی پر چھری لگ گئی اور خون بہنا شروع ہو گیا۔بادشاہ کے منہ سے خیر اور صبر کی جگہ خلاف عقیدہ بے صبری کے کلمات نکل گئے ''یہ کیا ہوا......؟ایسے نہیں ہونا چاہیے......فضول اتنا میرا خون بہہ گیا'' وغیرہ وغیرہ۔وزیر اللہ والا انسان تھا وہ کہنے لگا:بادشاہ حضور!پریشان نہ ہوں،اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔بادشاہ اپنے توحید پرست وزیر کی باتیں سن کر سٹپٹا اٹھا اور ان باتوں کو اپنی توہین سمجھتے ہوئے وزیر کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا۔

اور یہ آج کی بات نہیں شروع سے ہی یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ حق والوں کو بے دردی کے ساتھ جیلوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔چند دن کے بعد بادشاہ عام لباس کے ساتھ اپنے گھوڑے پر بیٹھا شکار کے لیے نکل پڑا۔پرانے زمانوں میں بادشاہ شکار وغیرہ کے بہت زیادہ شوقین ہوتے تھے۔شکار کرتے کرتے دور دراز علاقے میں پہنچ گیا اپنے ملک کی حدیں پھلانگنے کے بعد ایسے لوگوں کے قابو آ گیا جو اپنے بتوں کے نام پر بندے ذبح کرتے تھے چونکہ یہ عام لباس میں تھا مجاوروں نے اسے پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا۔جب گردن پر چھری چلانے لگے تو دیکھا کہ اس کی انگلی زخمی ہے۔جس طرح ہم قربانی کی موقع پر داغی جانور ذبح نہیں کرتے اسی طرح وہ بھی بتوں کے نام پر عیبوں سے پاک اور بے داغ بندہ ذبح کرتے تھے۔چنانچہ بادشاہ کو چھوڑ دیا گیا وہ خوشی خوشی واپس آتے ہوئے وزیر کی باتوں پر غور کرنے لگا کہ واقعتاً وزیر کی بات تو درست تھی کہ اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔اگر میری انگلی پر چھری نہ پھرتی تو میری گردن پر چھری پھر جانی تھی۔چنانچہ اس نے اپنے محل میں پہنچ کر وزیر کو بلوایا اور کہا:تیری ایک بات تو سمجھ آ گئی کہ''اللہ تعالیٰ جو بھی

کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے'' اگر میری انگلی کٹی نہ ہوتی تو میری گردن کٹ جاتی تھی لیکن یہ جو میں نے جو تجھے جیل میں پھینکا ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے صحیح ہوا ہے......؟ اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے...... بادشاہ کے ذہن میں یہ تھا کہ یقیناً اب وزیر کہے گا کہ آپ نے بہت بڑی زیادتی کی آپ کو ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن وزیر کہنے لگا: بادشاہ حضور! اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ میرے جیل میں جانے میں ہی بہتری تھی اگر میں جیل میں نہ ہوتا تو میں نے شکار میں آپ کے ساتھ ہونا تھا اور جن لوگوں نے آپ کو ذبح کے لیے لٹایا تھا انہوں نے آپ کو چھوڑ دینا تھا اور مجھ پر چھری پھیر دینی تھی، لہٰذا اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔

بدگمان شخص کا دعا چھوڑنا:

یقین مان لیں......! اگر آپ کی دعائیں قبول نہیں ہو رہیں تو ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ وگرنہ وہ اپنے کسی بندے کا حق نہیں رکھتا، ہمارے ہاں کئی جلدباز دعائیں کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں'' جی ہماری تو اللہ سنتا ہی نہیں'' ......استغفر اللہ۔ بھائی آپ دعا کیوں نہیں کرتے......؟ جواب ملتا ہے'' قاری صاحب! بڑا مانگ کر دیکھ لیا ہے، ہماری تو قبول ہی نہیں ہوتی''......ہماری تو وہ سنتا ہی نہیں''...... نعوذ باللہ من ذالک۔

اہلِ اسلام غور فرمائیں......!

لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسی کیسی بدگمانی رکھتے ہیں......؟ میں آپ کی ملاقات ایک ایسے ولی اور نبی سے کروانا چاہتا ہوں جسے مانگتے ہوئے تقریباً سو سال کا عرصہ گزر گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ عطا نہ کیا لیکن وہ پھر بھی نیک اعمال میں آگے بڑھتا رہا اور گڑگڑا کر دعائیں کرتا رہا۔ قرآن کریم ان کے حسنِ ظن کو ان الفاظ سے بیان کرتا ہے:

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا (مریم:4)

”اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے سر کے بال سفید ہوگئے ہیں اور میرے رب تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں رہا۔“

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اچھا گمان رکھنے والے اپنے پیارے پیغمبر علیہ السلام کو نوازا......تو نوازنے کی انتہا کردی۔ فرمایا: میرے زکریا! اتنا اچھا گمان، اس قدر وفاداری......؟ اب ملنے والا برخوردار بیٹا تیرا ہوگا اور نبی میرا ہوگا۔

ایک ملازم کا مسافر کو بے مثال جواب:

ایک شخص کا ملازم سردیوں کی ٹھٹھرتی ہوئی رات میں کھلے آسمان تلے، پھٹے پرانے کپڑے پہن کر بیٹھا ہوا تھا، قریب سے ایک مسافر کا گزر ہوا وہ کہنے لگا: اے میرے بھائی! کیا تیرا کوئی بڑا نہیں ہے......؟ اس نے کہا: ہاں! میں جس کے ہاں کام کرتا ہوں میرا مالک ہے۔ مسافر کہنے لگا: کیا تیرے مالک کو تیری حالت کا علم نہیں......؟ ملازم کہنے لگا: جی بالکل اس کے علم میں ہے۔ مسافر نے تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا وہ رحم دل نہیں......؟ ملازم کہنے لگا: جی! نہایت رحم دل انسان ہے۔ مسافر نے کہا: پھر وہ تجھے موٹے کپڑے اور چھت کیوں نہیں دیتا......؟ آخر میں ملازم نے گزرنے والے مسافر کو اس قدر بے مثال جواب دیا کہ اگر آج تجھے وہ جواب سمجھ آجائے تو تیری زندگی کے تمام مسائل حل ہو جائیں۔ ملازم جواب میں کہنے لگا: اے مسافر! میرا مالک رحم دل بھی ہے اور میری کیفیت اور غربت کا اسے علم بھی ہے، اگر وہ اس کے باوجود مجھے نہیں نوازتا تو یقیناً اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے۔ جواب سننے کی دیر تھی کہ راہ گیر مسافر وہیں سجدے میں گر گیا اور کہنے لگا: اے میرے حقیقی مولا و داتا! مجھے معاف کردے، مجھ پر رحم کردے۔ یہ عام ملازم اپنے عارضی مالک پر کس قدر مطمئن ہے اور کس قدر حسنِ ظن رکھتا ہے...... میں تو مولا! تجھ جیسے حقیقی مالک کے متعلق ذرا سی تنگی آئے تو بہت کچھ کہہ بیٹھتا ہوں، گلے شکووں کے انبار لگا دیتا ہوں، اے

مولا! ماضی کی بدگمانیاں معاف فرمادے۔

سامعین حضرات......!

قرآن مجید بھی مجھے اور آپ کو بار بار پکار کر کہتا ہے:

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ (صافات: 87)

''تمہارا رب العالمین کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

موت کے وقت اچھا گمان:

جس طرح ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے اسی طرح مرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان بہت بہتر ہونا چاہیے کہ میرا اللہ یقیناً میری بخشش کرے گا، میرے کسی نہ کسی نیک عمل کو پسند کرتے ہوئے وہ مجھے معاف کردے گا۔ جو شخص مرتے وقت حسن ظن کا سرمایہ ساتھ لے کر جائے اللہ کے متعلق اچھے گمان کی دولت اس کے پاس ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے وہی معاملہ کرتے ہیں جس کا اس نے گمان رکھا ہوتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ: لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ [عَزَّوَجَلَّ]

(صحیح مسلم۔الفتن باب الامر بحسن الظن باللہ: 7231)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی وفات سے تین دن قبل سنا، تم میں سے ہر ایک کو اسی حالت میں موت آئے کہ وہ اللہ عزوجل پر اچھا گمان رکھتا ہو۔''

اور صحیح ابن حبان کے الفاظ یہ ہیں:

يَقُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم: قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ لَا يَمُوْتَ وَظَنُّهٗ بِاللّٰهِ حَسَنٌ فَلْيَفْعَلْ

''آپ نے اپنی وفات سے تین دن قبل فرمایا: موت کے وقت جس قدر استطاعت ہو اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنا گمان بہت زیادہ اچھا رکھنا چاہیے۔''

(صحیح ابن حبان: 2/404 حدیث: 637، حلیۃ الاولیا: 8/121)

یعنی انسان باوجود گناہ گار ہونے کے موت کے وقت یہی گمان رکھے کہ میرا اللہ میری زندگی کے کسی عمل کو قبول فرما کر ضرور مجھے معاف فرما دیں گے۔ یہی امید اور گمان بندے کی بخشش کا سامان بن جاتا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح واقعہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کی تیمارداری کے لیے گئے اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا محسوس کرتا ہے......؟ اللہ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے......؟ اس نے جواب میں کہا: اَرْجُو اللّٰهَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاَخَافُ ذُنُوبِي ''اے اللہ کے رسول! اللہ سے (بہتری کی) امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ایسے مبارک کلمات ارشاد فرمائے جو ہر مرنے والے مسلمان کے لیے بہت بڑی بشارت کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَجْتَمِعَانِ (يَعْنِي الْخَوْفَ وَالرِّجَاءَ) فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْتِ (يعني الِاحْتِضَارَ) اِلَّا اَعْطَاهُ الَّذِيْ يَرْجُو وَاٰمَنَهُ مِنَ الَّذِيْ يَخَافُ

(جامع ترمذی۔الجنائز: 983، سنن ابن ماجہ۔الزھد: 4261، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 1051)

''امید اور ڈر موت کے وقت جس دل میں بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ امید کی ہوئی چیز عطا کر دیتے ہیں اور جس کا ڈر ہوتا ہے اس سے امن دے دیتے ہیں۔''

یعنی گناہوں کی شرمندگی اور ڈر کے ساتھ ساتھ جو اچھا گمان اور امید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بندے کے اچھے گمان کو اور امید کو پورا کر دیتے ہیں۔

صحابی رسول رضی اللہ عنہ کا مرنے والے سے سوال:

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ ایک شخص کی تیمارداری کے لیے گئے وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی کی آمد کو دیکھا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ غالباً دل ودماغ میں سوچ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس صحابی نے کبھی یہی ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر رکھ کر بیعت کی ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو چھونے والا ہاتھ میرے وجود پر لگ جائے شاید اس کی برکت سے اللہ مجھے معاف فرمائے۔ بہر صورت حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے اس قریب المرگ سے کہا: میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اس کے بارے میں مجھے جواب دے!

فَمَا ظَنُّكَ بِرَبِّكَ؟

''تیرا رب کے بارے میں کیا گمان ہے......؟

وہ کہنے لگا مجھے اللہ تعالیٰ کے متعلق بہت زیادہ حسنِ ظن ہے اور اچھا گمان ہے۔ یقیناً میرا مولا وداتا میرے ساتھ رحم وکرم والا معاملہ کرے گا۔ صحابی رسول یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور فرمایا:

أَبْشِرْ يَا أَبَا الْأَسْوَدِ

''اے ابوالاسود! خوش ہو جا''

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: ''کہ مرتے وقت بندہ اللہ کے بارے میں جو گمان رکھے اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ویسا ہی کر دیتے ہیں''

(المعجم الاوسط: 8/56 حدیث: 7951، مسند الشامیین: 2/ 226 حدیث: 1235 صحیح ابن حبان: 2/407 حدیث: 641)

سامعین حضرات......!

آج کی ہماری گفتگو کا خلاصہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ایمان اور نیک اعمال کی موجودگی میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے، جو شخص گناہوں سے بچ

کر پاکیزہ زندگی بسر کر رہا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ضائع نہیں کرتے۔ اسی طرح موت وحیات کی کشمکش میں بھی اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔ قرآن وحدیث کے مطابق اچھا گمان لے کر دنیا چھوڑنے والے کے لیے بخشش واجب ہو جاتی ہے۔ آخر میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سماعت فرمالیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ مِنْ أَوَّلِ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا أَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهُ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ: هَلْ أَحْبَبْتُمْ لِقَاءِ یْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ يَارَبِّیْ فَيَقُوْلُ: لِمَ......؟ فَيَقُوْلُوْنَ: رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ، فَيَقُوْلُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِیْ

(حُسْنُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ لِابن ابی الدنیا۔ص: 18، اسنادہ حسن)

"اگر تم چاہتے ہو تو جو اللہ تعالیٰ سب سے پہلے قیامت کے روز مومنوں کو کہیں گے اور جو مومن سب سے پہلے اللہ کو کہیں گے، میں تم کو بتلا دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ایمان والوں کو کہیں گے کیا تم نے میری ملاقات کو پسند کیا تھا......؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! اے ہمارے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں......؟ وہ کہیں گے: ہم کو تیری درگزری اور بخشش کی امید تھی، اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے: جاؤ تمہارے لیے میری مغفرت وبخشش واجب ہوگئی۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی نیک امید اور اعلیٰ گمان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے روز اپنے دیدار کا شرف نصیب فرمائے۔ آمین!

سبحان ربك رب العزت عما یصفون

وسلم علی المرسلین والحمدلله رب العالمین

خطبہ نمبر
4
آپ اور آپ کا چہرہ
اللہ کے لیے

آپ اور آپ کا چہرہ اللہ کے لیے

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ: 112)

"جی ہاں کیوں نہیں! جس نے اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کردیا اور وہ نیکی کرنے والا ہوا تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے ان کے لیے نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

انسانی وجود میں چہرے کو نمایاں اور خاص مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کی سب سے زیادہ توجہ اپنے چہرے کی طرف ہوتی ہے۔ معمولی حیثیت کا شخص بھی اپنے چہرے پر ذرا سا داغ، دھبہ اور عیب برداشت نہیں کرتا۔ غرض کہ ہر کوئی اپنے چہرے کو سنوار کر رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے اور اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی ایک مقامات پر اپنے بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ اپنے چہروں کو میرے حوالے کر دو، اپنے وجود کے اس اہم ترین حصے کو میری طرف متوجہ کرتے ہوئے میرے سامنے ہی جھکا دو۔ میں ایسے چہرے کو دنیا میں بھی اونچا کروں گا اور آخرت میں بھی روشن کر دوں گا۔

آپ کا چہرہ اسلام کی روشنی میں:

بالخصوص مسلمان کے چہرے کی خاص حرمت ہے۔ کسی کے چہرے کے بارے میں عیب جوئی کرنا، یا کسی کے چہرے پر مارنا ہماری شریعت میں سختی کے ساتھ منع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَقُلْ قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ

''یہ نہ کہو کہ اللہ تیرے چہرے کا بیڑا غرق کرے۔''

یعنی کسی کو (فتبّح منہ) نہیں کہنا چاہیے، نہ ہی کسی کے چہرے پر مارنا چاہیے۔

آپ ﷺ نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ اگر ضرورت کے پیش نظر کسی کو سزا دینا پڑے تو سزا دیتے ہوئے چہرے پر ہرگز نہیں مارنا چاہیے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ'' اور چہرے پر نہ مار''

حضرات! چہرہ بندے کی شناخت اور پہچان ہے بلکہ انسان کی پوری شخصیت کا دارومدار ہی چہرے پر ہے اور بالخصوص اللہ کے سامنے جھکنے والا چہرہ حد درجہ حرمت والا اور باعزت ہے۔

آسان نیکی اور صدقہ میں چہرے کا کردار:

مسکراتے چہرے سے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات کرنا نیکی اور صدقہ ہے۔

جب آپ اپنے کسی عزیز، رشتہ دار یا دوست سے ملاقات کریں تو بڑے ہشاش بشاش ہو کر نہایت خیر مقدمی کے ساتھ اس کو اپنے گلے لگائیں کیونکہ بارونق اور خوش چہرے سے ملنا ایسی نیکی ہے جس سے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَكَلَّمَ اَخَاكَ وَوَجْهُكَ مُنْبَسِطٌ

(مسند احمد: 20636، المعجم الكبير: 7/62 حديث: 6383، شعب الايمان: 7688، صحيح الجامع الصغير: 98، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 1109)

"کسی بھی نیکی کو ہر گز ہر گز معمولی نہ جان! اگر چہ یہ کہ تو اپنے بھائی سے کلام کرے اور تیرا چہرہ کھِلا ہوا ہو۔"

اور ایک روایت کے الفاظ یہ بھی ہیں:

تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ

(جامع ترمذی۔البر والصلة: 1956، صحیح ابن حبان۔ 2/221 حدیث: 474، صحيح الترغيب: 2321، صحيح الجامع الصغير: 2908، سلسلة الاحاديث صحيحه: 572)

"تیرا اپنے بھائی کو مسکراتے ہوئے چہرے سے ملنا بھی صدقہ ہے۔"

بعض لوگ خشکی، بے رخی اور بے توجہی سے سلام کرتے ہیں اور وہ بلاوجہ اپنے اس نامناسب رویہ کی وجہ سے نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔

وضو اور چہرہ:

نماز کے لیے جو وضو کیا جاتا ہے اس میں بالخصوص چہرے کا دھونا شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے باوضو چہرے کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جب انسان باوضو چہرہ اللہ کے سامنے رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ زندگی بھر کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وضو کے بعد:

فَـاِنْ اَنْـتَ وَضَـعْـتَ وَجْهَكَ لِـلّٰـهِ عَـزَّوَجَـلَّ خَـرَجَـتَ مِـنْ خَطَايَاكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ (سنن النسائی۔الطهارة: 147)

''اگر تو نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے (سجدہ میں) رکھ دیا تو تو اپنی غلطیوں سے اس دن کی طرح نکل آیا جس دن تجھ کو تیری ماں نے جنم دیا تھا۔''

سامعین حضرات......!

جو چہرہ خلوص کے ساتھ وضو کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائے اس کی قدر و منزلت کا عالم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل طور پر گناہوں سے پاک کر دیتے ہیں۔

چہرہ اور نماز:

نماز کی حالت میں دل کی حضوری کے ساتھ چہرہ مکمل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی رحمت بالکل نمازی کے چہرے کے سامنے ہوتی ہے۔ حالت نماز میں چہرے کا رخ پھیرنا یا اپنی نظر کو دائیں بائیں اٹھانا ہرگز جائز نہیں، اس عمل کو شریعت میں ہلاکت قرار دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلٰوةِ اَوْلَا تَرْجِعُ اِلَيْهِمْ (صحیح مسلم۔الصلاة: 428)

''نماز میں لوگ نگاہوں کو اوپر اٹھانے سے لازماً باز آ جائیں یا ان کی طرف آنکھیں واپس نہیں آئیں گی۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

اِیَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ هَلَكَةٌ

(جامع ترمذی: 589، الجمعه، سنده ضعیف والمتن صحیح، انظر بلوغ المرام۔ طبعة دار الحدیث، ص 87)

''نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے سے بچو! کیونکہ وہ ہلاکت ہے۔''

حالت نماز میں پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ چہرہ اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

آپکا چہرہ اللہ کے چہرے کے سامنے:

نماز کی حالت میں بندے کا چہرہ اللہ کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے۔ اس لیے جلد بازی اور دائیں بائیں دیکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ جب بندہ دائیں بائیں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی بندے کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ فَاِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَاِنَّ اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهٗ لِوَجْهِ عَبْدِهٖ فِیْ صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ

(جامع ترمذی۔الادب: 2863، صحیح الترغیب والترھیب: 1/133)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا جب تم نماز پڑھو تو تم ادھر اُدھر نہ دیکھو بیشک نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کو بندے کے چہرے کے سامنے رکھتا ہے جب تک وہ ادھر اُدھر نہ دیکھے۔''

حقیقت میں نماز لطف بھی اسی بندے کو دیتی ہے جو اس تصور سے قیام، رکوع اور سجدے کرے کہ میرے اللہ کا چہرہ میرے سامنے ہے اور وہ میری ایک ایک محبت بھری ادا کو دیکھ رہا ہے۔

چہرہ اور قربانی:

قربانی کے موقع پر جانور ذبح کرتے ہوئے اس کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف۔

کر دینا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے دو مینڈھوں کو ذبح کیا فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا "پس جب آپ ﷺ نے ان دونوں کا رخ قبلہ کی طرف کیا" تو آپ ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمایا:

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

(سنن ابو داود۔ الضحایا: 2795۔ ایک تحقیق کے مطابق یہ حدیث حسن ہے)

"بلاشبہ میں نے اپنے چہرے کا رخ اسی ذات کی طرف کیا جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا، یکسو ابراہیم کی ملت پر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

جس جانور کو اللہ کی راہ میں ذبح کیا اس کا چہرہ بھی اللہ کی طرف اور اپنے چہرے کا رخ بھی اسی پروردگار کی طرف۔

قبر میں میت اور اس کا چہرہ:

پاؤں کی طرف سے میت کو قبر میں اتارنا چاہیے اور قبر میں رکھ کر اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا چاہیے۔ اس پر اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ اس میں غفلت برتتے ہیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ اور امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَيُجْعَلُ الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهِ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ وَوَجْهُهُ قِبَالَةَ الْقِبْلَةِ..... عَلَى هٰذَا جَرَى عَمَلُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مِنْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى يَوْمِنَا هٰذَا

(المحلی: 5/173، احکام الجنائز: 186)

"اور میت کو قبر میں اس کے دائیں پہلو پر رکھا جائے گا اور اس کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک اہل اسلام کا اسی پر عمل جاری ہے۔"

امام الانبیاء ﷺ اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک:

رسول اللہ ﷺ کا مبارک چہرہ اس قدر روشن اور پُر نور تھا کہ بڑے بڑے عرب دانشور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ چہرہ کسی عام شخص کا نہیں ہو سکتا اور وہ آپ ﷺ کے چہرے کے جلوے کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں امام الانبیاء ﷺ کو تقریباً تین مرتبہ اس بات کا حکم فرمایا کہ اپنے چہرے کا رخ اللہ اور اللہ کے دین کی طرف رکھو اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنا دو۔ قرآنی آیات توجہ اور ترتیب سے سماعت فرمائیں:

❶ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

(الانعام: 79)

''اور یہ کہ اپنا چہرہ یکسو ہو کر دین کی طرف کرو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ بنو۔''

❷ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الروم: 30)

''پس تم یکسو ہو کر اپنا چہرہ اس دین کی طرف رکھو، اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اس کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

❸ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ○ (الروم: 43)

''پس اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا رکھو، قبل اس کے کہ اللہ کی طرف سے ایسا دن آ جائے جس کے لیے واپسی نہیں ہے، اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔''

سامعین حضرات......!

ان بابرکت آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخرالزمان پیغمبر ﷺ کو بار بار حکم فرمایا کہ اپنے چہرے کو میری طرف کرتے ہوئے میرے دین کی طرف ہی مائل کرکے رکھو اور اپنے چہرے کو میری طرف سیدھا رکھو۔ جب چہرہ اللہ کی طرف جھکا اور اللہ ہی کی طرف رہا تو پورا وجود اپنے آپ اللہ تعالیٰ کا تابعدار بن گیا۔ میں قربان جاؤں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرے کو اللہ کے دین کی طرف کرنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے میں انتہا کردی۔ ساری زندگی کبھی بھی آپ کے چہرے کا رخ دنیا کی طرف نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ تہجد کے وقت اپنی رات کی نماز میں ان آیتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا کرتے تھے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

"بلاشبہ میں نے اپنے چہرے کا رخ اسی ذات کی طرف کیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

اور کبھی آپ ﷺ بوقت تہجد یہ فرماتے:

خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ

"خشوع کیا تیرے لیے میرے کانوں نے اور میری آنکھوں نے اور میرے دماغ اور میری ہڈیوں نے اور میرے پٹھوں نے۔"

اور اسی طرح اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکاتے ہوئے قیام اللیل میں ہر رات فرمایا کرتے:

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ
تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

(صحیح مسلم۔صلوۃ المسافرین: 771)

”سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کو جس نے اسے پیدا کیا اور اس کے کان اور آنکھ کو بنایا، برکت والا ہے اللہ بہترین خالق۔“

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ دن رات میں کئی مرتبہ اپنے پُرنور چہرے کو آنسوؤں کے مبارک قطرات سے غسل دیا کرتے تھے۔ اللہ مجھے اور آپ کو اپنا چہرہ کُلی طور پر تابعدار بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلمانو! اپنے چہروں کا رخ سیدھا کرو:

مندرجہ بالا دلائل سے آپ اچھی طرح جان چکے ہیں کہ اسلام میں چہرے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چہرے کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے اور چہرہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہیے۔ جب چہرہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو تو انسان باآسانی ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ دل کی سلامتی کا سارے کا سارا مدار چہرے پر ہے۔ اگر آپ کا چہرہ آوارہ ہے تو آپ کا دل بگڑنے سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ اگر آپ کا چہرہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے تو آپ کا دل بھی خشیتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی سے سرشار ہو جائے گا۔ آپ غور فرمائیں! چار اہم انسانی اعضاء جو بندے کی سیرت اور نجات میں اہم کردار کرتے ہیں وہ چہرے ہی میں ہیں:

❶ زبان...... جس سے انسان باتیں کرتا ہے اور بندے کے بولنے پر ہی اس کی نجات کا دارومدار ہے۔ جیسا وہ بولتا رہے گا وہی اس کا انجام ہے۔

❷ آنکھیں...... جس سے انسان ہر نعمت دیکھتا ہے۔ جیسے جیسے وہ پاکیزہ نعمتوں کو دیکھے گا ایمان بڑھتا چلا جائے گا۔ اگر آنکھ حرام دیکھنے کی عادی ہو گئی تو نجات خطرے میں چلی گئی۔

❸ دماغ...... جس میں اللہ تعالیٰ نے سوچنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ سوچ ہی بنیاد ہے۔ سوچ انسان کو مار بھی دیتی ہے اور تار بھی دیتی ہے۔

❹ کان...... سننے میں انہی کا کردار ہوتا ہے۔ جیسا سنا جائے دل و دماغ پر ویسا اثر ہی مرتب ہوتا ہے۔

جو لوگ اپنے چہروں کو اللہ تعالیٰ کا مطیع بنا دیتے ہیں وہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو کامیاب اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے۔ جس نے اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنا دیا۔

رب العالمین فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (لقمان: 22)

''اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس نے مضبوط رسی کو تھام لیا اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات کا انجام ہے۔''

کیا مطلب......؟ مضبوط رسی کو تھام لیا؟ گویا کہ اس نے ہدایت کو ہاتھ ڈال لیا اور وہ ہر قسم کی گمراہی اور ہر قسم کی معصیت سے بچ گیا اور ایسا شخص ہی قیامت کے روز ہر قسم کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ: 112)

''ہاں کیوں نہیں! جس نے اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے ان کے لیے نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

مطیع چہرے والا ہی حقیقی مسلمان ہے:

آج کلمہ پڑھ کر بھی مسلمانوں کے چہرے اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہیں کسی کا چہرہ دنیا کی طرف، کسی کا چہرہ کیبل کی طرف اور کسی کا چہرہ حرام کی طرف متوجہ ہے۔ جب کہ بندہ

حقیقی طور پر کامیاب مسلمان ہوتا ہی اس وقت ہے جب وہ اپنے مکمل چہرے کو اللہ تعالیٰ کا تابعدار بنادے۔ اس سلسلہ میں ایک صحیح حدیث پوری توجہ اور انہماک سے سماعت فرمائیں۔ حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا:

اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ اَتَیْتُكَ حَلَفْتُ عَدَدَ اَصَابِعِی ھٰذِہٖ اَنْ لَّا اٰتِیَكَ فَبِالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَمَا الَّذِی بَعَثَكَ بِہٖ؟ قَالَ اَلْاِسْلَامُ قَالَ وَمَا الْاِسْلَامُ قَالَ اَنْ یُّسْلِمَ قَلْبُكَ لِلّٰہِ وَتَوَجَّہْ وَجْھَكَ اِلَی اللّٰہِ ....

(مسند احمد: 33/225 حدیث: 20022، الایمان لابن تیمیہ بتحقیق الالبانی: 1/99)

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں آپ کے پاس آیا ہوں جب کہ میں نے (اپنے ہاتھوں کی) انگلیوں کی تعداد کے برابر قسم اٹھائی تھی کہ آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ اس ذات کی آپ کو قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! وہ کیا چیز ہے جس کیساتھ آپ کو اس نے بھیجا ہے......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام ہے! معاویہ نے کہا: اسلام کیا ہے......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنا دل اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور اپنے چہرے کا رخ اللہ کی طرف کردے۔''

اس حدیث میں اسلام کی تعریف کرتے ہوئے اور اسلام کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے یہی فرمایا کہ اپنے دل اور چہرے کو اللہ کی طرف کرنا یہ اسلام کی بنیاد ہے۔ جو شخص اپنے دل اور اپنے چہرے کو اللہ کے سپرد نہیں کرتا اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے کاموں میں نہیں لگاتا تو ایسے شخص کا اسلام ناقص ہے۔ اصل اسلام یہی ہے کہ مسلمان ہر ایک سے کٹ کر اپنے چہرے کا رخ اللہ کی طرف کرلے۔ جب چہرے کا رخ اس کی طرف ہوگا تو پورے وجود پر اسی کے قانون کی حکومت ہوگی۔

جھکے ہوئے چہرے کی حیاء!

جب مسلمان اپنے چہرے کو اللہ کے سامنے جھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جھکے ہوئے چہرے کی بہت زیادہ قدر کرتے ہیں۔ خلوص سے جھکا ہوا چہرہ حقیقت میں بلندیوں کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ امام المحدثین حضرت امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِلّٰهِ فِيْ مَسْئَلَةٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ اِمَّا اَنْ يُّعَجِّلَهَا لَهُ اِمَّا اَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ

(مسند احمد۔ 15/ 487حدیث: 9785، صحیح الترغیب والترھیب: 2/128)

"جو بھی مسلمان خوب اچھی طرح اپنے چہرے کو اپنے اللہ کے سامنے رکھ کر جو بھی سوال کرتا ہے اللہ خصوصی طور پر اس کو عطا کر دیتے ہیں یا اس کا مطالبہ جلد پورا کر دیتے ہیں یا اس کا سوال قیامت کے دن کے لیے ذخیرہ کر لیتے ہیں۔"

سامعین کرام......!

آج صاحب توحید لوگ اپنی غفلتوں کی وجہ سے پریشان ہیں اور ضرورتوں کے پورا نہ ہونے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے چہرہ رکھ کر گڑگڑانے کی بجائے غیروں کے دروازوں پر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضمانت دی ہے کہ سجدے میں گر کر پورے خلوص سے جو بھی مانگ لیا جائے عرش والا فوراً عطا کر دیتا ہے یا کل قیامت کے دن نجات کے لیے اس کو ذخیرہ بنا لیتا ہے۔

اللہ نے تیرے چہرے کو روشن اور سفید کر دیا ہے:

شکل وصورت بنانے میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہی اختیار ہے۔ ظاہری رنگ وروپ معیار ہے نہ ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ بظاہر پسند نہ آنے والے چہرے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کا واقعہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کالے رنگ کا آدمی آیا اور اس نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار باتیں کیں:

1. اِنِّیْ رَجُلٌ اَسْوَدُ ...... میں کالے رنگ والا آدمی ہوں۔
2. مُنْتِنُ الرِّیْحِ ...... بدبودار ہوا والا ہوں۔(یعنی مجھ سے ہوا آتی ہے۔
3. قَبِیحُ الْوَجْهِ ...... بدشکل ہوں (چہرہ خوبصورت نہیں ہے)
4. لَا مَالَ لِیْ ...... میرے پاس کوئی مال نہیں، میں کنگال ہوں۔

اگر میں اپنی زندگی اللہ کو دے دوں اور اللہ کے راستے میں کٹ مروں تو میرا انجام کیا ہوگا......؟ کیا میرے جذبات کی بھی قدر کی جائے گی......؟ بظاہر بدشکل ہونے کے باوجود، کیا میرے چہرے کو بھی نوازا جائے گا......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے جذبات سن کر فرمایا: اگر تو اللہ کی راہ میں کٹ مرا تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنی خاص نعمتوں سے مالا مال جنت کا مہمان بنا دیں گے۔ یہ بات سن کر وہ اللہ کے راستے میں نکلا اور شہید ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی مبارک میت پر آئے اور آکر تاریخ ساز تین جملے کہے کہ جن کو اگر آب زر اور کستوری کی سیاہی سے بھی لکھا جائے تو حق ادا نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1. قَدْ بَیَّضَ اللّٰهُ وَجْهَكَ ...... تحقیق اللہ نے تیرے چہرے کو سفید، روشن کر دیا۔
2. وَطَیَّبَ رِیْحَكَ ...... اور تیری ہوا کو خوشبودار بنا دیا یعنی تجھ سے نکلنے والی خوشبو کا مقابلہ کستوری بھی نہیں کر سکتی۔
3. وَاَكْثَرَ مَالَكَ ...... تجھے بہت زیادہ مالدار بنا دیا ہے، جنت کی وہ حوریں کہ جن کے دوپٹے کی قیمت پوری دنیا نہیں دے سکتی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ان بے مثال حوروں کا مالک بنا دیا ہے۔

(المستدرك : 2/93 ، صحیح الترغیب والترهیب: 2/ 68 رقم الحدیث: 1318)

میرے سامعین ......!

حقیقت میں عزت وآبرو انہی لوگوں کی ہے کہ جنہوں نے کلمہ پڑھ کر اپنے چہرے کا رخ دین اور دین کی بلندی کی طرف کرلیا ہے۔ بظاہر وہ غریب اور بدشکل ہی نظر کیوں نہ آئیں حقیقت میں وہ اعلیٰ شخصیت اورنورانی چہروں کے مالک ہوتے ہیں۔

صاحبِ دل کیا خوب کہتا ہے:

کالے رنگ نوں نہ معیوب سمجھو
مومن دی داڑھی دا اِک اِک وال کالا

کالے رنگ وچ جے عیب ہُوندا
پیدا کردا ناں رب بلال کالا

بھلا ماں او چُمدی چٹ دی نئیں
جس ماں دا ہووے بال کالا

کالے رنگ دے وچ نئیں عیب لوکو!
جے کر ہووے ناں نامہ اعمال کالا

نافرمان چہرے:

کلمہ پڑھ کر بھی اپنا حلیہ اور چہرہ رسول اللہ ﷺ کے حلیہ اور چہرے کے مطابق نہ بنانا بہت بڑی نافرمانی ہے۔ آج وہ لوگ کہ جنہوں نے اپنے چہروں کے رخ فحاشی کی طرف کیے ہوئے ہیں، اپنے چہروں کا رخ فاحشہ اور آوارہ عورتوں کی طرف کیا ہوا ہے، جن کے چہرے صبح وشام کیبل کے آگے اٹھتے اور جھکتے ہیں یقیناً وہ لوگ نافرمان چہروں کے مالک ہیں۔ ایسے لوگوں کے چہرے اللہ کے باغی اور اس کے رسول ﷺ کے باغی ہیں۔ بالخصوص داڑھی کے حوالے سے میں ایک گزارش ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ فقہی ترجیحات کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہ داڑھی شعار ہے یا فرض ہے ....؟ واجب ہے ...... یا ضروری......؟ میں صرف اتنی بات ضرور کہنا چاہوں گا کہ جس کے چہرے پر داڑھی نہیں ہے

وہ چہرہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے مطابق نہیں ہے۔ ایسے انسان کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے واضح حکم کی مخالفت کر رہا ہے جو کہ سراسر ذلت اور تباہی کا راستہ ہے۔

آیئے......! اپنے چہروں کو اللہ کی طرف کرتے ہوئے، اپنے چہروں کو رسول اللہ ﷺ کی صورت کے مطابق بنائیں، اللہ کے بندو! مغرب، یورپ اور دیوث لوگوں کی خوشنودی کے لیے اور بدکردار اور بدعمل لوگوں کی نقالی کرتے ہوئے داڑھی جیسے مبارک اور نیک عمل میں کوتاہی نہ کرو، اگر داڑھی اس قدر معیوب ہوتی جس قدر معیوب آپ نے سمجھ لی ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پُر انور چہرے پر کبھی نہ ہوتی۔ یاد رکھو! جن کے چہروں پر سنت کے مطابق گھنی داڑھی نہیں یا وہ داڑھی کو معاف نہیں کرتے ایسے لوگ اور ایسے چہرے فاسق، فاجر اور نافرمان ہیں۔

بے پردہ عورت کا چہرہ:

آج خطبے میں صرف یہی بات ہو رہی ہے اپنے چہروں کو اللہ تعالیٰ کا تابعدار بناؤ، اپنے چہروں کو اللہ کے حوالے کر دو وہ اپنی رحمت کے سب خزانے تمہارے حوالے کر دے گا۔ مسلمان مائیں بہنیں اچھی طرح سمجھ لیں! کہ جو عورت اپنے چہرے کو غیروں کے سامنے ننگا کرتی ہے ایسی عورت فاسقہ، فاجرہ اور نافرمان ہے۔ اس کا چہرہ اللہ تعالیٰ کا تابعدار نہیں بلکہ غیروں کا تابعدار ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا تابعدار ہوتا تو اس چہرے پر غیروں کی نظریں نہ پڑتیں۔ صد افسوس! کہ آج مسلمان کی بیٹی بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے اور دنیا کے فاسقوں اور فاجروں کے دلوں کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بے غیرتی اور دیوثیت اور کیا ہو سکتی ہے......؟

آخر میں یاد رہے!

دنیا میں اللہ ہی کی طرف جھکنے والے چہرے، اللہ ہی کے احکامات کی پابندی کرنے والے چہرے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی پاسداری کرنے والے چہرے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پُر نور چہرے کا دیدار کریں گے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے چہرے کی

زیارت فرمائیں گے۔آج اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کا تابعدار بنائیں، جنت میں دیدارِ الٰہی کی لذت نصیب ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دعا:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ کی شان والے اپنے مبارک چہرے کو اللہ کے حضور رکھ کر دعا کیا کرتے تھے۔آج خطبہ کے آخر میں آپ اس دعا کو غور سے سنیں اور بار بار پڑھا کریں،آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے:

وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ

(المعجم الكبير: 5/119حديث: 4803، مسند الشاميين: 2/315حديث: 1481، 2013، كنز العمال: 2/219حديث: 3841، صحيح الجامع الصغير: 1301)

''تیرے بزرگی والے چہرے کو دیکھ کر جو لذت نصیب ہوگی میں اس کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔''

آؤ......! اپنے چہروں کا رخ اللہ کی طرف کریں،کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کو یہ نہ کہے: میرے غافل بندے تو نے تو دنیا میں ہماری طرف چہرہ ہی نہ کیا جس کو ہم پنجابی میں کہتے ہیں''ساڈھے وَل مُنه اِیں سِدّھا نئیں کیتا'' آج گھروں کو جانے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ آپ کا چہرہ اس قابل ہے کہ آپ کل کو یہ چہرہ اپنے رب کو دکھا سکیں......؟ اگر ہے تو بہت خوشی کی بات ہے اور اگر چہرے پر نافرمانی اور بغاوت کے دھبے ہیں تو ان کو آج ہی صاف کرلیں۔پھر جنت بھی نصیب ہوگی اور جنت میں اللہ کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ایک شیریں بیان اپنے انداز میں کیا خوب کہتا ہے:

اسلام جنہاں چہریاں تے نافذ ہوئے گا
عرش والا اوہناں دا تے حافظ ہوئے گا

نعمتاں ہزاراں تے شمار کوئی نئیں
اونہاں جیا اُچّا باوقار کوئی نئیں

جیدے چہرے تے غلامی دے آثار ہون گے
اوہدے لئی رحمتاں دے پلّے بے شمار ہون گے

چہروں کے بل جہنم:

قیامت کے روز عدالت الٰہی کے مجرم کئی طرح کے ہوں گے۔ دنیا میں جیسا جیسا جرم تھا اسی کے مطابق ذلت ورسوائی والا سلوک کیا جائے گا اور بعض بدبختوں کو الٹے منہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ قرآن وحدیث میں اس مفہوم کے کئی الفاظ ہیں

يُكَبُّ النَّاسُ عَلَى وُجُوْهِهِمْ
''کئی لوگ چہروں کے بل جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے''

اور یقیناً یہ وہی لوگ ہوں گے کہ جن کے چہرے دنیا میں آوارہ تھے اور جن کے چہروں کا رخ حرام کاموں کی طرف تھا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حرام کاموں سے بچائے اور مجھے اور آپ کو تابعدار چہرے سے اپنا دیدار نصیب فرمائے۔ آمین!

وآخِرُ دعوانَا انِ الحمد للّٰہِ ربِّ العالمِینَ

☼ ☆ ☼ ☆ ☼

خطبہ نمبر
5
اللہ تعالیٰ کی طرف سے
گولڈن آفر 1

(حصہ اول)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے گولڈن آفر

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورۃ نساء: 40)

''بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو وہ اسے دُگنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔''

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت و بخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

کامیاب انسان وہ ہے جو جی بھر کر نیک اعمال کرتا ہے اور کسی بھی نیکی کے کرنے میں پیچھے نہیں رہتا۔ لیکن آخر انسان کمزور ہے کئی اہم اعمال کرنے میں اس سے غفلت ہو جاتی ہے اور دنیاوی مصروفیات کی وجہ سے وہ بعض اعلیٰ نیک اعمال کرنے سے محروم رہتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کمال محبت فرماتے ہوئے بیشمار ایسی گولڈن آفریں بھی کی ہیں کہ اگر انسان اہم اور اعلیٰ نیک عمل کسی وجہ سے نہیں کرسکتا تو وہ ایک مختصر اور آسان عمل کرلے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اعلیٰ اور بلند و بالا نیک عمل جتنا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی یہی نظام ہے کہ مالک کسی وقت اپنے ملازم کے چھوٹے سے بول، قول اور عمل سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ وہ راضی ہو کر اس کو بہت زیادہ انعام سے نواز دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی بسا اوقات ننھے منھے سے عمل کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ اپنے بندے کو بہت بڑے عمل جتنا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔

آج کا موضوع اللہ کی طرف سے عظیم خوشخبری ہے اور اس کے نیک بندوں کے لیے سنہری موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گولڈن آفر اور فخریہ پیشکش سے فائدہ اٹھا کر اپنے دامن اور اعمال نامے کو اجر و ثواب سے بھر لیں اور ہر مسلمان کو ہمہ وقت اجر و ثواب کی تلاش میں ہی رہنا چاہیے۔ دنیا کی بڑھتی ہوئی محبت نے ہم کو اجر و ثواب سے اس قدر محروم کر دیا ہے کہ آج کا مسلمان دکاندار یا حکمران کی آفر سے تو فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اپنے رب رحمٰن کی دی ہوئی آفر سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ جبکہ بحیثیت مسلمان ہم کو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سہولتوں اور آفروں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اور قرآن مجید کا مطالعہ ہم پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اجر و ثواب دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے، اگر نیت اچھی اور سچی ہو تو چھوٹے چھوٹے اعمال پر اجرِ کثیر عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو بار بار اس بات کی تسلی دیتے ہیں کہ اے میرے بندو! نیک اعمال کرتے رہو اور نیک اعمال

میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے رہو میں تمہیں اجر وثواب اور بلند درجات عطا کرنے میں انتہا کر دوں گا۔ میں خطبہ کے شروع میں آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے پیار اور اللہ تعالیٰ کی اجر وثواب کے حوالہ سے اپنے بندوں کو دی ہوئی تسلی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو اس قدر چاہت، عقیدت اور محبت سے سنو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سابقہ زندگی کے گناہ معاف کر دے اور آئندہ زندگی کی پریشانیاں دور فرما دے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❶ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (آل عمران: 171)

''اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

لوگو! کوئی قدر کرے یا نہ کرے اس بات کی پروانہ کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اس تسلی پر غور کرو وہ فرما رہا ہے کہ میں اپنے مومن بندے کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ میرا بندہ حالتِ ایمان میں جو بھی نیک عمل کرتا ہے میں اس کو محروم نہیں رہنے دیتا۔ بلکہ فرمایا:

❷ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ○ (زمر: 74)

''عمل کرنیوالوں کا اجر بہت ہی اچھا ہے۔''

پہلے فرمایا: ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں ہوتا پھر فرمایا عمل کرنے والوں کا اجر بہت ہی خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ کس قدر اچھا اور کس قدر خوب ہے......؟ تیسرے مقام پر غور فرمائیں:

❸ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○ (التین: 6)

''مگر جنہوں نے ایمان کی حالت میں نیک اعمال کیے ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔'' **سبحان اللہ!**

واہ اللہ......! میں تیرے پیار پر قربان جاؤں، فرمایا اجر ضائع نہیں ہوگا، اجر

بہت ہی اچھا ہوگا اور اس قدر اچھا ہوگا کہ وہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا اور چوتھے مقام پر فرمایا: ایمان کی حالت میں عمل کرنے والوں کا اجر بہت بڑا ہوگا۔

❹ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل:9)

''اور وہ خوشخبری دیتا ہے ایمان والوں کو جو نیک اعمال کر رہے ہیں بلاشبہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

سامعین غور فرمائیں......!

کہ جس کو اللہ بہت بڑا اجر کہیں اس کی وسعت و گہرائی اور اونچائی کیا ہوگی۔ بس یہ دعا کیا کریں کہ اے میرے مولا! میں جیسا بھی ہوں آخر حالت ایمان میں کچھ نہ کچھ نیک اعمال ضرور کرتا ہوں۔ مجھے اپنی رحمت سے اجرِ کبیر عطا فرما۔ اسی سورۃ کے آگے سورۃ کہف میں یوں فرمایا:

❺ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ○ (الكهف:2)

''اور وہ خوشخبری دیتا ہے ایمان والوں کو جو نیک اعمال کر رہے ہیں، یقیناً ان کے لیے اچھا اجر ہے۔''

پہلے فرمایا: بڑا اجر ہے، پھر فرمایا: اچھا اجر ہے، آگے چلیں کئی ایک مقامات پر فرمایا کہ میرے عمل کرنے والے بندوں کے لیے بزرگی والا اجر ہے۔ بڑی ٹھاٹھ باٹھ اور عزت والا اجر عطا کیا جائے گا۔

❻ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ○ (احزاب: 44,43)

''اور وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا

استقبال سلام سے ہوگا اور اس نے ان کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔"

اور کہیں فرمایا:

(۷) وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (نساء: 146)

"اور عنقریب اللہ ایمان والوں کو عظمت والا اجر عطا فرمائیں گے۔"

سامعین کرام......!

غور فرمائیں کہ ہمارے مولا و داتا نے کس طرح ہمارے نیک اعمال کی قدردانی کی انتہا کردی اور کیسے پیارے انداز میں تسلیاں دیں، وعدے فرمائے اور بشارتیں سنائیں کہ میں تمہارے اجر کو ضائع نہیں کروں گا، اچھا اجر دوں گا، ایسا اچھا جو کبھی ختم نہ ہو، بہت بڑا اجر دوں گا، بہت خوبصورت اور اچھا اجر دوں گا، باعزت اجر دوں گا اور عزت و عظمتوں سے مالا مال اجر دوں گا۔ لوگو! آج اگر لوگ تمہارے نیک اعمال کی قدر نہیں پہچانتے تو گھبرایا نہ کرو، اگر آج لوگ تمہیں حقیر سمجھ کر ٹرخا دیتے ہیں تو پریشان نہ ہوا کرو تمہارا قدردان عرش پر ہے اور وہ عنقریب تمہیں نوازنے، اجر و ثواب دینے اور بلند درجات پر پہنچانے میں انتہا کردے گا۔

میں ان شاء اللہ الرحمٰن آج آپ کے سامنے پانچ اعمال ایسے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جو انتہائی مختصر اور آسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کے بدلے اپنے بندے کو پوری رات کے قیام کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ یعنی جتنا ثواب قیام اللیل اور نماز تہجد پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس قدر ثواب ان اعمال کے کرنے پر بھی عطا فرماتے ہیں اور قابلِ رشک کامیابی یہی ہے کہ ہم رات کو حسب توفیق قیام بھی کریں اور ساتھ ساتھ پورے اہتمام سے ایسے نیک اعمال بھی کریں کہ جن کے کرنے پر رات کے قیام اور رات کی عبادت کا اجر و ثواب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس گولڈن آفر کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ رات کی نماز اور رات کا قیام صرف اس وجہ سے چھوڑ دیں کہ چونکہ ہمیں اس قدر اجر و ثواب تو دیگر اعمال سے حاصل ہو ہی جاتا ہے لہٰذا قیام کا کیا فائدہ......؟ ایسی

سوچ کمزور ایمان کی نشانی ہے۔ رات کو قیام بھی کرو اور کثرت سے ایسے اعمال بھی کرو جو رات بھر کے قیام کے برابر اجر و ثواب رکھتے ہیں۔

پہلا عمل:

کتاب و سنت کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص اچھی نیت کر لے اور وہ کسی وجہ سے نیت کے مطابق عمل نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ محض نیت کی وجہ سے عمل کرنے جتنا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ ہماری شریعت میں اچھے ارادے اور نیک نیت کو حد درجہ عزت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے قیام اللیل کی سچی نیت کر لے لیکن وہ نیند کے غلبے کی وجہ سے قیام نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ سچی نیت کی وجہ سے قیام اللیل کا پورا اجر و ثواب عطا کر دیتے ہیں۔ سیدنا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَتَى فِرَاشَهُ وَهُوَ يَنْوِي اَنْ يَّقُوْمَ فَيُصَلِّيَ مِنَ اللَّيْلِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ حَتّٰى يُصْبِحَ كُتِبَ لَهُ مَا نَوٰى وَكَانَ نَوْمُهُ صَدَقَةً عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ

(سنن النسائی، الصلوۃ: 1344، سنن ابن ماجہ، الصلوۃ: 1788)

''جو اپنے بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ وہ رات کو نماز پڑھے گا لیکن صبح تک نیند اس پر غالب آ گئی تو جو سوتے وقت اس نے نیت کی تھی تو اس کا اجر اس کے لیے لکھ دیا جائے گا اور اس کا سونا اس کے رب کی طرف سے اس کے لیے صدقہ ہو گا۔''

سامعین کرام......!

اللہ کی نرمی، اللہ کی محبت اور اللہ کی طرف سے گولڈن آفر پر ذرا غور فرمائیں کہ

رب تعالیٰ اچھی نیت والوں کو کبھی محروم نہیں رہنے دیتے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ آج قیام اللیل کرنا تو درکنار قیام اللیل کی نیت کر کے سونے کی توفیق بھی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس آفر سے فائدہ اٹھاؤ اور سچی نیت کر کے لیٹو طلوع فجر سے چند منٹ پہلے بھی آنکھ کھل جائے تو کم از کم دو نفل پڑھ لو اور اگر وہ بھی رہ جائیں تو محرومی نہیں اللہ تعالیٰ اپنی کمال رحمت سے نیند کو صدقہ بنا دیں گے اور نیت کے مطابق قیام اللیل کا ثواب عطا کریں گے۔

سچی نیت اور درجۂ شہادت:

نیت کی بات چل رہی ہے تو ضمناً ایک مبارک حدیث بھی سماعت فرمالیں!

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَئَلَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَلشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ شُهَدَآءِ وَاِنْ مَّاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ (صحیح مسلم، الامارۃ: 1909)

''جس نے سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کو طلب کیا اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مرتبوں تک پہنچا دے گا اگرچہ اس کو اپنے بستر پر موت آگئی ہو۔''

سبحان اللہ! یہ ہے حسنِ نیت کی برکت، یہ ہے سچی نیت کا بدلہ۔ جس طرح قیام اللیل کی سچی نیت ہو تو اس کے رہ جانے پر بھی پورا اجر و ثواب ملتا ہے اسی طرح شہادت کا سچا جذبہ ہو تو بستر پر مر کر بھی بندہ شہداء کے درجات پر پہنچ جاتا ہے۔

فتنوں کا دور اور نیت:

فتنوں کا دور ہے نیت کے حوالے سے ایک اور صحیح البخاری کی حدیث سنا دینا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو اچھی نیت والوں کے نیک انجام اور اعلیٰ مستقبل کی خبر ہو سکے۔ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ امام الصادقین، الصادق المصدوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ کبھی کبھار نیکوکار لوگ بھی عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور بدوں کے ساتھ وہ بھی مر جاتے ہیں، لہٰذا اس کا یہ مطلب نہیں چونکہ وہ بدوں کے ساتھ عذاب میں اللہ کی لپیٹ

میں آ گئے، لہٰذا وہ بھی بدکار شمار کیے جائیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ:

ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ

''پھر قیامت والے دن ان سے معاملہ ان کی نیتوں کے مطابق کیا جائے گا۔'' (صحیح البخاری، البیوع: 2118)

بہرصورت اچھی نیت میں برکت، سعادت اور رحمت ہے۔ رات کو قیام اللیل کی نیت کر کے لیٹنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیام اللیل کے پورے ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگرچہ کسی وجہ سے اس کا قیام فوت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ آیئے! اس گولڈن آفر سے فائدہ اٹھایئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں! وہ تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورۃ نساء: 40)

''بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو وہ اسے دگنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔''

دوسرا عمل:

دوسرا مبارک عمل کہ جس کی برکت سے رات بھر کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے وہ بھی حد درجہ آسان اور مختصر ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَرَءَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوْتُ لَيْلَةٍ

(مسند احمد، سنن الدارمی: 3451، فضائل القرآن، مسند احمد: 4/103، صحیح الجامع الصغیر: 4668)

''جس نے رات میں 100 آیات کی تلاوت کی اس کے لیے رات کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔''

کیسی آسان اور گولڈن آفر ہے کہ مسلمان رات کے کسی بھی حصہ میں سوتے وقت یا درمیان رات یا رات کے کسی بھی پہر میں 100 آیات پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ پوری رات کی عبادت کا اجر وثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ 100 آیات پڑھنا انتہائی آسان ہے۔ آخری پاروں میں سے اگر پڑھ لی جائیں تو یہ اور زیادہ آسان ہیں کیونکہ آخری پاروں کی آیات بنسبت پہلے پاروں کے زیادہ چھوٹی ہیں۔ کوئی شخص زیادہ سے زیادہ 10 منٹ میں 100 آیات تلاوت کر کے اس گولڈن آفر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مزید روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات میں قرآن پاک پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا:

مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَمَنْ قَامَ بِاَلْفِ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِيْنَ (سنن ابو داود، الصلوة: 1398، سنن الدارمی، فضائل القرآن)

''جو شخص دس آیات کے برابر قیام کرے تو وہ غافلوں میں سے نہیں اور جو قیام میں 100 آیات تلاوت کرے وہ فرمانبرداروں میں سے ہے اور جو شخص قیام میں 1000 آیات تلاوت کرے تو وہ ذخیرہ کرنے والوں میں سے ہے۔''

بعض روایات میں قَامَ کی جگہ قَرَءَ کا لفظ بھی ہے، یعنی اگر کوئی شخص قیام کے علاوہ اتنی آیات پڑھے گا تو وہ بے پناہ اجر وثواب اور قدر ومنزلت سے نوازا جائے گا کیونکہ ہمارے عرش والے سچے داتا کا ارشاد بھی یہی ہے کہ وہ جذبات کی بے قدری اور حق تلفی نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ نساء: 40)

''بیشک اللہ تعالیٰ ذرا بھی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو وہ اسے دگنا

بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔"

تیسرا عمل:

دونوں عمل جو کہ میں بیان کر چکا ہوں ان کا تعلق رات کے ساتھ ہے۔ آیئے! اب میں آخری تین ایسے اعمال بیان کروں کہ جن کا تعلق دن کے ساتھ ہے۔ انسان بڑی آسانی سے دن بھر میں مختصر عمل کر کے رات بھر کے قیام اور رات بھر کی عبادت کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ ہماری شریعت میں سنن ونوافل کی بہت زیادہ اہمیت، افادیت اور برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کے بھی حد درجہ شائق تھے۔ حتی کہ نوافل اتنے لمبے پڑھتے کہ آپ کے پاؤں پھٹنے کو آ جاتے تھے۔ آج ہماری منجملہ کوتاہیوں میں سے ایک بڑی کوتاہی یہ بھی ہے کہ ہمارا دل آوارگی میں تو بہت زیادہ بہلتا ہے لیکن نوافل میں ہمارا جی نہیں لگتا۔ دو نفل پہاڑ سے زیادہ بوجھل سمجھے جاتے ہیں۔ جبکہ نوافل کی برکت سے نہ حل ہونے والی پریشانیاں بھی بہت جلد دور ہو جاتی ہیں۔ گولڈن آفر کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ يَعْدِلْنَ بِصَلَاةِ السَّحَرِ

(مصنف ابن ابی شیبہ: 5940، سلسلہ احادیث صحیحۃ: 1431)

"ظہر سے پہلے کی چار رکعات سحری کی نماز کی برابری کرتی ہیں۔"

ذی وقار سامعین حضرات! کس قدر عظیم آفر ہے کہ ظہر کی نماز سے قبل چار رکعات پڑھ لینے سے نماز تہجد پڑھ لینے کے برابر ثواب نصیب ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے تاجروں کو کیسی فخریہ پیشکش بیان فرمائی کہ وہ ظہر سے قبل تھوڑا سا اہتمام کر کے مسجد میں یا گھر میں چار رکعات پڑھ لیں تو اجر وثواب کے انباروں سے نواز دیا جاتا ہے۔ دیگر روایات میں ظہر سے قبل اور بعد نوافل پڑھنے کے کئی ایک فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو دو احادیث سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں:

كَانَ يُصَلِّي اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَصْعَدَ لِي فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ (جامع ترمذی۔ ابواب الصلوۃ: 4/78)

”آپ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور فرمایا: یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پس میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرے نیک اعمال اوپر چڑھیں۔“

اور اسی طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (سنن ابی داود: 1269، جامع ترمذی: 427)

”جس نے ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد چار رکعات میں ہمیشگی کی اللہ اس کو آگ پر حرام کر دے گا۔“

بہرصورت ظہر سے قبل چار رکعات پڑھی جائیں، نفل سنت ملا کر تعداد چار ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے نماز تہجد کے برابر اجر وثواب عطا کرتے ہیں اور یہ بہت بڑی گولڈن آفر ہے اس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ جس قدر اہتمام وخلوص سے یہ چار رکعات پڑھی جائیں گی اسی قدر بلند شان اور اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔ کیونکہ عرش والا کسی کا حق رکھنے والا نہیں اس کا تو اعلانِ عام ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورۃ نساء: 40)

”بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو وہ اسے دگنا

بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔"

چوتھا عمل:

چوتھے عمل کا تعلق حسنِ سلوک کے ساتھ ہے۔ جو شخص بیوہ عورتوں اور مسکین لوگوں کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ ان کے کام آتا ہے اور ان کے ضروری مسائل کو سلجھاتا ہے اور بظاہران بے سہارا لوگوں کو اللہ کی رضا کے لیے سہارا دینے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس کوشش کو رات بھر کی عبادت سے تعبیر کرتے ہوئے پوری رات کے قیام کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔ یعنی ہمارے دین میں اس کمزور طبقہ کی معاونت ونصرت اتنی بڑی نیکی قرار دی گئی ہے کہ دن کو روزے رکھنے والے اور راتوں کو قیام کرنے والے پاکیزہ لوگوں کے اس کو برابر کا قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظ سے متعدد روایات ہیں جن میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّاعِی عَلَی الْاَرْمِلَةِ وَالْمَسَاکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ کَالَّذِیْ یَصُوْمُ النَّهَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ - اَوِ الْقَائِمِ اللَّیْلِ لَا یَفْتُرُ اَوِ الصَّائِمِ النَّهَارِ لَا یُفْطِرُ

(صحيح البخاري: 6007,6006,5353 صحيح مسلم: 2982)

"بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنیوالا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے یا اس شخص کی مانند ہے جو دن بھر روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے یا ایسے قیام کرنیوالے کی طرح ہے جو قیام سے تھکتا ہی نہیں اور ایسے روزے دار کی طرح ہے جو کبھی اپنا روزہ چھوڑتا ہی نہیں۔"

بیوہ اور مسکین کی مدد کرنے والا تین اعلیٰ درجہ کے عبادت گزاروں میں سے ہے۔

❶ جہاد کرنیوالے کی مانند، یعنی جتنا اجر میدان جہاد میں مجاہد کو حاصل ہوتا ہے

اسی کی مانند بیوہ ومساکین کے لیے مصروف عمل رہنے والا اجروثواب حاصل کر لیتا ہے۔ یہ کتنی بڑی گولڈن آفر اور فخریہ پیشکش ہے۔

❷ رات بھر کے قیام کے برابر، سبحان اللہ! سلام ہو ایسے پیغمبر پر جو اللہ کی طرف سے دکھی انسانیت کے معاون کے لیے کیسے کیسے تحفے اور رتبے لے کر آیا۔

❸ دن بھر روزہ رکھنے والے کی مانند، یعنی جتنا اجر گرمیوں کے لمبے دن میں چودہ پندرہ گھنٹے کا روزہ رکھ کر ملتا ہے اتنا اجروثواب آپ آدھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ میں کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ حسن سلوک کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ اکبر

سامعین حضرات......!

بیواؤں اور مساکین کے کام آنا کس قدر بڑا عمل ہے۔ ان کی معاونت میں مصروف شخص وہی اجروثواب اور درجات پاتا ہے جو درجات اور جو ثواب دن بھر روزہ اور رات بھر قیام کرنیوالے کو نصیب ہوتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا فضول کام سمجھتے ہیں اور بیواؤں، مساکین کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ان کے نزدیک ضروری نہیں ہوتا جبکہ یہ سوچ سراسر تعلیمات اسلامیہ کے خلاف ہے۔ ایسا مفاد پرست انسان محض عبادت سے کم ہی کامیاب ہوتا ہے کیونکہ عبادت حقیقت میں درددل اور انسانیت کی خدمت کا درس دیتی ہے۔ ہمارے دین نے بالخصوص ایسی عورتوں کا خیال رکھنا کہ جن کے شوہر فوت ہو چکے ہیں اور ان کی گود میں ننھے منے بچے ہیں اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیا ہے۔ اور ہمارے ہاں ایک اور بہت بڑی ناانصافی اور حق تلفی بھی ہے کہ بیوہ عورتوں کے آگے نکاح کرنے میں بالکل کوئی پیش رفت نہیں کی جاتی، یہی وجہ ہے کہ اکثر عورتیں اپنے شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد دردر پر ذلیل ہوتی رہتی ہیں یا پھر بدی کی راہ پر چل پڑتی ہیں۔ کئی جعلی دیندار بھی اپنے خاندان کی بیوہ عورت کو آگے نکاح میں دینا معیوب سمجھتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیوہ عورتوں کے تعاون کے لیے جو کوششیں کی جاتی ہیں ان میں سے سب سے مبارک اور اہم کوشش یہ ہے کہ کسی مناسب جگہ پر آگے

اس کا نکاح کر دیا جائے۔ تاکہ وہ غیر پر بوجھ بننے کی بجائے اور بربادی کی بجائے آبادی کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھ سکے۔ قرآن مجید میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (نور: 32)

''اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو۔''

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ دکھی اور بے سہارا انسانیت کی خدمت کو بھی عبادت اور نیکی سمجھ کر عام کیا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں اللہ پاک کی طرف سے یہ کمال رحمت ہے کہ اس نے اس فریضے کو بھی ہمارے لیے بلند اجر و ثواب کا باعث بنا دیا ہے۔

جو شخص جتنے جذبے سے کسی مسکین یا بیوہ عورت کے ساتھ خیر کا معاملہ کرے گا اور ان کے معاملات کو سدھارنے کے لیے وقت نکالے گا اللہ تعالیٰ اسی قدر اس کو نوازتے چلے جائیں گے اور ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (سورۃ نساء: 40)

''بیشک اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو وہ اسے دُگنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔''

پانچواں اور آخری عمل:

ہماری شریعت میں خطبہ جمعۃ المبارکہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اول وقت پر خطبہ جمعہ کو آنے والے کو بہت زیادہ اجر و ثواب کی بشارتیں سنائیں ہیں۔ بخاری و مسلم میں تو یہاں تک آپ ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ

''جو اول وقت میں پورے شوق اور اہتمام کے ساتھ خطبہ جمعہ کے لیے آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک پورے اونٹ کی قربانی کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔''

اب اونٹ کی قیمت کم از کم ایک لاکھ روپے ہے۔ اگر انسان صاحب بصیرت ہو تو وہ اس عظیم

سعادت سے کسی جمعہ بھی محروم نہیں رہ سکتا۔ کون ہے......؟ جو جان بوجھ کر اتنی بڑی فضیلت کو چھوڑ دے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''دوسری گھڑی میں آنے والے کو گائے کی قربانی کے برابر ثواب ملتا ہے اور تیسری گھڑی میں آنے والے کو سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے بعد امام کے آنے سے پہلے پہلے جو پہنچ جائے اس کو مرغی اور انڈے کے صدقہ کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ لیکن جب امام آ جائے تو بعد میں آنے والا بیان کردہ تمام فضیلتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

آپ حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیں!

فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاءُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ (صحيح مسلم: 881)

جمعہ والے دن فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور آنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں اور جب امام منبر پر جلوہ افروز ہو جائے تو وہ اپنے صحیفوں کو لپیٹ کر خاموشی سے خطبہ جمعہ سماعت فرماتے ہیں۔

سامعین کرام......!

پورے اہتمام سے جلد از جلد خطبہ جمعہ میں تشریف لائیں اور اس اعلیٰ درجہ کی فضیلت کو حاصل کریں اور آپ ذرا اس سے بڑھ کر اس حوالہ سے رحمٰن کی طرف سے جو مسلمان کے لیے فخریہ پیشکش اور گولڈن آفر ہے اس پر غور فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے چند آداب ایسے بیان فرمائے ہیں کہ جن کو ملحوظ خاطر رکھ کر جمعہ ادا کرنے والا اس قدر اجر و ثواب حاصل کرتا ہے کہ اس کے اجر و ثواب کو ماپنے اور تولنے کے لیے دنیا میں کوئی پیمانہ نہیں اور اگر میں یہ بات کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ فضائل اعمال میں آنے والی یہ حدیث سب سے زیادہ فضیلت اور اجر و ثواب والی ہے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور حدیث شریف کی متعدد کتب میں موجود ہے پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اس مبارک حدیث کو اپنے گلے کی

مالا اور سر کا تاج بنالیں۔حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَغَسَّلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَدَنَا وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا أَجْرُ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا۔

(مسند احمد: حدیث: 11/543-6954 جامع الترمذی۔الجمعة: 496، سنن النسائی۔الجمعه: 1382، سنن ابی داود۔الطهارة: 345، صحیح الترغیب: 693، صحیح الجامع الصغیر: 6405)

''جس شخص نے اچھی طرح غسل کیا اور خوب جلدی کی اور امام کے قریب ہوا توجہ سے سنا اور خاموش رہا تو اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور قیام کا ثواب ملے گا۔''

خطبہ جمعہ میں آنے والو! آج اس بے مثال حدیث کو اچھی طرح سمجھ کر لے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ دنیا اس حالت میں چھوڑ جائیں کہ آپ کا نام خطبہ جمعہ کو برباد کرنے والوں کی لسٹ میں لکھا گیا ہو۔اس حدیث میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ان پانچوں آداب کو بجالا کر خطبہ جمعہ سنتا ہے اس کو ایک ایک قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیاموں کا ثواب دیا جاتا ہے۔پانچوں آداب تفصیل سے سمجھیں!

❶ اچھی طرح غسل کرنا:

یعنی میل کچیل اتارنا اور پورے وجود کی اچھی طرح صفائی کرنا اور اگر بال یا ناخن زیادہ بڑھے ہوئے ہوں تو ان کو بھی صاف کرنا اس میں شامل ہے۔

❷ خوب جلدی آنا:

یعنی اول وقت میں امام کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے پہلے خطبہ سننے کے لیے مسجد میں پہنچ جانا۔

❸ امام کے قریب بیٹھنا:

یعنی امام کے منبر کے قریب بیٹھنا یا کم از کم پہلی صفوں کو ترجیح دینا، جگہ ہونے کے باوجود جان بوجھ کر پیچھے بیٹھنے والے یا باہر صحن میں دھوپ کی خاطر بیٹھنے والے اپنی حرکت پر غور کریں کہ وہ کتنے بڑے اجر وثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔

❹ توجہ سے سننا:

یعنی دل ودماغ کو حاضر کر کے بیٹھنا ایسا نہ ہو کہ جسم تو مسجد میں ہو لیکن دل بازار اور گھر کے معاملات میں اٹکا ہوا ہو۔ توجہ سے سننے کا مطلب دل ودماغ کی حاضری ہے۔

❺ خاموشی سے سننا:

یعنی باتوں سے مکمل اجتناب کرنا حتی کہ دوران خطبہ سری ذکر بھی نہ کرنا۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خطیب کے خطبہ دیتے ہوئے بھی تسبیح وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اسی طرح نعرہ بازی بھی ہرگز جائز نہیں اور بعض روایات میں پیدل چل کر آنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن اگر کوئی دور سے سوار ہو کر آجائے تو وہ یقیناً اس اجر سے محروم نہیں رہے گا۔ اسی طرح کچھ روایات میں اچھا لباس پہننے اور خوشبو لگا کر آنے کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے جو شخص جس قدر زیادہ اہتمام اور شوق سے آئے گا اسی قدر اجر وثواب حاصل کرتے ہوئے بلند رتبہ اور عالی مقام حاصل کرے گا۔ اس قدر کثیر اجر وثواب کے ساتھ ساتھ کہ ایک ایک قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیاموں کا ثواب ہے دوسری حدیث میں گناہوں کی بخشش کا بھی ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے دس دن کے گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم: 857)

لیکن افسوس! کہ ہزاروں میں سے چند افراد ایسے ہوتے ہیں جو پورے اہتمام اور ذوق وشوق سے بیان کردہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خطبہ جمعہ کے لیے آتے ہیں ورنہ اکثریت صرف کاروائی اور خانہ پری کے لیے اس وقت مسجد میں پہنچتی ہے جب خطیب صاحب بالکل اختتام پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جہاں اس قدر عظیم الشان

گولڈن آفر سے محروم ہوتے ہیں وہاں وہ کئی طرح کی وعیدوں کی زد میں بھی آجاتے ہیں۔
جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو۔ اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔''

اس آیت کی روشنی میں دوران جمعہ ہونے والی کمائی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ جو شخص بلاوجہ جمعات کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں ان کے لیے حدیث میں ایک اور شدید وعید ہے۔ آپ ﷺ نے بڑی سختی سے ارشاد فرمایا:

لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ۔

(صحيح مسلم-الجمعة: 865)

''لوگ جمعات چھوڑنے سے ضرور باز آجائیں وگرنہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ بلاشبہ غافل لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔''

سامعین کرام! کس قدر بدبختی ہے کہ انسان اپنی غفلتوں کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے اللہ کی توفیق اور مدد سے محروم کر دیا جائے۔

آیئے...... ! بیان کردہ آداب کے مطابق ہر خطبہ ادا کریں اور اجر وثواب کے انبار لگا دیں۔ اصل دنیا میں نفع اسی نے حاصل کیا جس نے اجر وثواب سے اپنے اعمال نامے کو بھر لیا۔ بے عمل شخص اگر بخش بھی دیا جائے تو اجر وثواب کے ذریعے جو حاصل ہونے والی بلندی ہے قیامت کے روز وہ اس سے محروم کر دیا جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ ہر طرح

ہماری نیکی کے قدردان ہیں اور اجر وثواب کے ضامن ہیں اور بڑھا چڑھا کر نوازنے والے ہیں تو ہمیں بھی محروم نہیں رہنا چاہیے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن زندگی رہی تو گولڈن آفر کے حوالے سے مزید پانچ اعمال اگلے خطبے میں بیان کیے جائیں گے۔

اللہ کے حضور دعا ہے کہ ہم نے جو سنا اور سنایا ہے اللہ تعالیٰ خلوص نیت سے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سبحان ربك رب العزت عما يصفون
وسلم على المرسلين والحمدُلله ربِّ العالمينَ

خطبہ نمبر
6
اللہ تعالیٰ کی طرف سے
گولڈن آفر 2

(حصہ دوم)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے گولڈن آفر

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○

(سورۃ فاطر: 29،30)

"جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا، تاکہ اللہ ان کو ان کا پورا اجر دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے۔ بیشک وہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

پچھلے خطبہ جمعۃ المبارکہ سے ایسے اعمال کا ذکر ہو رہا ہے کہ جو حد درجہ آسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور رحمت سے ان کو قبول فرما کر پوری رات کی عبادت اور قیام کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اہل اسلام کے لیے گولڈن آفر اور فخریہ پیشکش ہے۔ ان سنہری اعمال سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور یہ بات یاد رکھو! کہ دنیا آخرت بنانے کا نام ہے ہم میں سے کامیاب اور کامران شخص وہ ہے کہ جس کو دن رات اجر و ثواب کی فکر لگی ہوئی ہے اور وہ نیکی کرنے اور اجر و ثواب کو پانے میں ذرہ بھر کوتاہی نہیں کرتا، جو لوگ ایسی گولڈن آفروں سے بھی فائدہ نہ اٹھائیں یقیناً وہ نقصان اور خسارے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا تو اعلانِ عام ہے کہ میرے بندو! میری رضا جوئی کے لیے نیک کام کرو میں تم کو ان کا صِلہ اور بدلہ دوں گا اور اپنے فضل و کرم سے مزید اجر و ثواب عطا کروں گا۔ قرآن کے مبارک الفاظ پر غور فرمائیں!

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ○

(سورۃ فاطر: 30،29)

یعنی قرآن پڑھنے والے، نماز پڑھنے والے، ہر حال میں صدقہ و خیرات کرنے والے کبھی نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ ان کو ان کی محنتوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا بلکہ میں اللہ اپنے فضل سے ان کو زیادہ سے زیادہ دوں گا میرا کام ہی معاف کرنا اور قدردانی کرنا ہے۔ دوسرے مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (نور: 38)

"تا کہ اللہ انہیں ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور ان کو مزید اپنے فضل سے نوازے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔"

یعنی چھوٹے چھوٹے اعمال پر اپنے فضل وکرم کی وجہ سے زیادہ اجر وثواب عطا کرنا یہ عرش والے رحیم وکریم مولا کی شان ہے۔ قرآن مجید کے تیسرے مقام پر اپنے فضل کی وسعتوں کو یوں بیان فرمایا:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (نساء: 173)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کو وہ پورا پورا اجر دے گا اور وہ ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا۔"

سامعین کرام......!

آج اللہ کے فضل سے فائدہ اٹھالیں اور اپنے اعمال نامے کو اجر وثواب سے بھر لیں اور بالخصوص ایسی گولڈن آفریں کہ جو اس کی کمال رحمت کا نتیجہ ہیں ان سے کبھی محروم نہ رہیں۔ پچھلے خطبے کی طرح آج پھر میں چھ ایسے اعمال بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جو حد درجہ آسان ہیں لیکن ان کا اجر وثواب رات بھر کے قیام اور رات بھر کی عبادت کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کامل توجہ سے سن کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پہلا عمل:

جو شخص نماز عشاء اور نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے خوش نصیب کو پوری رات کے قیام کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مغرب کے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور مسجد میں ایک طرف اکیلے ہی بیٹھ گئے۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو

میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ تو آپ نے مجھے کہا: اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ
وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ

(صحیح مسلم۔ المساجد: 665)

''جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے آدھی رات کا قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی گویا کہ اس نے ساری کی ساری رات قیام کیا۔''

سامعین کرام......!

اس گولڈن آفر پر غور فرمائیں کہ عشاء اور فجر جماعت سے پڑھنے والا کس قدر اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذوق وشوق دیکھیں! کہ وہ مغرب کے بعد ہی مسجد میں آ کر بیٹھ گئے تا کہ عشاء کی جماعت رہ نہ جائے۔ یہ وہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جنہوں نے صحیح معنوں میں اللہ کے فضل وکرم اور اجر وثواب سے وافر حصہ پایا۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ کئی بد بخت لوگ ایسی پاکیزہ شخصیات کے بارے میں بھی ہرزہ سرائی اور بکواسات سے باز نہیں آتے۔ آپ بھی اس عمل پر پابندی کریں اور یہ عمل مشکل یا ناممکن نہیں بلکہ حد درجہ آسان ہے۔ جب نتیجہ میں پوری رات کے قیام کا ثواب ہو تو آدمی کا شوق اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ہلاکت ہے ایسے لوگوں کے لیے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں اور صبح آٹھ بجے کے آلارم پر بیدار ہوتے ہیں۔

یاد رکھو......! نماز فجر کو ضائع کرنے والے جہاں گولڈن آفر سے محروم رہتے ہیں وہاں حد درجہ نحوست اور بے برکتی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ صحیح البخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے جو شخص فجر ضائع کرتا رہا اور اس کا معمول ہی یہی ہے کہ وہ ڈیوٹی کے لیے الارم لگا کر سوتا ہے اور سورج نکلے بیدار ہوتا ہے اگر وہ اسی حالت

میں مرگیا تو وہ خباثت کی موت پا کر دنیا سے چلا گیا۔ آیئے! اس آفر سے فائدہ اٹھائیں اور قدردان مولا و داتا کے فضل وکرم سے فائدہ اٹھا کر اجر وثواب میں آگے بڑھ جائیں۔ وہ تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ○

(سورۃ فاطر: 30،29)

”جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا، تاکہ اللہ ان کو ان کا پورا اجر دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے بیشک وہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔“

دوسرا عمل:

امام کے ساتھ قیام کرنے والا یعنی باجماعت نماز تراویح پڑھنے والا شخص بھی پوری رات کے قیام، پوری رات کی عبادت کے اجر وثواب سے نوازدیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ یعنی رات کا کچھ حصہ امام کے ساتھ قیام میں گزارا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پوری رات کے قیام کا ثواب عطا کردیا۔ سنن اربعہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ حُسِبَ لَہٗ قِیَامُ اللَّیْلَۃِ ۔ (سنن ابی داود، شھر رمضان: 1375) وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّہٗ مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ فَاِنَّہٗ یَعْدِلُ قِیَامَ لَیْلَۃٍ

”جس شخص نے امام کے ساتھ مکمل قیام کیا وہ رات کے قیام کے برابر ہے۔“

(سنن ابن ماجہ۔ اقامۃ الصلوات: 1327)

سامعین کرام......!

رمضان المبارک کی بہاروں میں اس گولڈن آفر سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ بعض لوگ بلا وجہ نماز تراویح اور قیام اللیل میں غفلت کرتے ہیں جو کہ درست نہیں۔ رمضان المبارک میں رات کے قیام کو بہت زیادہ پسندیدہ نماز قرار دیا گیا ہے اور ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں قیام کرنے والے خوش نصیب کی سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ (صحيح البخاری۔صلوة التراويح: 2009)

”جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے کیا تو اللہ اس کے سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف فرما دیں گے۔“

ذی وقار سامعین کرام......!

جہاں پورا مہینہ اہل ایمان کے لیے گولڈن آفر ہے وہاں امام کے ساتھ قیام کرنا بھی بہت زیادہ اجر و ثواب کا حامل ہے۔ اگر آپ امام کے ساتھ قیام کرنے کے بعد ساری رات آرام بھی کرتے رہیں تو آپ کے نامۂ اعمال میں پوری رات کے قیام کا ثواب تحریر کیا جائے گا اور جو جتنے جذبے سے قیام کرے گا تو اجر و ثواب اس کے لیے اسی قدر زیادہ بڑھتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اللہ کے فضل کی کوئی انتہا نہیں جیسا کہ اعلان خداوندی آپ سماعت فرما چکے ہیں:

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (نور: 38)

”تا کہ اللہ انہیں ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور ان کو مزید اپنے فضل سے نوازے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب دیتا ہے۔“

تیسرا عمل:

رسول اللہ ﷺ نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے کہ اچانک اوپر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا تو فرمایا یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے۔ آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا اور اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا ہے جو آج سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترا۔ چنانچہ وہ فرشتہ آیا اس نے سلام کیا تو آپ علیہ السلام کو کہا:

أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ

(صحيح مسلم- صلاة المسافرين: 806)

”آپ کو دو نوروں کی خوشخبری ہو جو صرف آپ ہی کو دیے گئے ہیں آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں، کوئی بھی حرف تم اس میں سے نہ پڑھو گے مگر مانگی ہوئی چیز تم دیے جاؤ گے۔“

سبحان اللہ......! سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کس قدر فضیلت اور عالی مرتبت کی حامل ہیں۔ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتوں کے حوالے سے میں ایک گولڈن آفر بیان کرنا چاہتا ہوں۔

عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں دورانِ طواف میری ملاقات حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میرے سوال پر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْاٰیَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مَنْ قَرَءَ ھُمَا فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ

(صحیح البخاری۔ المغازی: 4008، صحیح مسلم: 808)

”رات کو جس نے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیں وہ اس شخص کو کافی ہو جائیں گی۔“

سامعین کرام......!

بخاری و مسلم کی اس حدیث کو دیگر روایات اور محدثین کی تشریحات کے مطابق اچھی طرح سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ دونوں آیتیں پڑھنے والے کو کافی ہو جائیں گی۔ سوال یہ ہے کہ کس چیز سے کافی ہو جائیں گی......؟ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں:

❶ اَجْزَاَتَا عَنْہُ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ بِالْقُرْآنِ

”قرآن کے ساتھ قیام اللیل سے وہ دونوں کافی ہو جائیں گی۔“

❷ اَجْزَاَتَا عَنْہُ عَنْ قِرَءَۃِ الْقُرْاٰنِ مُطْلَقًا سَوَاءً کَانَ دَاخِلَ الصَّلَاۃِ اَمْ خَارِجَھَا

”مطلق قرآن کی قراءت سے کافی ہوں گی چاہے قرآن کی تلاوت نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ۔

❸ کَفَتَاہُ عَنْ کُلِّ سُوْءٍ

”ہر برائی سے وہ کافی ہو جائیں گی۔“ یعنی ہر برائی سے بندہ محفوظ رہے گا۔

❹ کَفَتَاہُ عَنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ

”شیطان کے شر سے وہ کافی ہو جائیں گی۔“

❺ دَفَعَتَا عَنْہُ شَرَّ الشَّیْطَانِ وَالْجِنِّ

”وہ دونوں جنوں اور شیطانوں کے وسوسات اس سے دور کر دیں گی۔“

❻ کَفَتَاہُ مِنَ الْاٰفَاتِ

”ہر قسم کی آفات سے اسے وہ کافی ہو جائیں گی۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ تمام معانی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ البتہ قیام اللیل والی پہلی بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ دیگر روایات اسکی تائید میں وارد ہیں۔ (فتح الباری، فضائل القرآن: 9/71 حدیث: 5009)

خطبہ جمعہ میں آنے والو خوش نصیبو! خود اس بات پر غور کرو کہ ان مبارک آیات کو پڑھ کر سونا کس قدر شان و منزلت رکھتا ہے۔ ان کے پڑھنے میں کس قدر برکت، حفاظت، اللہ کی مدد اور اجر و ثواب کی کثرت ہے۔

آیئے......! اس گولڈن آفر سے فائدہ اٹھائیں اور راتوں کو پابندی کے ساتھ ان آیات کی تلاوت کریں۔ حفاظت بھی ہو گی اور پوری رات کے قیام کا ثواب بھی نصیب ہو گا۔ جس اللہ پر آپ کا ایمان ہے اس کی عنایت، فضل و کرم اور نوازشات کی کوئی حد نہیں وہ ہمیشہ اپنے بندوں کو اپنے خاص فضل و کرم سے بڑھا چڑھا کر اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔ اسی لیے تو قرآن بار بار یہی کہتا ہے:

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝ (نور:38)

”تا کہ اللہ انہیں ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور ان کو مزید اپنے فضل سے نوازے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔“

چوتھا عمل:

زندگی وہی ہے جو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کے لیے گزر جائے۔ دیگر اعمال کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی عزت و عظمت کو بھی کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد اور شہادت کے ایسے بلند و بالا درجات بیان فرمائے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر راہ خدا میں کٹنے کے لیے ہر مسلمان تیار ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہد کے

اجر وثواب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”کہ مجاہد کا اجر وثواب ایسے شخص کی طرح ہے جو روزہ رکھ کر اور قیام کرتے ہوئے تھکتا ہی نہیں۔“

یعنی مجاہد کو قدم قدم پر قیام کرنے والے اور روزہ رکھنے والے کی مانند اجر وثواب ملتا رہتا ہے۔ گولڈن آفر کے حوالے سے میں میدان جہاد کا ایک ایسا عمل بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کہ اللہ تعالیٰ مجاہد کو مہینہ بھر کے روزوں اور مہینہ بھر کے قیام کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔“

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ وَإِنْ مَّاتَ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَأَمِنَ الْفَتَّانَ (صحیح مسلم۔الامارۃ: 1913)

”اللہ کی راہ میں دن رات کا پہرہ مہینہ بھر کے روزوں اور رات کے قیاموں سے بہتر ہے۔ اور اگر پہرہ دیتے ہوئے وہ فوت ہو گیا تو جو وہ نیک عمل کرتا تھا وہ برابر جاری رہے گا اور اس کا رزق بھی جاری کیا جائے گا اور وہ فتنہ سے بچ جائے گا۔“

یعنی اللہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ مہینہ بھر کے روزوں اور مہینہ بھر کے قیام کے برابر ہی نہیں بلکہ بہتر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مرنے کے بعد بھی نیک اعمال کے اجر وثواب کا سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور شہید کی مہمان نوازی بھی ہوتی ہے اور وہ حساب وکتاب کی آزمائش اور عذاب وغیرہ سے سلامتی وعافیت میں رہتا ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو بھی یہ اعزاز حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسکی رحمتیں اور اس کا فضل وکرم ہمیں ہر وقت پکار رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (نور: 38)

''تا کہ اللہ انہیں ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اوران کو مزید اپنے فضل سے نوازے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔''

پانچواں عمل:

تمام اعمال کی طرح اچھا اخلاق اس قدر مبارک عمل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے بدلے میں جہاں انسان کے مقام اور وقار میں اضافہ فرماتے ہیں وہاں اس کو اجر وثواب بھی بے حد وحساب عطا کر دیتے ہیں۔ دین اسلام میں اچھے اخلاق کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت ہے۔ اچھا اخلاق برابری کا نام نہیں بلکہ اچھا اخلاق باوجود حق تلفی کے حسن سلوک سے پیش آنے کا نام ہے۔ یکطرفہ اخلاق میں اجر وثواب کی کثرت، برکت ہی برکت اور فتح کی طاقت بھی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حسن اخلاق کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے، صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ

(سنن ابی داود، الادب، حسن الخلق: 4798)

''بلاشبہ مومن اپنی اچھی عادات کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے کے درجہ کو پالیتا ہے۔''

کیا مطلب......؟ جس قدر اجر وثواب روزے دار اور قیام کرنے والے کو نصیب ہوتا ہے اسی قدر اجر وثواب اعلیٰ اخلاق اور اچھی عادات کے مالک انسان کو ہوتا ہے۔

افسوس......! کہ آج ہمارے معاشرے کی اکثریت اچھے اخلاق کے قیمتی اور

انمول سرمایہ سے محروم ہے۔ یاد رکھو! اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔

❶ ...... پست اخلاق:

❷ ...... اعلیٰ اخلاق:

❶ پست اخلاق یہ ہے کہ آدمی حسن سلوک کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے جب تھوڑی سی تکلیف پہنچی تو فوراً مقابلہ میں زیادہ تکلیف پہنچانا شروع کر دی، جن سے مفاد ہوا ہر وقت انہی کے ساتھ چمٹے رہے اور ان کی مدح وستائش اور تعریفات کے گیت گاتے رہے اور جب ذرا سا معاملہ خراب ہوا تو انہی کے خلاف صبح وشام حماقتیں، شرارتیں، خباثتیں، جہالتیں اور غیبتیں شروع کر دیں۔ یعنی Tit for Tat ادلے کا بدلہ جس کو ہم پنجابی میں ''جی کو جی'' کہتے ہیں۔ یاد رکھو! یہ اخلاق کا نچلا درجہ ہے۔ ایسے اخلاق پر راتوں کی عبادت کا ثواب نصیب نہیں ہوتا۔

❷ اعلیٰ اخلاق یہ ہے کہ آدمی کا ذہن ہمہ وقت نفع بخش ہو، اگر کسی کی طرف سے مزاج کے خلاف معاملہ بھی ہوا تو سوچ کو مثبت رکھا، معافی اور خیر والا معاملہ کیا، محروم کرنیوالے کو نواز کر رکھا اور ظلم وزیادتی کے باوجود نرمی اور محبت کا مظاہرہ کیا۔ یہ اخلاق کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور ایسے صاحب اخلاق کو ہی یہ اجر وثواب اور اعلیٰ درجات حاصل ہوتے ہیں۔

یاد رکھو......! اعلیٰ اخلاق کے تین اہم پہلو ہیں۔

1. عاجزی۔ ہمیشہ اپنے اندر جھکاؤ رکھنا، نرمی والی جانب کو غالب رکھنا۔
2. معافی۔ طاقت اور قوت کے باوجود صرف نظر کر دینا، قدرت پا کر بھی معاف کر دینا۔
3. اعلیٰ ظرفی۔ کسی کی گھٹیا حرکت کے باوجود اپنے مقام ومنصب اور اپنے ظرف کا خیال رکھنا یہی وہ اعلیٰ اخلاق کے اہم پہلو ہیں کہ جس مسلمان میں پائے جائیں تو اس کے نامۂ اعمال میں رات بھر کے قیام اور دن بھر کے روزوں کا اجر وثواب تحریر کر دیا جاتا ہے اور جیسے جیسے آپ اعلیٰ اخلاق کی بلندیوں کو چھوتے چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اجر وثواب کی بھی انتہا کر دے گا۔ وہ پیاری ذات تو ہمارے ساتھ یہی وعدہ کرتی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ○

(سورۃ فاطر: 30،29)

''جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی نقصان نہ ہوگا، تاکہ اللہ ان کو ان کا پورا اجر دے اور ان کے لیے اپنے فضل سے اور زیادہ کر دے بیشک وہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔''

اچھے اخلاق کے لیے دعائیں کرنا:

اچھے اخلاق کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر التجائیں کرنا چاہئیں اور دو ٹوک الفاظ میں اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا چاہیے کہ اے میرے مولا! میری حیوانیت ختم فرما کر مجھ کو انسانیت کے اعلیٰ درجات پر فائز فرما۔ کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو گھر بیٹھے نیک ماں باپ کی وجہ سے اچھے اخلاق کی دولت نصیب ہو جائے۔ وگرنہ اپنے نفس کو سمجھانے، سکھلانے اور اس کو اچھے اخلاق پر لانے کے لیے بہت محنت اور دعائیں کرنا پڑتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مسنون دعاؤں میں کئی ایک دعائیں ایسی ہیں کہ جن میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے حسن اخلاق کا سوال کیا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ! مجھے اچھے اخلاق کی دولت عطا فرما اور مجھ کو بری عادات سے محفوظ فرما۔ صحیح مسلم، سنن ابی داود اور نسائی شریف میں واضح الفاظ ہیں:

وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ (صحیح مسلم۔صلاۃ المسافرین: 771)

''میری اچھے اخلاق کے لیے رہنمائی فرما اچھے اخلاق کی رہنمائی تو ہی کرتا ہے برے اخلاق مجھ سے دور کر دے کیونکہ مجھ سے برے اخلاق دور کرنے والا تو ہی ہے۔''

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي

(مسند احمد: 1/403 ، صحیح ابن حبان: 3/959)

''اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے پیدائشی طور پر خوبصورت بنایا ہے میری عادات کو بھی خوبصورت بنا دے۔''

چھٹا عمل:

دین اسلام ہماری کچھ اس انداز میں تربیت کرتا ہے کہ ہم خود بھی نیک اعمال کریں اور دوسروں کو بھی نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لیے تو حکم فرمایا: ''اگر تمہیں ایک حدیث بھی یاد ہے تو وہ بھی آگے لوگوں تک بیان کرو۔'' آج کل لوگوں کی اکثریت کا یہ ذہن بن چکا ہے کہ دین کی طرف بلانا صرف علماء حضرات کا ہی کام ہے۔ ہم اس قابل کہاں کہ لوگوں کو دین کی طرف بلائیں۔ یہی وہ سوچ ہے جس نے اللہ کے دین کو کمزور کر دیا اور شیطانیت معاشرے پر غالب آ گئی ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ میں نے دونوں خطبوں میں جو ''10'' اعمال گولڈن آفر کے حوالے سے پیش کیے ہیں۔ جو شخص بھی ان کو آگے پہنچائے گا اور لوگوں کو بتائے گا اور جو شخص بھی بتلانے والے کی رہنمائی پر عمل شروع کر دے گا اللہ تعالیٰ بتلانے والے کو بھی پوری رات کی عبادت اور پوری رات کے قیام کا ثواب عطا فرمائیں گے اور میں سامعین سے امید رکھوں گا کہ وہ اس گیارہویں آفر سے فائدہ اٹھا کر موت تک اجر و ثواب کے انبار لگاتے رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ

(سنن ابی داود۔الادب: 5129)

”جس نے بھلائی پر رہنمائی کی اس کے لیے کرنے والے کے اجر کی طرح (اجر وثواب) ہے۔“

لہٰذا جب آپ کی دعوت پر کوئی شخص بھی بیان کردہ دس اعمال میں سے کوئی عمل کرے گا تو اسکی طرح آپ کو بھی پوری رات کی عبادت اور قیام کا ثواب ملے گا۔ صحیح مسلم میں ایک مختصر واقعہ بھی موجود ہے۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری سواری جواب دے چکی ہے۔ براہ کرم آپ مجھ کو سواری عنایت فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تو زائد سواری موجود نہیں ہے۔ ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں اس کو بتلاتا ہوں جو اس کو اپنے ساتھ سوار کرلے گا اور اس کی ضرورت بھی پوری ہوجائے گی۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ (صحیح مسلم۔الامارۃ: 1893)

”جتنا اجر اللہ اس سواری دینے والے یا سوار کرنے والے کو دے گا اس قدر اجر وثواب تجھے صرف رہنمائی کرنے پر مل جائے گا۔“

سامعین کرام......!

آج ضرورت ہے کہ خطبہ جمعہ میں آنے والا ہر شخص اللہ کے دین کا سچا داعی بن جائے، گھر والوں کی اور دوسرے احباب کی رہنمائی میں ذرہ بھر کوتاہی نہ کرے، یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ برائی پھیلانے والے، برائی پھیلانے میں ذرہ بھر شرم وحیاء محسوس نہیں کرتے بلکہ علی الاعلان لوگوں کو برائی کی دعوت دیتے ہیں بلکہ ہمارے ملک میں برائی کی باقاعدہ تشہیر ہوتی ہے۔ مگر افسوس! کہ سچائی اور حق والوں کو جب بھی آگے بات کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ ساری زندگی یہی کمزور بہانہ بنائے رکھتے ہیں کہ ”جی مجھے شرم آتی ہے“

سامعین کرام......!

اللہ کے دین کا داعی بننا رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی اور سب سے مبارک سنت ہے۔علم وعمل اور فضائل ومسائل کو سن کر خوب پھیلاؤ۔ قیامت کے روز تمہارا نام بھی دین کے داعیوں میں لکھ دیا جائے گا۔کیونکہ اللہ کے فضل وکرم کی کوئی انتہا نہیں۔اور ان شاء اللہ سوچ سے زیادہ اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔اسی لیے تو ہمارا مولا وداتا ہمیں بار بار یہی بشارتیں سناتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ○ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ○

(سورة فاطر: 30,29)

اللہ کے حضور دعا ہے کہ اللہ مجھے اور آپ کو زندگی بھر یہ تمام نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

سبحان ربك رب العزت عمايصفون

وسلم على المرسلين والحمدلله ربِّ العالمينَ

خطبہ نمبر
7
ابراہیمی بنو
اور بلندی پاؤ

ابراہیمی بنو اور بلندی پاؤ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○

(سورۃ البقرہ: 130)

”اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے؟ مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو احمق بنا لیا۔ حالانکہ ہم نے اس کو دنیا میں چن لیا تھا اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوگا۔“

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود و سلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا و امامنا فی الاخرۃ و امامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت و بخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان بنایا۔ مسلمان بننے کے بعد آج کل اکثر لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی قدر و قیمت کو سرے سے سمجھا ہی نہیں اور مسلمان بن کر بھی اپنی دنیا و آخرت برباد کر رہے ہیں۔ جن لوگوں نے کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام اور توحید کی عظمت کو سمجھا اور اس کی قدر و قیمت کو جانا اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں کو انمول بنا دیا اور ان کی شان و شوکت جہان والوں کے لیے قابل رشک بنا دی۔ مسلمان کے کرنے کا اصل کام بھی یہی ہے کہ وہ اسلام کی بلندی کے لیے، اللہ کے دین کی عظمت کے لیے اور شجر توحید کی آبیاری کے لیے اپنے تن من دھن اور مال و زر کی ہر قربانی پیش کر دے۔

حضرات......! سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کو جب قرآن مجید میں پڑھا جاتا ہے تو آپ کی شخصیت اور سیرت پر بہت زیادہ رشک آتا ہے۔ کہ آپ اس قدر اعلیٰ کردار اور ایثار کے مالک تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدر دانی کی انتہا کر دی۔ میرے ناقص علم کے مطابق قرآن مجید میں سب سے زیادہ جس ہستی کے اوصاف حمیدہ بیان کیے گئے ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ آپ نے یہ بلند مقام حسب و نسب، مال و زر یا حسن و جمال کی بنیاد پر حاصل نہیں کیا بلکہ آپ کا عالی کردار اور استقامت فی الدین کا جذبہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازنے کی انتہا کر دی۔

کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو "**خلیل**" کہا یعنی مخلص، گہرا اور دلی دوست، کہیں رب تعالیٰ نے آپ کو "**صدیق**" کا لقب دیا، یعنی سچا اور دیانتدار دوست اور کہیں آپ کو بنو آدم کا امام بنایا اور کہا آپ انسانیت کے پیشوا، مقتدا اور رہنما ہیں اور کبھی آپ کو بعد میں آنے والوں کے لیے آئیڈیل شخصیت قرار دیا اور فرمایا آپ اسوۂ حسنہ ہیں اور کہیں آپ کو امت کے لقب سے یاد کیا اور مقام ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں کے لیے جائے نماز بنا دیا۔

آپ علیہ السلام کو ''**حنیف**'' کہہ کر پیار کیا اور کبھی ''**قانت**'' کہا یعنی ہر طرف سے کٹ کر پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری اور غلامی کرنے والا۔

حضرات! یہ وہ عظمتیں ہیں جو صرف آپ ہی کے نصیب میں آئیں، اسی لیے تو قرآن پاک میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

1. وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (نساء: 125)
''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔''

2. وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ (مریم: 41)
''قرآن میں ابراہیم کا ذکر کریں یقیناً وہ سچا نبی تھا''

3. قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (بقرہ: 124)
''اللہ نے کہا: میں تم کو سب لوگوں کا امام بناؤں گا۔''

4. قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ (ممتحنہ: 4)
''تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اچھا نمونہ ہیں۔''

5. اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ (نحل: 120)
''بیشک ابراہیم ایک امت تھے اللہ کے فرمانبردار۔''

6. وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى (بقرہ: 125)
''اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔''

کیا ہم ابراہیمی بن سکتے ہیں؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہم آپ جیسے بلند رتبے ہرگز حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ آپ جدالانبیاء علیہم السلام ہیں، اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص ہیں۔ لیکن ہم نیکی میں آپ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کی ملت اور آپ کے مشن کو اور آپ کی خوبیوں کو اپناتے ہوئے آپ کے سچے حب دار اور وفادار بن سکتے ہیں اور یاد رکھیں! آج بھی عزت اور بلندی صرف اس شخص کے لیے ہے جو

ابراہیمی بننے کی کوشش کرتا ہے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے اندر نیک اخلاق اور اعلیٰ اوصاف پیدا کرتا ہے۔جو لوگ آپ علیہ السلام کو اپنا آئیڈیل نہیں سمجھتے ،آپ جیسی صفات اور آپ کی ملت پر نہیں چلتے ،قرآن پاک نے ایسے لوگوں کو کم عقل ، ناداں اور بے وقوف قرار دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(سورۃ البقرہ: 130)

''اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے؟ مگر وہ شخص جس نے اپنے آپ کو احمق بنالیا، حالانکہ ہم نے اس کو دنیا میں چن لیا تھا اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوگا۔''

سامعین کرام......!

آج کے خطبہ جمعۃ المبارکہ میں میں آپ کے سامنے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وہ چھ اوصاف بیان کرنا چاہتا ہوں جن کی بدولت آپ نے اس قدر بلند رتبہ پایا کہ بعد میں آنے والا ہر کوئی اپنے آپ کو ابراہیمی کہلوانا فخر سمجھتا رہا۔قرآن مجید نے آپ کے کئی اوصاف بیان فرمائے ،آپ کی کئی صفتوں کا ذکر خیر کیا۔میں یہ بات اللہ کے فضل سے علی الاعلان کہنا چاہتا ہوں کہ کلمہ پڑھنے کے بعد جس شخص میں یہ چھ صفتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا کی بلندی بھی عطا کرے گا وہ قیامت کے دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیساتھ بھی ہوگا۔

آیئے......! موسمی اور رسمی باتوں سے بلندی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی صرف ذکر ابراہیم سننے سنانے سے بلندی ملتی ہے۔ذہن ،سوچ اگر نمرودی ہو تو محض دعووں سے بندہ ابراہیمی نہیں بنتا۔آیئے !اگر آپ واقعتاً بلندی کے طالب ہیں تو یہ چھ اوصاف اپنے

اندر پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا کردار اور ایمان رکھنے والے لوگ مطلوب ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی قدردانی میں بھی انتہا کر دیتے ہیں، اللہ مجھے اور آپ کو حق سچ سن کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی خوبی:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تقریباً قرآن پاک کے ہر پارہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفات کو بیان فرمایا ہے اور سب سے اہم صفت ان کی یہ بیان فرمائی کہ آپ مشرک نہیں تھے۔ ساری زندگی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرہ بھر شرک نہیں کیا۔ بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، دنیا نے اپنے تمام دکھ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں میں لا کر رکھ دیے اور دنیاداروں نے ہر طرح سے آپ کو ستایا۔ لیکن آپ علیہ السلام نے یہی نعرہ لگایا کہ لوگو! عرش وفرش اور نفع ونقصان کا مالک صرف اکیلا اللہ ہے۔ ہر قسم کی عبادت صرف اسی کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس پہلی خوبی کا ذکر قرآن کے کئی مقامات پر بیان فرمایا۔ قرآن کے نور سے اپنے سینوں کو منور فرمائیں:

❶ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (آل عمران: 95)

”فرما دیجیے! اللہ نے سچ کہا ہے، ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یکسو تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔“

❷ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (نحل: 120)

”یقیناً ابراہیم ایک امت تھے، اللہ کے فرمانبردار اور اس کی طرف یکسو اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔“

❸ ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (نحل: 124)

''پھر ہم نے تمہاری طرف وحی کی ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو جو یکسو تھے اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔''

سامعین کرام......!

اللہ پاک کی گواہی تمام گواہیوں سے زیادہ عزت والی اور سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر آپ گواہی دی کہ میرے ابراہیم نے کبھی شرک نہیں کیا اور اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا یہ بہت بڑا کمال ہے۔ جو کم لوگوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ بڑے بڑے بظاہر توحید کا دعویٰ کرنے والے شرکیہ عقائد میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ذرا سی مصیبت آئی تو شرکیہ تعویزات پہننے شروع کر دیے، ذرا سی آزمائش آئی تو درباروں اور مزاروں کو سجدے شروع کر دیے، ذرا سا دکھ آیا تو ''یا علی مدد، یا غوث مدد'' کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ اللہ کا گھر چھوڑ کر غیروں کے نام کی نذر و نیاز دینا شروع کر دی۔ یاد رکھو! یہ بہت بڑا ظلم اور بہت بڑی ناانصافی ہے۔ مسلمان کا عقیدہ کچے دھاگے کی طرح نہیں ہوتا کہ ذرا سا دکھ آیا تو عقیدہ ٹوٹ گیا۔

مسلمانو......! تمہیں مسلمان ہونا مبارک ہو، ساری زندگی شرک سے بچو، اللہ کے ایک در کا غلام بن کے رہو، یہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ ہے۔ آپ کی بنیادی اور پہلی صفت ہے۔ آپ ہر دم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح شرک سے بچنے کی دعا کیا کریں کہ مولا! تنگی و فقر انسان کو بہت دور لے جاتا ہے۔ مجھے اور میری نسل کو شرک سے بچانا جیسے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے:

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراھیم: 35)

''اور مجھ اور میری اولاد کو اس سے دور رکھ کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔''

آیئے! ابراہیمی بن کر ہم جہاں مٹی کے بتوں کو توڑیں وہاں حرص و ہوس اور

خواہشات کے بتوں کو جو ہم نے اپنے سینوں میں سجا رکھے ہیں ان کو بھی توڑیں، مٹی کے بت سے نفرت کرنا اور دنیا کی حرص و ہوس کے بت کو صبح و شام پوجنا یہ کہاں کی توحید ہے؟ شرک سے بچاؤ کے لیے آپ کو ایک دعا بتلاتا ہوں اس کو صبح و شام پڑھا کریں اللہ تعالیٰ تم کو شرک سے بھی بچائے گا اور ہم غم بھی دور کر دے گا۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا

(سنن ابی داود، الوتر الاستغفار: 1525)

''اللہ، اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی شرک نہیں کرتا۔''

تو بات ہو رہی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی خوبی کی، کہ آپ نے خوشحالی والا گھر تو چھوڑا، وطن کو خیر آباد تو کہا، وقت کے حکمران سے ٹکر تو لی حتی کہ آگ تک میں کودنا برداشت کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اور نہ ہی ذرہ بھر شرک کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توحید کے ساتھ سچی وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرک جیسی لعنت سے ساری زندگی محفوظ فرمائے۔ آمین!

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری خوبی:

شرک سے بچنے کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دوسری بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قدر دان تھے۔ تھوڑی نعمتوں کے باوجود زیادہ شکر کرنے والے تھے۔ آزمائشوں کی چکی میں پسنے کے باوجود زبان ہر وقت حمدِ الٰہی سے تر و تازہ رہی۔ اگر میں یہ بات کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ سب سے زیادہ مشکلات پا کر بھی اگر کسی نے سب سے زیادہ اللہ کا شکر ادا کیا ہے تو وہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ساری زندگی کبھی اپنے رب کا گلہ شکوہ نہیں کیا، اولاد نہیں ملی تب بھی شکر گزار ہی رہے اور جب اولاد ملی تو شکر گزاری کی انتہا کر دی۔ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ ○ (سورۃ ابراھیم: 39)

"شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق دیے۔
بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔"

سامعین کرام......!

آج ہمارے پاس دنیا کی ہر نعمت ہے۔ اولاد، مال اور صحت سب کچھ ہونے کے باوجود ہم اللہ کی نعمتوں کے قدردان کم ہیں اور بے قدری کرنے والے زیادہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور بے قدری کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے وجود کا ایک ایک اعضاء حرام کام کرنے پر لگا ہوا ہے؟ اور ہماری اکثر صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں ضائع ہو رہی ہیں۔ ہمہ وقت ہم اللہ تعالیٰ کے گلے اور شکوے کرتے ہوئے تھکتے نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ خلیل ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآن پاک میں بڑے شاندار انداز میں ذکر فرمایا کہ وہ میری نعمتوں کا پاس کیا کرتے تھے۔ ہمہ وقت میری نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں لگے رہتے تھے۔ میرا ابراہیم میری نعمتوں کی قدر کو پہنچاننے والا تھا۔ قرآنی الفاظ پر غور فرمائیں:

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

(النحل: 121-122)

"اللہ کی نعمتوں کے قدردان، شاکر، اللہ نے ان کو منتخب کر لیا اور سیدھا راستہ دکھایا، دنیا میں ان کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوں گے۔"

حضرات......! سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکرگزاری اور قدردانی کا کیا عالم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر پیار اور اہتمام سے آپ کی اس صفت کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی پاک کلام کو بغور پڑھا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا شکر بہت زیادہ پسند ہے، اللہ تعالیٰ شکر کرنیوالے کو اپنے قریب کر لیتے ہیں، اللہ

تعالیٰ شکر کرنے والے کو بلند کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ (زمر:7)

''اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔''

یعنی شکر اللہ کی پسند ہے اور جو شاکر ہو وہ اللہ کا پسندیدہ شخص ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پسندیدگی کی معراج کو اس لیے پہنچے کہ وہ حد درجہ شکر ادا کرنے والے انسان تھے۔

سامعین حضرات......!

سچا ابراہیمی بننے کے لیے شکر گزار بننا ضروری ہے۔ ناشکرے لوگوں کا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ شکر گزار بنو! بلندی بھی ملے گی اور کاروبار، گھربار اور رزق کی برکت بھی حاصل ہوگی۔ کیونکہ عرش وفرش کے مالک کا یہ پکا وعدہ ہے کہ وہ شکر گزار بندوں کو زیادتی اور برکت والا رزق عطا کرتا ہے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراھیم:7)

''اور جب تمہارے رب نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا اور اگر تم کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

قرآن میں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی نسل کے لیے اللہ تعالیٰ سے سب کچھ اور رزق مانگا تو ساتھ فرمایا، یہ میں سب کچھ اس لیے مانگ رہا ہوں کہ یہ تیری نعمتوں کے قدردان اور شکر گزار بن جائیں۔

رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ

تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ ○

(ابراھیم: 37)

”اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو ایک بے کھیتی کی وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما تا کہ وہ شکر کریں۔“

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے یہ تربیت ہوتی ہے کہ نعمتوں کا مل جانا تکبر، فساد اور گھمنڈ کرنے کے لیے نہیں، بلکہ نعمتوں کا ملنا صرف اور صرف اسی لیے ہے کہ انسان اللہ اور اس کی نعمتوں کا شکر گزار اور قدر دان بن جائے۔ یہی خوبی انسان کو ابراہیمی بناتی ہے اور بلندی کی انتہا پر لے جاتی ہے۔

میرے اور آپ کے پیرو مرشد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شکر و اخلاص کے پیکر تھے۔ تھوڑا کھا، پی اور پہن کر زیادہ شکر ادا کیا۔ ساتھ ساتھ ساری زندگی اللہ تعالیٰ سے یہ دولت بھی مانگتے رہے آپ بھی مانگا کریں کیونکہ آپ بھی ابراہیمی اور محمدی ہیں۔

❶ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ لَكَ شَاکِرًا (صحیح الجامع الصغیر: 3485)

”اے اللہ! مجھے اپنا شکر کرنے والا بنا دے۔“

اور بعض ضعیف روایات میں (شُکُوْرًا) کے الفاظ بھی ہیں۔ کہ اے اللہ! مجھے بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس بات کا حکم دیا کہ اے میرے امتیو! تم میں سے ہر ایک کے پاس شکر کرنے والا دل ہونا چاہیے۔

❷ لِیَتَّخِذْ اَحَدُکُمْ قَلْبًا شَاکِرًا (سلسلہ احادیث صحیحہ: 2176)

”تم میں سے ہر کوئی اپنے پاس شکر گزار دل رکھے۔“

ذی وقار سامعین حضرات......!

شکر ہی عبادت ہے، شکر ہی میں لذت ہے، شکر ہی میں بلندی ہے اور شکر اس چیز کا نام ہے کہ اپنے جسم کے پورے اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لگا دو۔ آپ ﷺ شکر گزار بننے کے لیے رات بھر اللہ کے سامنے قیام میں کھڑے رہتے۔ صحیح بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ

''یہاں تک آپ ﷺ کے قدموں پر ورم آجاتا۔''

آپ ﷺ کے قدم مبارک سوج جاتے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اے محبوب دو جہاں! آپ کا تو قصور بھی کوئی نہیں! آخر اسقدر عبادت اور لمبے لمبے قیام کیوں ہیں......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری عائش! اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ''کیا پھر میں بہت زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بن جاؤں؟'' معلوم ہوا گناہوں سے بچ کر عبادت اور قیام میں جی لگانا یہ شکر گزاری کی سب سے اعلیٰ قسم ہے اور یاد رکھو! حرام خور، سود خور، بانڈ اور نمبروں کی کمائی کھانے والا اور کیبل پر لڑکیوں کے کھیل تماشے اور گانے سننے والا کبھی شکر گزار نہیں ہو سکتا چاہے وہ لاکھوں مرتبہ تسبیح پر الحمد للہ کا وظیفہ کرتا رہے۔ ابراہیمی بننا ہے تو سچے شکر گزار بنو یہی ایک تیز ترین راستہ ہے جو دنیا اور آخرت کی بلندی کی طرف جاتا ہے۔

حکمرانو......! شکر گزار بن جاؤ، ناشکری چھوڑ دو۔ عرش والا نوازشات کی انتہا کر دے گا۔ آج ہمارا ملک بظاہر تباہی کے کنارے کھڑا ہے اسکی سب سے بڑی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ناشکری نے اپنے پنجے بری طرح گاڑھ لیے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ حکمران سے لے کر ملک پاکستان کے عام انسان تک ہر کوئی اللہ کی نعمتوں کا قدردان بنے اور اس کی شکر گزاری کو لازم پکڑے۔ وہ دن دور نہیں کہ دنیا کا سب سے زیادہ قابل رشک ملک یہی ہوگا۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری خوبی:

قرآن نے آپ کی پاکیزہ سیرت کے کئی پہلو بیان کیے ہیں۔ بہرصورت شرک،

سے کنارہ کش رہنے والے اور اللہ کی نعمتوں کی حد درجہ قدردانی کرنے والے خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تیسری اہم خوبی یہ تھی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ آنے والے مہمان کو کھلانا اور فوراً ما حاضر پیش کر دینا یہ آپ ہی کی جاری کردہ سنت ہے۔ اہل تاریخ اور اہل تفسیر نے آپ کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

طَبِيْعَةُ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام مُحَبَّةُ الضُّيُوْفِ وَاِكْرَامُهُمْ

''مہمانوں کی عزت اور محبت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت اور مزاج میں رچ بس چکی تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہمان نوازی کی ایک جھلک بڑے ہی خوب صورت انداز میں اختصار اور جامعیت کا لحاظ رکھتے ہوئے بیان فرمائی ہے قرآن کے دلنشین اسلوب کو ذرا توجہ سے سماعت فرمائیں:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (هود: 69)

''اور ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر آئے، کہا: تم پر سلامتی ہو، ابراہیم نے کہا: تم پر بھی سلامتی ہو پھر دیر نہ گزری کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔''

اس آیت سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ شکر گزار موحد کس قدر مہمان نواز تھا۔ آنے والے فرشتوں کو مہمان سمجھ لیا۔ ساتھیو! غور کرو، اگر جدالانبیاء عالم الغیب ہوتے تو یہ غلط فہمی کبھی نہ ہوتی۔ آج جو ہمارے پیر صاحبان میلوں پر بیٹھے لوگوں کے دلوں کا بھید جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ جدالانبیاء کے سامنے انسانی شکل میں فرشتے بیٹھے ہیں آپ یہ نہیں جان سکے کہ یہ اللہ کے نازل کردہ ملائکہ ہیں۔ تو آپ کو غیب کی اتنی تیز ترین خبریں کون پہنچا دیتا ہے.....؟ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمان نوازی میں اس قدر جلدی کی کہ زیادہ حال احوال اور ایڈریس پوچھے بغیر بھنا ہوا

بچھڑا ان کی خدمت میں بطور ضیافت پیش فرما دیا۔ آج ہمارے ہاں بریلر پکانے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچتے ہیں اور بار بار آنے والے مہمان کو شرمندہ کرتے ہیں ''جی آپ کو بھوک تو نہیں لگی......؟'' ''آپ کھانا کھائیں گے......؟'' مہمان بیچارا شرم کے مارے کھانے پر بھوک کو ترجیح دے دیتا ہے۔

خطبہ جمعہ میں آنے والو......! ابراہیمی بنو، موقع کی مناسبت کے ساتھ جو میسر ہے وہ فوراً پیش کرو اور آنے والے مہمان کو اپنے لیے رحمت سمجھو، آنے والا مہمان اپنے ساتھ خیر و برکت کے انبار لے کر آتا ہے۔ رسول رحمت ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو مہمان نوازی کا بانی قرار دیا ہے۔ امام الفقہاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كَانَ اَوَّلُ مَنْ ضَيَّفَ ضَيْفَ اِبْرَاهِيْمَ

(قری الضیف۔حدیث: 5،6ص: 18، سلسلہ احادیث صحیحہ۔حدیث: 725)

''سب سے پہلے جس نے مہمان کی مہمان نوازی کی وہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔''

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک جتنے میزبان اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کریں گے اللہ تعالیٰ ہر ایک کی مہمان نوازی سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی ثواب عطا کرے گا کیونکہ وہ اس نیک عمل کے موجد اور بانی ہیں۔

آج مہمان نوازی کے اعتبار سے ہمارے اندر سینکڑوں خامیاں موجود ہیں۔ جہاں تکلفات نے جگہ لے لی ہے وہاں کئی لوگ مہمان کو بوجھ سمجھتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے جان چھڑاتے ہیں اور کئی لوگ تو مہمان نوازی صرف دنیاوی مفاد کے لیے کرتے ہیں۔ جہالت آئے دن اس قدر بڑھ رہی ہے کہ کھانے پینے کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ یہ سب چیزیں شیطانی ہیں ابراہیمی نہیں ہیں۔ ابراہیمی بننے کے لیے بے لوث مہمان نواز بننا پڑتا ہے۔ ہمارا دین بھی ملت ابراہیمی کا پیروکار ہے اسی لیے ہمارے دین میں ایسے شخص کے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ پر شک کیا گیا ہے جو مہمان کی

عزت کرتے ہوئے اس کی مہمان نوازی نہیں کرتا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کو بہت بڑا عمل قرار دیا اور اس عظیم عمل سے اعراض کرنے والے کو سخت وعید سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ

(صحیح البخاری۔الادب: 6018)

''اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، پس وہ ضرور اپنے مہمان کی عزت کرے۔''

ہمارے بڑے جو اصل ابراہیمی تھے، اسی لیے تو کہا کرتے تھے کہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس تیسری خوبی کو اپنا کر سچا ابراہیمی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ مجھے یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس مہمان نواز ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اتنا پیار ہوا کہ قیامت کے روز اللہ کی طرف سے سب سے پہلی مہمان نوازی سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیجائے گی۔ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔ صحیح البخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً ﴿كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ﴾ الآیة وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ اَلْخَلِيْلُ (صحیح البخاری، الرقاق: 6526)

''بے شک تم ننگے جسم، ننگے پاؤں، بغیر ختنہ کے (قیامت کے دن اکٹھے کیے جاؤ گے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا) اور پھر مخلوق میں سے سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لباس پہنایا جائے گا۔''

اللہ کے حضور دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح قیامت کے دن کی تمام کامیابیاں نصیب فرمائے۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چوتھی خوبی:

ابراہیمی بن کر بلندی پانے کے لیے چوتھی خوبی یہ ہے کہ اللہ کے لیے سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اکھڑ مزاج لوگوں کی ناانصافیوں پر بردباری، حلم اور برداشت سے کام لینا پڑتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت زیادہ حلم و برداشت والے تھے۔ مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ بردباری بھی انتہا درجے کی تھی۔ آپ نے اپنی انقلابی زندگی کا جب آغاز کیا تو آپ پر ایمان لانے والے صرف حضرت لوط علیہ السلام ہی تھے کہ آپ نے ہجرت فرمالی۔ پھر آخر عمر میں جو عظیم انقلاب برپا ہوا تو اس میں آپ کی ذاتی برداشت کا بڑا عمل دخل تھا۔ آج کل تیز مزاج لوگ سرعام باتیں کرتے ہیں کہ اکیلا شخص کچھ نہیں کرسکتا۔ جب کہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے ہی تھے کہ وہ کچھ کیا اور وہ مقام پایا کہ جس کی مثال پوری انسانیت کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اس بات پر شاہد ہے کہ برداشت سے بڑی خیر حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حلم، آپ کی بردباری اور برداشت کا اعتراف قرآن مجید میں دو مقامات پر فرمایا ہے:

❶ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (توبہ: 114)

''بلاشبہ ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔''

❷ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ھود: 75)

''بلاشبہ ابراہیم بڑے بردبار، بڑے نرم دل، رجوع کرنیوالے تھے۔''

یہ آپ کی برداشت اور بردباری ہی تھی کہ اپنے باپ کو جب دعوت دی تو اس کی ہر بات کا جواب پورے ادب کے ساتھ دیا۔

یاد رکھو......! دین کا سب سے زیادہ نقصان ان مولویوں نے کیا ہے جو برداشت کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں اور محض جذبات کی رو میں بہہ کر ہمیشہ کے لیے دین کا نقصان کرتے رہتے ہیں۔ جب باپ نے تکرار اور انکار کی انتہا کردی تو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

بالآخر بڑی ہی برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ کو یہی کہا:

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ (مریم: 47)

''میں اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔ وہ مجھ پر مہربان ہے۔''

سامعین حضرات!

آج ضرورت ہے ابراہیمی بننے کی، ہر سال موسمی طور پر ہم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر تو سنتے سناتے ہیں لیکن ہم میں برداشت نام کی چیز ہی نہیں، کوئی کسی کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ حتیٰ کہ گھروں کی حالت اس قدر بگڑ چکی ہے کہ باپ بیٹے کو برداشت نہیں کرتا اور بیٹا باپ کو برداشت نہیں کرتا۔ ماں کو بیٹی کی بات برداشت نہیں اور بیٹی کو ماں کی بات برداشت نہیں ہے۔ خاوند بیوی سے تنگ اور بیوی خاوند سے بیزار ہے اور یہ سارا کچھ برداشت نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ مذہبی شدت پسندی اپنی انتہا کو ہے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر کفر کے فتوے صادر کیے جاتے ہیں۔

آیئے......! سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بردباری اور برداشت کا مظاہرہ کریں اور اللہ کی رضا کے لیے ہر آنے والی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اللہ کے بندوں کے ساتھ بردباری کے ساتھ پیش آئیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمایاں خوبی تھی کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابلِ رشک مقام تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برداشت کو دیکھ کر آپ کی نسل پر اس قدر انعام فرمایا کہ آپ کو بیٹا بھی نہایت بردبار اور حلیم عطا کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ (صافات: 101)

''پس ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت سنائی۔''

یعنی باپ بھی حلیم، آگے بیٹا بھی حلیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تقریباً تیرہ سال

بعد جب حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو آپ ان کی سیرت بھی پڑھ کر دیکھیں وہ بھی اپنے بھائی اور باپ کی طرح حد درجہ تحمل، حلم، بردبار اور برداشت والے تھے۔

لوگو! ابراہیمی بنو، میری بات کا غصہ نہ کرنا آج یہ کمی موروثی طور پر چلی آرہی ہے۔ کہ اگر باپ مزاج کا تیز اور غصے والا ہے تو بیٹا اس سے بھی دس قدم آگے ہے۔ ان خرابیوں کو ختم کرو اور ابراہیمی بن کر حقیقی بلندی پا جاؤ۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچویں خوبی:

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام شکر گزار موحد، مہمان نواز اور صاحبِ حلم ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ نرم دل انسان تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس صفت کا ذکر قرآن مجید میں تین مقامات پر فرمایا ہے:

1. اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۞ (صافات: 84)

"جب کہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں سلامتی والا دل لے کر آئے۔"

سلامتی والا دل وہی ہوتا ہے جو سختی کی آلائشوں سے پاک ہو۔ خدا اور مخلوق خدا کے بارے میں نرمی اور پیار رکھنے والا ہے۔ یعنی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دل کو سختی کی آفات سے پاک کرتے ہوئے اپنے آپ کو اپنے اللہ کے حوالے کر دیا۔

2. اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (توبہ: 114)

"بلاشبہ ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔"

3. اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ھود: 75)

"بلاشبہ ابراہیم بڑے بردبار، بڑے نرم دل، رجوع کرنیوالے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے لیے لفظ (اَوَّاہٌ) بولا ہے۔ یہ لفظ انتہائی جامع اور معانی ومطالب کے لحاظ سے اپنے اندر بہت زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ کبار مفسرین نے اس کے متعدد معانی تحریر فرمائے ہیں۔ یعنی

☆ بہت زیادہ دعا کرنے والا......

☆ اللہ کے سامنے بہت زیادہ گڑگڑانے والا......

☆ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والا......

☆ بہت زیادہ آہ بکاہ کرنے والا......

☆ نہایت غم خوار اور اللہ تعالیٰ پر بہت زیادہ یقین رکھنے والا۔

لیکن اگر ان تمام معانی کی وسعتوں کو ایک جامع لفظ میں بیان کیا جائے تو اس کا مفہوم یہی نکلتا ہے کہ ''حد درجہ نرم دل انسان'' اہل لغت اور اہل تفسیر نے یہ لکھا ہے کہ یہ لفظ ''(كِنَايَةٌ عَنْ كَمَالِ الرَّأْفَةِ وَرِقَّةِ الْقَلْبِ'' یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کے دل کی بہت زیادہ نرمی، دردمندی، غم خواری اور پیار کو بیان کرنا ہو۔

سامعین حضرات......!

کس قدر عظمت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جامع شخصیت کے بارے میں لفظ بھی جامع اختیار کیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر رقیق القلب اور نرم دل تھے کہ اپنے باپ سے ہر موقع پر نرمی سے پیش آئے، اس کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے رہے اور اولاد کے بارے میں آپ کی نرمی کا عالم یہ تھا کہ جب بھی اپنے لیے دعا کی اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ یاد رکھا۔ انسانیت کے غم میں گھل جانے والے یہ عظیم پیغمبر نرم دلی اور رحم دلی میں اپنی مثال آپ تھے۔

لوگو......! آج ہم دعویٰ تو ابراہیمی ہونے کا کرتے ہیں لیکن ذرا اپنے دلوں کا بھی جائزہ لیجیے کہ ہمارے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو چکے ہیں۔ ہمارے اپنے ہماری رحم دلی سے محروم ہیں۔ ہم اپنے معصوم رشتہ داروں پر ہر قسم کا ظلم کرنے کے باوجود سیراب نہیں ہوتے۔

یاد رکھو......! دلوں کی سختی یہ اللہ کی ناراضگی اور عذاب ہے۔ دلوں کی نرمی اللہ کی رحمت اور محبت ہے۔ آؤ! دلوں کو نرم کرتے ہوئے سچے ابراہیمی بنو۔ اللہ مجھے اور آپ کو رحم

دل اور نرم دل بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھٹی خوبی:

خطبہ کے آخر میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چھٹی اہم خوبی بیان کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اہم ترین خوبی یہ تھی کہ آپکی ساری کی ساری توجہ اللہ کی طرف تھی، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے، قدم قدم پر بار بار اسی کی طرف لوٹ کر آتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس صفت کو بڑے نمایاں انداز میں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے (منیب) کے لقب سے یاد فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ھود: 75)

''بلا شبہ ابراہیم بڑے بردبار، بڑے نرم دل، رجوع کرنیوالے تھے۔''

حضرات......! (مُنِيْبٌ) اسی کو کہتے ہیں جو

☆ پلٹ پلٹ کر اللہ کی طرف رجوع کرے......

☆ جس کی زبان پر ہر وقت اَللّٰهُمَّ اور یَارَبِّیْ کا نغمہ بلند ہو......

☆ مفسرین نے لکھا ہے:

اَلْمُنِيْبُ هُوَ الَّذِیْ يَكُوْنُ قَلْبُهٗ مَعَ اللّٰهِ

''منیب وہ ہے جس کا دل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا رہے۔''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت قرآن مجید میں دیکھی جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے رب رب کرنے کی انتہا کر دی۔ جب آپ اپنا وطن عراق چھوڑ کر بے یار و مددگار نکلے تو رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے فرمایا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ○ (صافات: 99)

''میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں اور وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔''

یعنی نکلتے وقت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شام کی طرف جانے کا حکم ہوا۔ اسی طرح وطن چھوڑتے وقت آپ کے پاس کوئی اولاد نہ تھی اولاد کی طلب ہوئی تو پھر بھی رجوع اللہ کی طرف کیا فرمایا:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِيْنَ (صافات: 100)

''اے میرے رب! مجھ کو صالح اولاد عطا فرما۔''

جب مکہ اور اہل مکہ کے لیے امن کی ضرورت پڑی، رزق کی ضرورت پڑی تو پھر بھی رجوع اللہ ہی کی طرف کیا اور فرمایا:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ

(بقرہ: 126)

''اے میرے رب! اس شہر کو امن کا شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔''

غرض کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس صفت کو سامنے رکھیں اور قرآن پاک سے آپ کی سیرت کا مطالعہ کریں۔ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام رب، رب کی پکار کرتے ہی نظر آئیں گے۔ شروع سے لے کر وفات تک ہمیشہ رب، رب کی ہی صدا بلند کی اور جب قیامت کے دن کی کامیابی کا سوال کیا تو پھر بھی یہی کہا: اے میرے رب!

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ○ (شعراء: 87)

''اور مجھ کو اس دن رُسوا نہ کرنا جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔''

سامعین حضرات......!

ابراہیمی بننے کے لیے غیروں سے امیدیں ختم کرنا پڑتی ہیں، قدم قدم پہ دنیا کی جھولی میں گرنے کی بجائے دنیا بنانے والے پروردگار کے سامنے جھکنا اور رونا پڑتا ہے۔ ا س حوالے سے بھی ہماری یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ ہم کو جہاں سے اور جس سے تھوڑا سا فائدہ آنا شروع ہو جاتا ہے ہم اسی کو ہی اپنا سب کچھ بنا لیتے ہیں۔ جب کہ یہ سارا کچھ اللہ

کے اذن سے ہی ہوتا ہے۔ آج ضرورت ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے کی، آج ضرورت ہے صرف اسی کے آستانے پر جھکنے کی، آج ضرورت ہے غیروں کے درباروں کو چھوڑ کر اسی کے دربار پر آنے کی۔ انشاء اللہ الرحمٰن جب ہم اس کے در پہ آ کر اسی کے ہو جائیں گے تو وہ ہمیں ابراہیمی بنا کر بلندیاں عطا کر دے گا۔

اللہ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بیان کردہ چھ کے چھ اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، زندہ رکھے تو ملت ابراہیمی پر، موت آئے تو ملت ابراہیمی پر اور قیامت کے روز اللہ ہم سب کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جد الانبیاء علیہ السلام کا ساتھ نصیب فرمائے۔ ھذا ما کان عندی واللہ اعلم بالصواب۔

سبحان ربك رب العزت عما يصفون

وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين

خطبہ نمبر
8
دہشت گرد کون؟

دہشت گرد کون......؟

اسلام اور کفر کا تقابلی جائزہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ: 128)

''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ تمہاری کامیابی کی شدید خواہش رکھتا ہے، مومنوں پر نہایت شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

موجودہ حالات میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب ”دینِ اسلام“ ہے۔ نائن الیون کے بعد امریکہ میں بھی بڑی تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے۔ تحقیق کی غرض سے جو بھی غیر مسلم اسلامی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کرتا ہے وہ اسلام کو قبول کیے بغیر نہیں رہ پاتا۔ اس صورتِ حال سے انتہا پسند یہود ونصاریٰ حد درجہ پریشان ہیں اور وہ اسلام کی روک تھام کے لیے اور لوگوں کو اسلام اور اہل اسلام سے متنفر کرنے کے لیے آئے روز اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کے لیے حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں، کبھی اپنے غیظ وغضب کو ٹھنڈا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے خاکے بناتے ہیں، کبھی قرآن پاک کی بے حرمتی کرتے ہیں، لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ اپنے مقاصد میں آئے دن ناکام ہو رہے ہیں اور اہل اسلام کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ فللّٰہ الحمد

چند دنوں سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نازیبا کلمات بول رہے ہیں کہ (العیاذ باللہ) محمد ﷺ خونی پیغمبر تھے اور اسلام دہشت گردی کا دین ہے اور اسلامی تعلیمات سراسر امن وسلامتی کے منافی ہیں۔ جبکہ یہ بات صرف اور صرف ایک تہمت کی حد تک تو درست ہے حقیقت کے آئینہ میں اس کی سراسر کوئی وقعت اور حیثیت نہیں۔ اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت دونوں کا دیگر مذاہب اور اہل مغرب کے کردار کے ساتھ تقابل کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی امن وسلامتی کا دین لے کر آئے جہاں ساری زندگی اللہ کی زمین پر امن وسلامتی کے لیے کوشاں رہے وہاں دہشت گردی، بدامنی، وحشت ناکی اور درندگی کے خاتمہ کے لیے سرتوڑ کوشش کی۔ آپ ﷺ نے امن وسلامتی کے لیے ایسے اصول وضع فرمائے کہ دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اپنے تئیس سالہ دورِ نبوت میں انتہائی معمولی غیر مسلم جنگجوؤں کو جہنم واصل کرتے ہوئے دس لاکھ مربع میل

رقبے پر اسلام کے پرچم کو بلند کیا۔ جبکہ یہ غیر مسلم، اہل مغرب کروڑوں انسانوں اور لاکھوں مسلمانوں کے قاتل ہیں۔ آج تک ان کے وجود سے ناحق خون اور مردار کی بُو آ رہی ہے۔

مختصر تقابلی جائزہ:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں تقریباً سات غزوات کیے، جس میں صرف دو سو چھیاسی جنگجو جہنم واصل ہوئے اور جس جنگ میں سب سے زیادہ غیر مسلم جنگجو قتل ہوئے اس کا نام غزوہ خیبر ہے اور قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد تقریباً 93 ہے۔ مزید رسول اللہ ﷺ کے غزوات سمیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے دور میں جتنی جنگیں لڑیں ان تمام غزوات اور سرایا کی تعداد تقریباً 82 ہے۔ اور ان 82 جنگوں میں جہنم واصل ہونے والے غیر مسلم جنگجوؤں کی تعداد 847 ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں آج اسلام کو دہشت گردی کا دین کہنے والے اپنی تاریخ پڑھ کر دیکھیں کہ ان کے ہاتھ کروڑوں انسانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم اور جنگ عظیم ثانی میں مجموعی طور پر تقریباً 5 کروڑ کے قریب انسان ہلاک ہوئے اور جاپان کے شہر ''ہیروشیما اور ناگاساکی'' پر ایٹم بم گرا کر دونوں شہروں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ جولائی 1995، جہانگیر انسائیکلو پیڈیا آف جنرل نالج، صفحہ: 381)

☆...... 1857ء میں جنگ آزادئ ہند میں انگریزوں نے 27 ہزار مسلمانوں کو سولی پر لٹکا دیا اور اس کے علاوہ سات دن تک سرعام مسلمانوں کا قتل ہوتا رہا جس کا کوئی شمار ہی نہیں۔ (تاریخ ندوۃ العلماء: 4/1)

☆...... 1918ء میں جب قازقستان پر ان غیر مسلموں نے قبضہ کیا اور وہاں کی تمام مساجد اور دینی اداروں کو تہس نہس کر دیا اور قتل و غارت کے حوالہ سے تقریباً 10 لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا۔ (ماہنامہ اردو ڈائجسٹ جولائی 1995)

☆...... 1992ء اپریل تا ستمبر تقریباً 6 ماہ میں بوسنیا میں کم و بیش اڑھائی لاکھ

مسلمانوں کو شہید کیا گیا اور ہزاروں گھروں کو لوٹا گیا اور ان کی خواتین کی آبروریزی کی گئی۔
(ہفت روزہ تکبیر مارچ 1993)

☆...... 2001ء 7 اکتوبر تا 12 نومبر تک تقریباً 35 دنوں میں امریکہ نے افغانستان کے اندر اس قدر قتل وغارت اور خونریزی کی کہ 90 ہزار سے زائد بے گناہ مسلمان مرد، عورتیں اور معصوم بچے شہید ہوئے۔ (امریکہ کا زوال، صالح مغل۔ صفحہ 43)

اور اسی طرح چند سال قبل عراق میں لاکھوں مسلمان قتل کیے گئے اور فلسطین ولبنان میں بھی لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں اور یہ امریکہ 1945ء سے لے کر اب تک تقریباً 216 مرتبہ بین الاقوامی معاہدات کی خلاف ورزی کر چکا ہے اور بیس ممالک کے ساتھ جنگ لڑ چکا ہے۔

سامعین کرام......!

اب آپ بنظرِ عدل بتائیں کہ دہشت گردی اور فساد فی الارض کے اصل مصداق کون ہیں......؟ ایک طرف 82 جنگوں میں صرف اور صرف 847 غیر مسلم جنگجوؤں کا قتل اور دوسری طرف ایک ایک جنگ میں لاکھوں مسلمانوں کا شہید کر دیا جانا......؟ کیا یہی واضح نہیں کرتا کہ یہ انگریز، یہود ونصاریٰ اور غیر مسلم انسانیت کے قاتل ہیں اور اپنی حکومت کے استحکام اور غنڈہ گردی کے راج کے لیے انہوں نے کروڑوں انسانوں کو قتل کیا ہے، جبکہ دین اسلام امن کا داعی اور مال وجان کا اصل محافظ ہے۔

قرآنی آیات اور امن وسلامتی کا پیغام:

مختصر تقابلی جائزے کے بعد اب میں آپ کے سامنے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کرنا چاہتا ہوں جن سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور غیر مسلم کے خون کے ایک ایک قطرے کا محافظ ہے۔ البتہ دین اسلام غنڈہ گردی اور فساد فی الارض کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر غور فرمائیے:

❶ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (بقرہ: 208)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اس آیت میں اہل اسلام کو صلح اور سلامتی میں داخل ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے، "سِلْم" کا معنی صلح بھی ہے اور اس لفظ میں امن وسلامتی کا مفہوم بھی شامل ہے۔

❷ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (نحل: 125)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کرو، بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ (ان کو بھی) خوب جانتا ہے جو راہ پر چلنے والے ہیں۔''

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو حکمت، دانائی اور اچھے سلوک سے دین کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا ہے اور جنگ وجدل کی راہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ اندازِ بیان اور اندازِ تربیت اسی حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اسلام امن پسند ہے اور سلامتی کی راہوں کو ہموار کرنا چاہتا ہے۔

❸ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام: 109)

''اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو ورنہ یہ لوگ حد سے گزر کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے

ہر گروہ کی نظر میں اس کے عمل کو خوش نما بنا دیا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے رب
کی طرف پلٹنا ہے اس وقت اللہ انہیں بتا دے گا جو وہ کرتے تھے۔"

اس آیت میں امن کی خاطر یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ غیر مسلم کے بتوں کو گالی دی جائے نہ ہی برے انداز میں ان کا ذکر کیا جائے، اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شیطان کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے جو قرآن اور جو پیغمبرِ رحمت ﷺ دشمن اور شیطان کو گالی دینے کی اجازت نہ دے وہ کسی کو ناحق قتل کرنے، یا کسی پر فائر کھولنے یا کسی کے امن کو پامال کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے......؟

❹ يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (مائدہ: 10)

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

اس آیتِ مبارکہ میں بھی عدل وانصاف اور تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور یہی وہ بنیادی خوبیاں ہیں جو معاشرے میں امن کو قائم رکھ سکتی ہیں۔

❺ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ: 32)

"جو شخص کسی کو قتل کرے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔"

اس آیت سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا اسلام میں

کتنا بڑا جرم اور کس قدر خطرناک گناہ ہے۔اسلام ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل سمجھتا ہے۔

6 فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ: 40)

''پس جس نے معاف کر دیا اور صلح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔''

اس آیت میں معافی، درگذری اور صلح وصفائی رکھنے کی اہمیت بیان کی گئی کہ جو شخص معاف کرے گا، درگذری سے کام لے گا اور باہم مل کر صلح سے رہنے کی کوشش کرے گا تو ایسے شخص کو رب العالمین بذاتِ خود اجر وثواب سے نوازیں گے۔

سامعین کرام......!

مندرجہ بالا چھ آیات بینات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام کس قدر امن پسند دین ہے اور اسلام میں شرافت، صداقت، ہمدردی اور اخلاقیات کو کس قدر اہمیت حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ کو جب نبوت ورسالت کے عظیم منصب پر فائز کیا گیا تو اس وقت پورا عرب امن کے لفظ سے ناواقف تھا، آپ ﷺ ہی نے لوگوں کو لفظِ امن سے آشنا کیا اور آپ ﷺ کی آمد پر قرآن پاک نے جھوم جھوم کر کہا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبۃ: 128)

''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ تمہاری کامیابی کی شدید خواہش رکھتا ہے، مومنوں پر نہایت شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔''

آپ ﷺ کے تئیس سالہ دورِ نبوت کا جائزہ لیا جائے تو آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو، آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ہر گوشے اور آپ ﷺ کی عملی زندگی کے ہر فیصلے سے امن وسلامتی ہی کی خوشبو آتی ہے۔کبھی بھی آپ ﷺ نے بدامنی کی طرف قدم نہیں بڑھایا بلکہ قدم قدم پہ رحم وکرم کے دریا بہا دیئے۔

مکی دور اور امن وسلامتی کے پیکر:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل تمام غیر مسلم آپ ﷺ کو ''صادق وامین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔''امین'' کا ایک معنی صاحب امن بھی ہے کہ آپ ﷺ دیانت داری کے ساتھ ساتھ امن وسلامتی اور شرافت کے پیکر تھے۔ مکی دور میں آپ ﷺ عبادت کے ساتھ ساتھ افراد کی اصلاح وتربیت کی سرتوڑ کوششیں کرتے رہے اور ہر ممکن انتقامی کاروائی سے اجتناب کیا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ میں اہل اسلام بہت کمزور تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اہل کفر کو کچلنے کے لیے کوئی طاقت وقوت نہیں تھی جبکہ صحیح بات یہی ہے کہ آپ ﷺ کو ملکوتی طاقت حاصل تھی۔ صحیح احادیث کے مطابق طائف میں آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اس ملک الجبال نے کہا: حکم ہو تو میں ان کو اللہ کے حکم سے ریزہ ریزہ کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں!

بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا (صحیح مسلم، الجهاد: 1795)

''بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو خاص اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم کردار سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ آپ انسانیت کے حد درجہ خیر خواہ تھے۔ باوجود فرشتوں کی اجازت کے آپ ﷺ نے دشمنوں کو نیست ونابود کرنا پسند نہ کیا۔ اس لیے تو کسی صاحبِ دل نے کہا ہے:

جو پیارا جا جا کے غاروں میں رویا
جو امت کی خاطر پریشان ہویا
ہو جائے میری جان قربان ان پر
ہو لاکھوں درود و سلام ان پر

مدنی دور اور امن کی راہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ تشریف لا کر سب سے پہلے امن وسلامتی کی فضا قائم کی اور آپ ﷺ نے سب سے پہلا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ

(مسند احمد: 39/201 حدیث: 32184، والحدیث صحیح معروف)

''اے لوگو! سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم اللہ کی جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے مسجدِ قبا اور مسجدِ نبوی تعمیر فرمائی اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان امن وسلامتی اور پیار ومحبت کی فضا پیدا کرنے کے لیے باہم ان کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور اس بھائی چارے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ایثار وغم گساری کے ایسے واقعات سامنے آئے کہ پوری انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مزید آپ ﷺ نے مدینہ میں آباد یہودیوں کے ساتھ معاہدہ فرمایا، جس کو ''میثاق مدینہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ اس معاہدے کی تمام دفعات کا کتب سیرت میں مطالعہ فرمالیں، اس معاہدے کا بنیادی نقطہ نظر صرف اور صرف جنگ وجدل سے بچنا اور امن وسلامتی کی راہیں ہموار کرنا ہے۔ میثاق مدینہ کی دفعات میں یہ الفاظ نمایاں طور پر موجود ہیں کہ ''مظلوم کی مدد کی جائے گی اور ظالم کے ہاتھ کو روکا جائے گا اور باہم ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ذرہ بھر غفلت نہیں کی جائے گی۔'' (الرحیق المختوم: 263)

مقام حدیبیہ پر امن کا مظاہرہ:

جنگِ بدر میں اہل مکہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر یہ سوچ لے کر مدینہ کی طرف

حملہ کرنے کے لیے بڑھے کہ ہم مسلمانوں کو کلی طور پر زیر کر دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے خصوصی نصرت سے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور اسی طرح غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں اہل مکہ کو منہ کی کھانا پڑی۔ رسول اللہ ﷺ نے 6ھ کو عمرے کا ارادہ فرمایا، جب آپ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو اہل مکہ نے زیادتی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو مکے میں داخل ہونے سے روک دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے امن کی خاطر رکنا ہی پسند کیا اور معاملہ چند صلح کی دفعات پر ختم ہوا۔ صلح حدیبیہ کی دفعات میں بھی آپ ﷺ کی نرمی، محبت اور بردباری نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے امن کے قیام کے لیے اور خون خرابے سے اجتناب کرتے ہوئے بظاہر نامناسب دفعات کو بھی قبول فرمالیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا گیا اور یہاں تک تحریر کیا گیا کہ جو مسلمان اسلام چھوڑ کر ہمارے پاس آئے گا ہم اسے واپس نہیں کریں گے البتہ ہم میں سے جو مسلمان ہوگا وہ مسلمانوں کو واپس کرنا پڑے گا، رسول اللہ ﷺ نے اس شرط کو بھی قبول فرمالیا، حالانکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں......؟'' فرمایا: ہاں اے عمر! ہم حق پر ہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں'' جب رسول اللہ ﷺ مقام حدیبیہ سے واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا: اور کہا: اے میرے پیغمبر! آپ ناکام واپس نہیں ہوئے بلکہ آپ تو فتح کی خوشبو چھوڑے جا رہے ہیں۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ (فتح: 1-3)

''بے شک ہم نے تم کو کھلی فتح دی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اگلی اور پچھلی خطائیں معاف کر دے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تم کو

سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو زبردست مدد عطا کرے۔"

رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں جس قدر شرافت اور حکمت کا مظاہرہ کیا اس پر غیر مسلم دانشور بھی حیران ہو کر آپ ﷺ کی بصیرت کو داد دیتے ہیں اور آپ ﷺ کے صاحبِ امن ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر امن وسلامتی کی فضا:

وہ اہل مکہ کہ جنہوں نے ساری زندگی آپ ﷺ کو ناجائز تنگ کیا، روحانی، جسمانی ہر طرح کی تکلیف دی، جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہل مکہ پر غلبہ عطا فرمایا تو مکے والے حد درجہ گھبراہٹ کا شکار تھے کہ آج ہم سے گن گن کر بدلے لیے جائیں گے اور کسی طرح بھی ہمیں معافی نہیں ملے گی۔ لیکن آپ ﷺ نے محبت کے دریا بہاتے ہوئے ارشاد فرمایا: گھبرانے کی ضرورت نہیں باوجود فتح کے میں تمہارے لیے پیار اور امن کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ آمِنٌ وَاَلْقَی السِّلَاحَ فَھُوَ آمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَھُوَ آمِنٌ وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَھُوَ آمِنٌ

(صحیح مسلم، الجہاد: 1780، سنن ابی داود: 3022)

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، جس نے ہتھیار ڈال دیئے، جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو گیا اس کے لیے امان ہے۔"

اور اسی طرح آپ ﷺ نے قریش سے پر امن خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ نَخْوَةَ الْجَاھِلِیَّةِ وَتَعَظُّمَھَا بِالْآبَاءِ النَّاسُ کُلُّھُمْ مِّنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ

(سنن ابی داود، الدیات: 4547)

"اے قریش کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت اور حسب ونسب کا فخر وغرور تم سے ختم کر دیا، تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔"

پیغمبر امن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش سے پوچھا: تم کیا سمجھتے ہو......؟ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا......؟ وہ کہنے لگے: آپ کریم ہیں اور آپ کے آباؤ اجداد بھی کریم تھے، ہمیں آپ سے خیر و بھلائی کی امید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تاریخی جملے کو دہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (یوسف: 92)

"آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہی رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یوں بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
خود کھا کے جَو اور جواہر لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی
دی جس نے گالی اسے بھی دعا دی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی کے یہ سب حقائق بول کر ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سلامتی کی راہ کو اختیار کیا، امن و امان کا ہمیشہ خیال رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ حُنَین کے بعد حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کرتے ہوئے فتح مکہ کے موقع پر نئے نئے مسلمان ہونے والے افراد کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر قسم کے کبر و غرور کو خاک میں ملا دیا، چھوٹے بڑے کا فرق ختم کرتے ہوئے تقویٰ کو عزت کا معیار قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا شاندار تاریخی خطبہ بیان فرمایا کہ ظلم و ستم کے تمام رستے ہمیشہ کے لیے بند ہو گئے اور عدل و انصاف اور امن و سلامتی کو مزید فروغ ملا۔ اسی لیے قرآن پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پُر امن اور رحیمانہ

شخصیت کے بارے میں بڑی موج سے کہتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ: 128)

''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ تمہاری کامیابی کی شدید خواہش رکھتا ہے، مومنوں پر نہایت شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔''

اسلامی جہاد کے شریفانہ اصول امن کے داعی ہیں:

آج کل غیر مسلموں نے حد درجہ بددیانتی کرتے ہوئے اسلامی جہاد کے مقاصد کو فراموش کر دیا ہے، اسلامی جہاد کو دہشت گردی کہا جاتا ہے جبکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

اسلام میں جہاد......

☆......اپنے حقوق کا دفاع کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

☆......ظالم کا ہاتھ روکنے کے لیے ہوتا ہے۔

☆......مظلوم اور کمزور مسلمانوں کی مدد کے لیے ہوتا ہے۔

☆......اللہ کے دین کو پوری دنیا پر غالب کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

☆......ہر قسم کے فتنہ وفساد اور غنڈہ گردی کے خاتمے کے لیے ہوتا ہے۔

غرض کہ اسلامی جہاد اس قدر پاکیزہ عبادت ہے کہ اس میں کئی ایک آداب و اخلاقیات اور شریفانہ اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا مقصد زمین کے ٹکڑوں کی بجائے روحوں کو فتح کرنا ہوتا ہے، جسموں کی بجائے ذہنوں کو مسخر کرنا ہوتا ہے اور جنگ وجدل کی راہ سے ہٹا کر امن وسلامتی کی روشن شاہراہ پر لانا ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کے موقع پر جھنڈا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے علی! اگر اللہ تیری وجہ سے کسی ایک شخص کو راہِ راست پر لے آئے تو وہ تیرے سو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"

آج انگریز دوران جنگ اس قدر درندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ معصوم بچے اور پردہ نشین عورتیں بھی ان کے ظلم سے محفوظ نظر نہیں آتیں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ جہادی قافلوں کو دوران جنگ کئی باتوں کے خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے:

① وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَّلَا طِفْلًا وَّلَا صَغِيْرًا وَّلَا امْرَاَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (سنن ابی داود، الجہاد: 2614)

"کسی بزرگ، بچے، نابالغ اور عورت کو تم قتل نہ کرو اور نہ خیانت کرو اور مال غنیمت کو اکٹھا کرو اصلاح کرو احسان کا مظاہرہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

② اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اُغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا (صحیح مسلم، الجہاد: 1731)

"اللہ کی راہ میں اللہ کے نام سے جہاد کرو، ہر اس شخص سے جس نے اللہ کا انکار کیا، جہاد کرو خیانت اور بدعہدی نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور نہ ہی بچوں کو قتل کرو۔"

③ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ (صحیح بخاری، الجہاد: 3015)

"منع کیا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے"

④ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

”جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔“

(صحیح البخاری، الجزیة والموادعة: 3166)

سامعین کرام......!

یہ ہیں وہ اسلامی جہاد کے شریفانہ اصول کہ جن کی بنیاد پر جہاد کو اسلام میں عبادت کا درجہ دیا جاتا ہے اور اسلامی جہاد میں دہشت گردی کا تصور تک نہیں ہے۔

مسلمان اور مومن کی تعریف:

آپ حیران ہوں گے کہ مسلمان کی لغوی و اصطلاحی تعریف ہی یہی ہے کہ وہ امن کا علمبردار ہوتا ہے اور شریعتِ محمدیہ میں مومن وہی کہلاتا ہے جو اپنے پرائے سب کے لیے رحمت کا پیغام بن کر رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وفی رواية مَنْ سَلِمَ النَّاس (صحیح البخاری: 10، سنن النسائی: 4998)

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور ایک روایت میں ہے جس سے لوگ محفوظ رہیں۔“

اور اسی طرح مومن کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَاءِ هِمْ وَاَمْوَالِهِمْ

(جامع ترمذی۔الایمان: 2627)

”مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں ہوں، اپنے خونوں اور مالوں پر“

ہمارے ہاں لوگوں پر دہشت طاری کرنیوالے......ناحق لوگوں کا خون بہانے والے......یا کسی بھی انسان کے امن کو آنا فانا پامال کرنیوالے ہرگز ہرگز مسلمان نہیں کہلاتے۔

امن کے لیے حقوق و فرائض، آداب اور اخلاقیات کا حکم:

اسلام ہی دہشت گردی کو جڑ سے ختم کرتا ہے، دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی ایسا

مذہب نہیں جو کماحقہ انسانیت کے حقوق وفرائض، آداب اور اخلاقیات بیان کرتا ہو، اسلام نے حسن اخلاق کو عین ایمان اور اسلام قرار دیا ہے اور بد خلقی اور بے رحمی کو کبیرہ گناہوں میں شامل کرتے ہوئے ایسے مسلمان کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

☆ دین اسلام میں آپ کو بہبود وفلاح، رحم وکرم، غریب پروری، یتیم نوازی اور مساوات پسندی کے حوصلہ افزا دلائل نظر آئیں گے............اسلام اعلیٰ آداب کا داعی ہے، زمین سے لے کر آسمان کی بلندی تک ہر شعبہ کے لیے اسلام الگ الگ آداب بیان کرتا ہے۔ کیونکہ جس مذہب میں آداب واخلاق کو بنیادی اہمیت حاصل نہ ہو وہ مذہب کبھی بھی امن وسلامتی کا داعی نہیں ہوسکتا۔

امن کے دوام کے لیے حدود وتعزیرات کا تعین:

آج اسلام کو دہشت گردی کا دین کہنے والے یا تو اسلامی تعلیمات سے بالکل جاہل ہیں یا وہ یہ سب کچھ اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ وگرنہ دین اسلام اس قدر جامع اور امن پسند ہے کہ جن جن گناہوں سے ملک وملت اور قوم کا امن تباہ ہوسکتا تھا اسلام نے ان گناہوں کے ارتکاب پر دنیا ہی کی عدالت میں سخت سزائیں مقرر فرما دی ہیں۔ آخر میں آپ کے سامنے چھ ایسے گناہ بیان کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کا شکار ہوتا ہے، اسلام نے سختی کے ساتھ ان جرائم سے روکا ہی نہیں بلکہ ان کی نقد سزائیں مقرر کرتے ہوئے سخت عذابوں کی وعید سنائی ہے۔

① قتل وغارت:

دین اسلام قتل وغارت کی شدید مذمت کرتا ہے اور قاتل کو بطور قصاص قتل کرنے کا حکم دیتا ہے اور اگر غلطی کی وجہ سے قتل ہوا تو اس کے لیے دیت مقرر کرتا ہے۔ اس سب کچھ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں قتل وغارت کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ انسانیت کی امن کے ساتھ بقاء چاہتا ہے۔

② جادو:

جادو سے معاشرے میں بدامنی اور بدسکونی پھیلتی ہے، معصوم چہروں سے مسکراہٹیں ختم ہوتی ہیں، اسلام میں جادوگر کی سزا قتل مقرر کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص جادو جیسے خوفناک عمل سے باز نہیں آتا تو ایسے جادوگر کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

③ ڈکیتی:

ڈکیتی سے دہشت پھیلتی ہے اسلام سختی کے ساتھ ڈکیتی سے روکتے ہوئے ڈاکو کی سزائیں بیان کرتا ہے، ڈکیتی کی نوعیت کے پیش نظر ڈاکوؤں کو عبرت ناک انداز سے قتل بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ ساری حدود صرف اس لیے ہیں کہ کسی کو واردات کی جرأت تک نہ ہو۔

④ چوری:

خفیہ طریقہ سے جو کسی کے حق پر قبضہ جما لے، ایسے شخص کے بارے میں اسلام کا حکم یہ ہے کہ جس ہاتھ سے اس نے سامان اٹھایا ہے، اس کا وہ ہاتھ ہی کاٹ دیا جائے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔

⑤ شراب نوشی:

شراب کے نشے میں انسان ہر طرح کی تمیز کھو دیتا ہے، حتی کہ محرمات تک کی بھی پہچان نہیں رہتی۔ آپ نے سنا ہو گا کہ فلاں شرابی شراب پی کر غل غپاڑہ کرتے ہوئے پکڑا گیا، شراب پی کر فائرنگ کرتے ہوئے پکڑا گیا، شراب پی کر فلاں گناہ کرتے ہوئے پکڑا گیا وغیرہ وغیرہ۔ یعنی شراب پی کر عقل پر پردہ آجاتا ہے اور انسان معاشرے کے امن کو پامال کر دیتا ہے۔ اسی لیے شرابی کے لیے چالیس کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ امریکہ و یورپ کے ذمہ داران کو میں یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ شراب کے نشے میں دھت ہو کر اسلام پر اعتراضات نہ کریں، بلکہ دیانتداری سے غور کریں کہ اسلام کس قدر جامع اور امن پسند دین ہے۔

⑥ زنا:

بدکاری سے معاشرے میں بدامنی پھیلتی ہے، غیرت والے لوگ قتل و غارت

پر اتر آتے ہیں، نسلیں بگڑ جاتی ہیں، حسب ونسب مسخ ہو جاتا ہے، اسی لیے اسلام میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا (۱۰۰) کوڑے اور شادی شدہ کی سزا رجم مقرر فرمائی ہے۔ تاکہ عفت، عزت اور پردے کی حفاظت ہو اور معاشرہ شرم وحیاء کا پیکر بنے۔

⑦ تہمت:

اسلام اس قدر امن پسند دین ہے کہ وہ کسی پر تہمت لگانے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ جو کسی پر ناجائز تہمت لگائے تو اسلامی عدالت میں ایسے شخص کے لیے (۸۰) کوڑوں کی سزا ہے۔ کیونکہ تہمت سے معاشرے میں بدامنی پھیلتی ہے، باعزت اور غیرت مند لوگ اپنے دفاع کے لیے سخت قدم بھی اٹھا سکتے ہیں۔ اس لیے شریعت نے خود ہی اس طرح کے تمام گناہوں کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی سزائیں مقرر فرمائیں ہیں۔

☆ انصاف کی رو سے بتائیں کہ اسلام کے علاوہ اس وقت اللہ کی زمین پر کون سا ایسا مذہب ہے جو اس قدر جامع اور امن پسند ہو......؟

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کون سا ایسا قائد ہے جو امن وسلامتی کا علمبردار ہے......؟

اسی لیے تو قرآن کہتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (توبہ: 128)

”تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ تمہاری کامیابی کی شدید خواہش رکھتا ہے، مومنوں پر نہایت شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو سچے دین اور سچے نبی کی تابعداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اللہ پاک ان کو ہدایت نصیب فرمائے یا ان کو نیست ونابود فرمادے۔ آمین!

خطبہ نمبر
9
جدید سائنسی تحقیق
اور حقانیتِ اسلام

جدید سائنسی تحقیقات اور حقانیتِ اسلام

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ○ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ○

(حم سجدہ: 54,53)

”عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے؟ سن لو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں، سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اسلام ایک جامع دین ہے۔دین اسلام کی سب سے بڑی امتیازی خوبی یہ ہے کہ وہ زندگی کے تمام مراحل میں مکمل رہنمائی اور تعلیمات فراہم کرتا ہے۔جب کہ اس کے مقابلہ میں دنیا میں کوئی ایسا نظام نہیں جو ہمہ جہت اور جامع ہو۔اسی طرح دینِ اسلام حد درجہ آسان دین ہے اور اس کی تعلیمات زندگی میں حسن اور مٹھاس بھر دیتی ہیں،دینِ اسلام کی تمام باتیں یقین اور حقائق پر مشتمل ہیں جبکہ اس کے علاوہ دوسرے نظاموں میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ تخمینہ جات اور تناقضات کا مجموعہ ہیں۔

سائنس کیا ہے......؟

میں سائنس کو بھی اللہ کی عطا اور تحفہ سمجھتا ہوں سائنس کے ذریعے بھی آج یہ سچائی پوری دنیا کے سامنے آشکار ہو چکی ہے کہ اسلام کی تعلیمات سراسر مبنی بر حکمت ہیں،سائنس نے قرآن پاک کے کئی باطنی اور پوشیدہ معانی ہمارے لیے قابلِ فہم بنا دیے ہیں،سائنس دنیا کے مطالعہ کا نام ہے،سائنس تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں نظام کائنات کے ربط کو اور اس کے اسباب وعلل کو واضح کرنے کا نام ہے۔

ہم علمِ سائنس کی قدر کرتے ہوئے اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ سائنس کا مطالعہ بے شمار فوائد تک پہنچا دیتا ہے اور سچے انسان اور مسلمان کے دل میں اللہ کی قدرت اپنی گہرائیوں کے ساتھ موجزن ہو جاتی ہے۔

سائنسدانوں کی اصل گمراہی:

ہم سائنسدانوں کی اکثر تحقیقات کو بنظر احترام دیکھتے ہیں لیکن تخلیق کائنات اور کائنات کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ بات کہنا کہ

☆ اب اللہ تعالیٰ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

☆ اس کا بنانے اور چلانے والا کوئی خالق و مالک نہیں ہے۔

☆ اور یہ تمام ستارے اور سیارے بذات خود قوانین میں بندھے ہوئے ہیں۔

☆ ابتدائی زمانے کے کیڑے مکوڑے عام مادی قوانین کے تحت ترقی کرتے کرتے انسان بن گئے ہیں۔

یہ باتیں اور اس جیسی دیگر توجیہات ہمارے نزدیک عقل ونقل کے سراسر خلاف ہیں اگر یہ لوگ صرف اپنی تحقیقات میں ایک جملے کو داخل کر لیں کہ:

''یہ سارا نظام عرش وفرش کے خالق و مالک، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مولا و داتا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر معاملے میں اسی کی قدرت کارفرما ہے''

تو میرے نزدیک آج کے سائنسدان انبیاء ورسل علیہم السلام اور صالحین کے بعد سب سے زیادہ پاکیزہ اور مقدس لوگ ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ضرور اقرار کریں گے۔ کیونکہ ان کے پاس ابھی تک تخلیق کائنات کے حوالے سے کوئی قابل یقین اور قابل اعتماد نظریہ موجود نہیں ہے۔

دو صدیاں قبل اور موجودہ سائنسدانوں کی تھیوری اور تحقیقات کا مطالعہ فرمالیں یہ لوگ آپ کو آپس میں ایک دوسرے کے نظریات کو رد کرنے والے ملیں گے، یہی ان کی گمراہی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ بغیر اسلام، وحی، قرآن اور حدیث کے تخلیقِ کائنات اور کائنات کے رموز واسرار کو سمجھا ہی نہیں جاسکتا۔

سائنس کا اسلام پر اثر......؟

موجودہ دور میں بعض روشن خیال اسکالر حضرات ایسی باتیں کرتے سنائی دیتے ہیں کہ جدید تہذیب اور سائنس نے دین کو فرسودہ اور غیر ضروری قرار دے دیا ہے، جب کہ ایسی باتیں سراسر گمراہی پر مشتمل ہیں۔

سوال یہ ہے......

☆ سائنس کا اسلام کی عبادات، اخلاقیات اور صداقتوں کیساتھ کیا تعلق ہے......؟

☆ سائنس نے دنیا کو کیا دیا ہے......؟

صرف اور صرف جدید طرز کی آرام دہ سواریاں، نئے قسم کے ذرائع مواصلات اور نئے قسم کے ملبوسات، غرض کہ دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے پچھلے زمانوں کی بنسبت زیادہ خوشنما اور سریع العمل اشیاء، چیزیں اور سامان مہیا کیے ہیں۔ اب ان چیزوں کا اللہ کے ساتھ، دین کے ساتھ اور عبادات واخلاقیات کے ساتھ آخر کیا تعلق ہے......؟

☆ ٹیلیفون اور موبائل کے آنے سے یہ بات کہاں سے نکل آئی کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی کوئی ضرورت نہیں......؟

☆ بلند و بالا بنگلے اور آرام دہ سواریوں سے یہ بات کیسے معلوم ہوگئی کہ اب اللہ تعالیٰ کا وجود بے معنی ہے......؟

☆ لذیذ کھانے، اعلیٰ فرنیچر اور خوشنما ملبوسات نے یہ بات کیسے لازم آتی ہے کہ جنت اور جہنم کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں......؟

☆ اسمبلی اور پارلیمنٹ کی پرکشش عمارتوں میں بیٹھ کر خود قانون سازی کرنا یہ کیسے ثابت کرتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے قانون کی کوئی ضرورت نہیں......؟

مختصر کہ سائنس کا تعلق دنیا کے ایک محدود شعبے کے ساتھ ہے جب کہ اسلام دنیا کے تمام شعبہ ہائے زندگی اور اخروی زندگی کی مکمل تیاری کرواتا ہے، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ عام جمادات ونباتات کی زندگیاں لاکھوں سال ہوں اور انسان زیادہ سے زیادہ صرف 100 سو سال کی عمر پا کر ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے۔

اسلام موجودہ دور میں بالکل ایسے ہی ہے جیسے موجودہ دور میں سورج ہے، جس طرح دنیاوی اور مادی زندگی کی تعمیر وترقی کے لیے سورج کی روشنی کی ہمیشہ مستقل ضرورت ہے اسی طرح روحانی اور اخلاقی زندگی کی نشوونما کے لیے اسلام کی حد درجہ لازمی ضرورت

ہے۔جس طرح سورج کے بغیر آدمی کی دنیا اندھیری ہے اسی طرح اسلامی تعلیمات کے بغیر روحانی، اخلاقی اور اخروی زندگی اندھیری ہے۔

اسلام جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں:

عجب لطف کی بات ہے کہ اسلام اور قرآن نے جو حقیقتیں آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے بیان فرمائیں ہیں سائنسدان جدید آلات کے ذریعے آج اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ قرآن کے بیان کردہ حقائق سو فیصد صحیح اور درست ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں یہ بات اسلام کی حقانیت پر زبردست دلیل ہے۔ میں بڑے اختصار سے چار ایسے حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جن کو اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل بیان کر دیا ہے اور سائنس اپنی تحقیقات سے آج انہی باتوں کو حق اور سچ تسلیم کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اسلام کی عظمت سمجھ کر دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رب العالمین نے انہی باتوں کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ○

''عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے؟ سن لو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں، سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' (حم سجدہ: 54,53)

سامعین حضرات......!

اب رب العالمین آئے دن دنیا والوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلا رہا ہے

اور بڑے بڑے ماہر سائنسدان بھی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ اسلام اور قرآن کے بیان کردہ حقائق سو فیصد سچے اور حقیقتِ واقع کے عین مطابق ہیں۔ آج طالب علم کی بیان کردہ چار باتیں ذہن نشین فرمالیں زندگی میں کسی غیر مسلم یا گمراہ سائنسدان سے سامنا ہوا تو یہ باتیں چراغ ہدایت کا کام دیں گی۔

1 سمندر کی اندرونی و بیرونی لہریں، تاریکی اور کشتیاں:

وحی اور اسلام کی صداقت کی ایک بہت بڑی دلیل سمندر ہے۔ جس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے ذریعے کئی ایک مقامات پر فرمایا ہے اور سمندر کا ذکر کرتے ہوئے اس کے اندر کے احوال، زیورات و موتی اور اندرونی و بیرونی لہریں اور اس کے متعلق دیگر ایسی اہم خبریں دی ہیں کہ جن کی سائنسدان اور ماہر بحریات آلاتِ بحر اور آبدوزوں کے ذریعے آج تصدیق کر رہے ہیں۔ سائنسدان حال ہی میں دریافت کر سکے ہیں کہ سمندروں میں اندرونی لہریں بھی ہوتی ہیں۔ یہ اندرونی لہریں سمندروں کے گہرے پانی کو ڈھانپ لیتی ہیں کیونکہ گہرا پانی اوپر والے پانی سے زیادہ گاڑھا ہوتا ہے۔

کھارے اور میٹھے پانی کے سمندروں میں قربت کے باوجود باہم آمیزش نہیں ہوتی، اسی طرح کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اوپر کھاری پانی ہے نیچے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا دریا بہہ رہا ہے اور کبھی ایک طرف کھاری پانی کا دریا بہہ رہا تو اس کے ساتھ متصل میٹھے پانی کا دریا چل رہا ہے اور یہ پانی اپنی اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے ایک دوسرے سے ملتے نہیں۔
ان حقائق کے بارے میں چند آیاتِ ربانی غور سے سماعت فرمائیں:

1 اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

”یا جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا ہو، موج کے اوپر موج اٹھ رہی ہو،

اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں، اوپر تلے بہت سے اندھیرے اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو بھی نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے تو اس کے لیے کوئی روشنی نہیں۔" (نور: 40)

❷ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَاٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (الرحمن: 19-24)

"اس نے دو سمندروں کو ملا دیا جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھتے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ اور اسی کے ہیں جہاز سمندر میں اونچے کھڑے ہوئے جیسے پہاڑ۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟"

❸ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (فاطر: 12)

"اور دونوں دریا برابر نہیں، یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا، پینے کے لیے خوشگوار اور یہ کھاری کڑوا ہے اور تم دونوں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کی چیزیں نکالتے ہو جس کو پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو جہازوں کو کہ وہ اس میں پھاڑتے ہوئے چلتے ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔"

4 وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ (النحل: 14)

''اور وہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے کام میں لگا دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسکو تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ اس میں چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

سامعین کرام......!

وہ پیغمبر دو جہاں ﷺ کہ جنہوں نے زندگی بھر ایک بحری سفر بھی نہیں کیا اور ہماری معلومات کی حد تک آپ ﷺ نے سمندر کی موجوں تک کو دیکھا تک بھی نہیں، آپ محض سن کر یا اندازے سے سمندر کی داخلی اور خارجی حقیقتیں کیسے بیان کر سکتے ہیں......؟ یقیناً یہ بات تسلیم کرنا ہوگی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور یہ سب سچائیاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے بتلائی ہیں۔

غیر مسلم ملاح کا قبولِ اسلام:

چند سال قبل کا واقعہ ہے اور یہ واقعہ اخبارات و جرائد میں بھی خوب مشہور ہوا تھا، کینیڈا کے مشہور شہر ٹورنٹو کے ایک سمندری جہاز ران کو اس کے مسلمان ساتھی نے ترجمے والا قرآن دیا اور ساتھ اس کا مطالعہ کرنے کی خصوصی تلقین کی۔ وہ جہاز ران اسلام کے متعلق بالکل بے خبر تھا، جب اس نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا تو بالخصوص سمندر کے متعلق قرآنی حقائق پڑھ کر کافی متاثر ہوا کہ یہ کتاب کس قدر اختصار اور جامعیت کے ساتھ سمندر کے احوال اور طوفان کی کیفیات کی عمدہ نقشہ کشی کرتی ہے۔ مکمل مطالعہ کرنے کے بعد اس نے اپنے مسلمان دوست سے پوچھا کہ کیا آپ کے قائد حضرت محمد ﷺ سمندری ملاح تھے......؟ کیا سمندر کا سفر آپ ﷺ کے معمول میں شامل تھا......؟ کیونکہ سمندر میں

طوفان کے وقت جو کیفیات مرتب ہوتی ہیں ان کا بڑی عمدگی کے ساتھ بالکل صحیح نقشہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ مسلمان کہنے لگا: میرے پیارے دوست! آپ تو صحرا کے رہنے والے تھے، سمندر کا سفر تو درکنار ہماری معلومات کی حد تک آپ ﷺ نے تو سمندر دیکھا تک نہیں تھا۔ مسلمان کی زبان سے یہ کلمات سننے کی دیر تھی کہ وہ غیر مسلم سمندری ملاح فوراً کلمہ پڑھتے ہوئے مسلمان ہوگیا۔ اور یہی تو قرآن بھی کہتا ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

"عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ یہی حق ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے؟ سن لو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں، سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔" (حم سجدہ: 53,54)

❷ ماں کے پیٹ میں بچے کے تخلیقی مراحل:

ماں کے پیٹ میں بچے کی نشو ونما جن جن مراحل میں ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے وحی کے ذریعے بڑے ہی خوبصورت انداز میں ان کو بیان کیا ہے۔ میں آپ کے سامنے قرآن پاک سے چند مقامات پڑھتا ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے بچے کی ماں کے پیٹ میں نشو ونما پانے اور پھلنے پھولنے کا ذکر فرمایا، رب العالمین فرماتے ہیں:

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

"پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنیوالوں میں سب سے اچھا ہے۔" (المومنون: 13-14)

دوسرے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان تین پردوں کا ذکر فرمایا کہ جس میں بچے کی نشو ونما ہوتی ہے، پیٹ، رحم مادر اور وہ جھلّی کہ جس میں بچہ ہوتا ہے قرآن ان الفاظ سے ان تین اندھیروں اور پردوں کا ذکر کرتا ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُوْنِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَالِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ (الزمر:6)

"وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین اندھیروں میں ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں بناتا چلا جاتا ہے، یہی تمہارا اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، پھر تم کس طرح پھیرے جارہے ہو؟"

سامعین کرام......!

ماں کے پیٹ میں بچہ جن مراحل سے گزرتا ہے، سائنسدانوں نے اس موضوع پر خوردبینوں اور جدید آلات کے ذریعے بہت محنت کی ہے اور باقاعدہ اس علم کا نام "علم الجنین" ہے۔ جس کو انگریزی میں Embryology (ایم بریالوجی) کہا جاتا ہے۔ سائنسدانوں نے پوری ریسرچ کے بعد اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل مکمل ہونے والی کتاب قرآن مجید میں "علم الجنین" کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ پورا کا پورا عین حقیقت کے مطابق ہے اور یہ بھی اسلام کی حقانیت پر زبردست

دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حقائق اور مراحل اُس دور میں بیان کیے کہ جس میں جدید طبی آلات اور خوردبین وغیرہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اسلام ہی کائنات کا سچا دین ہے۔

غیر مسلم پروفیسر ڈاکٹر کیتھ ایل مور کا اعتراف:

''علم جنین'' کا مطالعہ کرنے والے بین الاقوامی شہرت کے حامل ڈاکٹر کیتھ مور سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس شخص نے علم جنین کے موضوع پر بہت زیادہ درسی کتب مرتب کی ہیں۔ ایک دفعہ اسے ''ریاض'' بلایا گیا اور اس کے سامنے قرآن مجید کی ان تمام آیات کا ترجمہ رکھ دیا گیا جن میں اللہ تعالیٰ رحمِ مادر میں بچے کی تخلیق اور نشوونما کا تذکرہ فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو تمام قسم کی سہولیات بھی میسر کی گئیں۔ وہ پورے تقابل کے بعد قرآن کے چودہ سو سال پہلے بیان کردہ حیرت انگیز انکشافات پر حیران رہ گیا، بلکہ اپنی ایک کتاب میں اصلاح کرنے پر مجبور ہو گیا کہ جس کو قرآن نے چودہ سو سال پہلے بیان کیا ہے وہ ابھی تک جدید طبی آلات کے باوجود اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکا اور بالآخر صداقتِ رسالت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے یہ الفاظ کہے:

''یہ الوہی بھید ہیں، جن کا انکشاف کوئی انسان نہیں کر سکتا''

اور قرآن بھی چودہ سو سال پہلے سے یہی صدا بلند کرتا آ رہا ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ○

(حم سجدہ: 54,53)

''عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ

یہی حق ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے؟ سن لو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک رکھتے ہیں، سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا جوڑا پیدا فرمایا ہے:

اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ جانوروں اور انسانوں کی طرح دیگر جمادات ونباتات میں بھی جوڑے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے دعویٰ پر غور فرمائیں:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○

((الذاریات: 49)

''اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے تخلیق کیے ہیں کہ شاید تم اس سے سبق لو۔''

سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ○ (یٰسٓ: 36)

''پاک ہے وہ ذات جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے، خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں۔''

سامعین کرام......!

آج جدید تحقیق کے دور میں آپ کو سائنسی ریسرچ اس بات کی صدا لگاتی ہوئی نظر آئے گی کہ بلاشبہ ہر شئے کے جوڑے ہوتے ہیں، نباتات و جمادات کے علاوہ ذرات میں جوڑے ہوتے ہیں، ایک منفی ہے اور دوسرا مثبت ہے۔ وہ حقائق کہ جن کو آج جدید تحقیق کے ذریعے پایا جارہا ہے، قرآن پاک نے اس کا ذکر کئی صدیاں قبل کر دیا اور یہی اس کی حقانیت کی سب سے واضح دلیل ہے۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حد درجہ حیرت ہوئی

کہ سائنسدانوں نے اب ایسا ذرہ بھی دریافت کرلیا ہے کہ اگر اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر بری نظر سے دیکھیں تو وہ ذرہ اپنی کروٹ بدل لیتا ہے۔آج سے پہلے تو صرف سورج مکھی پھول کے بارے میں سنا تھا کہ وہ اپنے آپ سورج کی طرف مڑتا رہتا ہے۔لیکن اب تو کروٹیں بدلنے والے ذرات بھی دریافت ہو چکے ہیں۔

شہد اور شہد کی مکھی:

شہد کی مکھی خدا کی قدرت کا ایک عجب شاہکار ہے وہ انتہائی خوبصورت ننھا ساچھتہ بناتی ہے اور پھولوں اور پھلوں کا رس چوس کر اپنے پیٹ میں اسے شہد کے نام پر محفوظ کر لیتی ہے اور اس کو چھتے میں ڈال دیتی ہے۔شہد کا یہ معجزاتی کارخانہ تمام انسانی کارخانوں سے زیادہ پیچیدہ اور زیادہ کامیاب ہے،جس کو ایسی ننھی مکھیوں کے ذریعے چلایا جارہا ہے کہ جنہوں نے اس فن کی باقاعدہ تعلیم کسی ادارے سے حاصل نہیں کی بلکہ رب العالمین نے ہی ان کو یہ شعور بخشا ہے۔قرآن مجید نے شہد کا ذکر کرتے ہوئے اپنے الفاظ اور اسلوب میں چار حقائق کو واضح کیا ہے:

① شہد مادہ مکھی بناتی ہے۔
② شہد مکھی کے پیٹ سے چھتے میں آتا ہے۔
③ شہد میں طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔
④ شہد صد درجہ صحت افزا اجزا پر مشتمل ہے،غذا اور شفا بھی ہے۔

اور یہ چاروں حقائق تقریباً چودہ سوسال سے قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ محفوظ ہیں:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (النحل: 69،68)

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ کچھ پہاڑوں میں گھر بنا اور کچھ درختوں میں اور کچھ ان میں جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چل۔ اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے، اس کے رنگ مختلف ہیں، اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔''

سامعین کرام......!

آج سائنس نے شہد اور شہد کی مکھی کے متعلق بہت زیادہ ریسرچ کی ہے اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید آج سے چودہ سو سال قبل جن لطیف حقائق کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے وہ بالکل برحق اور واقعہ کے عین مطابق ہے۔ ماہر سائنسدان اور محققین یہ بات لکھتے ہیں:

① ......شہد مادہ مکھی بناتی ہے، پھلوں کا رس چوس کر شہد بنانے کے لیے نر مکھی کبھی بھی اپنے چھتے سے باہر نہیں نکلتی۔

② ......شہد مکھی کے پیٹ سے چھتے میں آتا ہے۔

③ ......شہد کی رنگت مختلف ہوتی ہے۔

④ ......شہد ظاہری و باطنی ہر دو اعتبار سے جسم کے لیے سودمند ہے۔

یہی باتیں اسلام کئی سو سال پہلے قرآن مجید کے ذریعے بیان کر چکا ہے۔ جب کہ تحقیق کے جدید آلات کا تصور بھی محال تھا، ماننا پڑے گا کہ ان روشن حقائق کی روشنی میں اور جدید تحقیق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اسلام ہی کائنات کا سب سے سچا دین ہے۔

سنتِ نبوی اور جدید سائنس:

آج کا خطبہ ہمیشہ کے لیے ذہن نشین رکھنے کا ہے کیونکہ آج کے خطبہ میں ہم نے اسلام کی حقانیت کا جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے۔اور جدید تحقیق نے ہمیں واشگاف الفاظ میں یہ بتادیا ہے کہ قرآنی انکشافات حیرت انگیز اور الوہی بھید ہیں جو عام انسان کے بس کی بات نہیں ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی پیاری اداؤں پر غور فرمائیں، آپ ﷺ نے جن، جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے سائنس آج تحقیق کرتے ہوئے اس سچائی کو واضح کر رہی ہے کہ وہ تمام احکاماتِ نبویہ بے شمار حکمتوں اور فائدوں پر مشتمل ہیں۔ابھی تک سائنس ایک ایسا عمل پیش نہیں کرسکی کہ رسول اللہ ﷺ نے جس کے کرنے کی ترغیب دی ہو اور اس میں انسان کا نقصان ہو۔مثال کے طور پر آپ مسواک والی سنت پر غور فرمائیں، وضو والے حکم پر غور فرمائیں، جس مشروب میں مکھی گر جائے تو اس کے دونوں پروں کو ڈبونے کی حکمت پر غور وفکر کریں، بیٹھ کر کھانے پینے کے طبی فائدوں کو مدِ نظر رکھیں اور کھانا کھانے کے بعد دیگر احکامات پر غور وفکر فرمائیں اور ان کی اصل حقیقت پر پہنچنے کی کوشش کریں۔آپ یہ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی تمام سنتیں انسانیت کے لیے سلامتی اور کامیابی کا پیغام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائے اور ایمان کی حالت میں موت نصیب فرمائے۔آمین!

هذا ما كان عندي والله اعلم بالصواب

سبحان ربك رب العزت عما يصفون

وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين

سیدنا امام
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
خطبہ نمبر
10

سیدنا امام معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
کی سیرت اور کمالات

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (التوبة: 122)

''وہ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، حمد کرنے والے ہیں، اللہ کی راہ میں پھرنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، بھلائی کا حکم کرنے والے ہیں، برائی سے روکنے والے ہیں، اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور مومنوں کو خوشخبری دے دو۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، اما منا فی الدنیا واما منا فی الاخرۃ واما منا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین حد درجہ باعمل اور باکردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشاروں پر انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ ہمارے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم کا گستاخ اللہ کا گستاخ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت رب العالمین خود بیان کرتے ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان وشوکت کے تذکرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا منکر حقیقت میں کتاب اللہ کا منکر ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کے تذکرے کتاب اللہ کے ہر سیپارے کے ہر رکوع میں موجود ہیں۔

سامعین کرام......!

کسی کی خوبیوں کا ذکر کسی کا باپ کرتا ہے اور کسی کی صفتوں کا ذکر کسی کا رشتہ دار کرتا ہے لیکن آپ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت اور شان وشوکت کا اندازہ فرمائیں کہ ان کا ذکرِ خیر عرش پر بذات خود پروردگار کرتا ہے اور یہ کیسے خوش نصیب لوگ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قابلِ رشک اداؤں کو قرآن بنا کر رحمۃ للعالمین پر نازل فرما دیا۔

رب العالمین فرماتے ہیں:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (التوبة: 122)

”وہ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، حمد کرنے والے ہیں، اللہ کی راہ میں پھرنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، بھلائی کا حکم کرنے والے ہیں، برائی سے روکنے والے ہیں، اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور مومنوں کو خوشخبری دے دو۔“

آپ مشہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکرِ خیر تو سنتے ہی رہتے ہیں، خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمات اور ان کے کمالات سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ آج میں آپ کے سامنے ایک ایسے نوجوان صحابی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جن میں قرآن مجید میں ذکر کی گئیں تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں اور جن کو سلطان العلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کو اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین شیخ الاسلام اور امام الفقہاء کے القاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ محمدی یوتھ فورس کے ایسے سپاہی تھے کہ مختصر زندگی میں ہر طرف انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ اور آپ انصاری و بدری صحابی تھے۔ آپ کے اسلام کی عمر تقریباً پندرہ سال ہے کیونکہ آپ عین جوانی میں انتقال فرما گئے تھے۔ لیکن پندرہ سال میں وہ کمال حاصل کیا کہ پوری امت مسلمہ آپ کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔ اللہ کے اس شیر کی سیرت کو سنیں اور اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں کہ ہم کس قدر اپنی زندگی کو برباد کر رہے ہیں۔

شکل وصورت اور قبولِ اسلام:

تقریباً تمام تاریخ والوں نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور آپ حد درجہ خوبصورت اور بلند قد وکاٹھ اور سیاہ گھنگریالے بالوں والے تھے۔

كَانَ طَوِيْلاً حَسَنًا جَمِيْلاً وَفِىْ رِوَايَةٍ جَعْدٌ قَطَطٌ

(تاریخ دمشق: 58/390، سیر اعلام النبلاء: 1/445، اسد الغابۃ۔ ترجمۃ معاذ)

صورت کے ساتھ ساتھ سیرت بھی باکمال تھی، کلمہ پڑھتے ہی تقویٰ اور للّٰہیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ آپ قرآن مجید کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتے تھے، خوبصورت آواز میں قرآن کی تلاوت آپ کا معمول بن چکی تھی، تلاوت قرآن کیساتھ ساتھ بہت اچھے نمازی بھی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام بنانا:

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند لوگ حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے امامت کے لیے مطالبہ کیا کہ آپ ہمیں کوئی ایسا ساتھی عنایت فرمائیں جو ہمیں نماز پڑھا دیا کرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ امامت کرواتے رہے اور اکثر عشاء کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ادا کرتے اور بعد میں اپنے علاقے کے لوگوں کی امامت کرواتے، بسا اوقات پہلی دو رکعات میں حد درجہ لمبی قراءت کرتے۔ ایک دفعہ تو آپ نے سورۂ بقرہ شروع کر دی، علاقے کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! آپ کا بھیجا ہوا امام حد درجہ صالح اور با کمال ہے صرف ایک بات ہے کہ وہ نماز میں قراءت بہت لمبی کرتے ہیں جب کہ ہم صبح کے تھکے ماندے ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے عرض کریں کہ قرأت تھوڑی سی کم کیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ! لوگوں کو آزمائش میں نہ ڈالا کرو، اگر تجھے لمبے قیام کا شوق ہے تو اپنا یہ شوق اکیلے قیام اللیل میں پورا کر لیا کرو، جماعت کرواتے ہوئے بیمار، بوڑھوں اور عمر رسید لوگوں کا خیال رکھا کرو۔

(مسند احمد: 22/99 حدیث: 14190، السنن الکبریٰ: 3/85، صحیح ابن حبان: 6/159، حدیث: 2400، صحیح ابن خزیمہ: 2/51 حدیث: 1611)

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ خوب صورت جوان ہونے کے ساتھ ساتھ خوب صورت نماز پڑھنے والے بھی تھے۔

یاد رکھو......! جس شخص کی نماز میں حسن ہوتا ہے عرش والا داتا اسے کبھی ضائع نہیں کرتا، لمبے قیام اور سجدے مسلمان کی زندگی میں مٹھاس بھر دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر انہیں اپنے ساتھ رکھتے:

اعلیٰ اخلاق، نیک کردار اور تقویٰ وللّٰہیت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اکثر اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ حضر اور سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، گھر سے نکلتے وقت اکثر اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

يَامُعَاذُ! اَتَدْرِىْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ......؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ: اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَهَلْ تَدْرِىْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ......؟ اِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ اَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ (صحيح البخاری: 2856، 5967، 6500، 6267، 7373)

''اے معاذ! تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے......؟ معاذ کہتے ہیں: میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: یہ کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ شرک نہ کریں اور کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے......؟ جب وہ ایسا کریں تو وہ ان کو عذاب نہ دے۔''

انسان کو خوبصورت وجود صرف اور صرف رحمان ہی نے عطا کیا ہے اور یہ اسی کے آگے جھکنا چاہیے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بندے کے ذمہ حق ہے کہ وہ اس کو اپنا الہ مانے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے۔ جب کوئی انسان شرک سے بچ کر اور عبادت سے سج کر بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا تو پھر اللہ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ ایسے بندے کو جہنم سے آزاد کردے اور اپنی جنت کا مہمان بنادے۔

اے معاذ! کہاں سے آئے ہو......؟

خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ملاقات سلطان العلماء امام معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد انس رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے: معاذ! کہاں سے آرہے ہو......؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آرہا ہوں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے معاذ! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ارشاد بھی

فرمایا تھا؟ آپ نے کہا ہاں! انس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مجھے بتائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کہا ہے......؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ شَهِدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

''جس نے اخلاص سے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے: اے معاذ! واقعتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت سنائی ہے......؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں ابھی سن کر آرہا ہوں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مزید تحقیق اور اطمینان کے لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے معاذ بن جبل کو اخلاص سے کلمہ کی شہادت پر دخول جنت کی بشارت سنائی ہے......؟ کیا معاذ نے مجھے صحیح کہا ہے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کرتے ہوئے جھوم پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

صَدَقَ مُعَاذٌ ،صَدَقَ مُعَاذٌ ، صَدَقَ مُعَاذٌ

''معاذ نے سچ کہا ہے، معاذ نے سچ کہا ہے، معاذ نے سچ کہا ہے۔''

(المعجم الكبير: 48/20 حديث: 80، مسند الشاميين-حديث: 1327، 227/3، ذخيرة الحفاظ للمقدسي: 5376ج:4)

سامعین کرام......!

آپ یہاں سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے کس قدر پیار تھا۔ اور ایک روز آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی حبّ شدید کا اظہار بھی کر دیا۔

اللہ کی قسم! میں تجھ سے پیار کرتا ہوں:

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔

ان کا احاطہ کرنا یہاں مقصود نہیں یہاں صرف یہی بتلانا مقصود ہے کہ اعلیٰ کردار کی وجہ سے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی قرب حاصل تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس جوان صحابی سے حد درجہ محبت رکھتے تھے۔ ایک دن صبر اور ضبط کے تمام پیمانے لبریز ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرط محبت میں قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا:

وَاللّٰهِ! اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ یَا مُعَاذُ!

''اے معاذ! اللہ کی قسم میں بلاشبہ تجھ سے محبت کرتا ہوں''

سبحان اللہ! سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مقام پر قربان جائیں کہ پوری کائنات جس سے محبت کرے وہ کائنات کا سردار قسمیں اٹھا اٹھا کر کہے: اے معاذ! تیرے تقویٰ و للّٰہیت، تیری نیکی، دانائی اور تیرے حسنِ اخلاق کی وجہ سے میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔

لوگو! چار دن کی زندگی ہے یہاں ایسے اخلاق سے رہو کہ ہر کوئی تمہارے اعلیٰ کردار کی وجہ سے قسمیں اٹھا اٹھا کر تم سے محبت کرے۔ ہمارے لیے کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ ہمارے قریبی اور پیارے ہمارے برے کردار کی وجہ سے ہم سے نفرت کرتے ہیں اور اللہ اور رسول بھی ہماری عادات وحرکات سے بیزار ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اعزاز کے لیے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جملہ ہی کافی تھا لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے معاذ! فرضی نمازوں کے بعد یہ کلمات کبھی نہ چھوڑا کرو۔

رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

(سنن ابی داود۔ 1522، سنن النسائی: 1304، المعجم الکبیر: 20/111)

''اے میرے پروردگار! اپنی یاد پر اور اپنے شکر پر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

سبحان اللہ! پیارے کو کس قدر پیارا تحفہ دیا کہ دین ودنیا اور آخرت کے تمام خزانے سمٹ کر اس دعا میں آ گئے، اس دعا کے تین حصے ہیں اور ایک ایک حصے کے لیے الگ

الگ خطبے کی ضرورت ہے۔ لیکن ابھی مختصر توضیح کر دینا میں ضروری سمجھتا ہوں کا آپ اپنے پیارے کو کیا کیا خزانے عطا کیے۔

❶ عَلٰى ذِكْرِكَ ...... اے میرے اللہ! میری مدد فرما کہ میں ہر حال میں تجھے یاد رکھوں، کلمہ گو کی حقیقی کامیابی صرف اور صرف اسی میں ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے اللہ کو یاد رکھے۔ آج ہماری سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہر حال اور ہر جگہ یاد نہیں رکھتے بلکہ مسجد سے باہر نکل کر ہماری بے باکی اور آوارگی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حیوان بھی ہمارے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ اگر ہمیں ہر حال اور ہر جگہ اللہ یاد ہو تو ہم گھروں میں جا کر اپنی بیوی بچوں کو گالیاں نہ دیں...... کیبل سے اپنی نگاہوں کو ٹھنڈا نہ کریں...... حرام سے اپنے پیٹ کو نہ بھریں۔ بلکہ ہر پل اور ہر دم اسی کی رضا جوئی کے لیے محنت کریں، مولا و داتا کو ہمہ وقت یاد رکھنا دین و دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص پیارے کو کہا: کہ یاد الٰہی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرو۔

❷ وَشُكْرِكَ ...... اے میرے پروردگار! میری مدد فرما کہ میں ہر حال میں تیرا شکر ادا کروں، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا یہی اصل مقصود ہے اور یہ مقصود اللہ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ بڑے بڑے علم وفضل والے اور صبر وشکر کے دعوے کرنے والے اللہ تعالیٰ کی ناشکری پر اتر آتے ہیں، انسان کمزور ہونے کی وجہ سے ہمت ہار بیٹھتا ہے ، قرض کا بوجھ، کرائے کا مکان، بیٹیوں کے دکھ، بیٹوں کی نافرمانی اور مالی وسائل کا نہ ہونا انسان کو بہت کچھ کہنے اور کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ لیکن اللہ کا خاص پیارا وہی ہے جو ہر حال میں یہی کہے: کہ داتا! مجھے ہر حال میں اپنی ذات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

❸ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ...... اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری عبادت میں حسن پیدا کروں، یعنی پوری رغبت وخشیت اور شوق کے ساتھ تیری پوجا کروں۔ نماز تو ہر کوئی پڑھتا ہے لیکن حُسن ہر ایک کی نماز میں نہیں ہوتا، یہ دولت کم لوگوں

کو نصیب ہوتی ہے کہ ان کے رکوع وسجود اور قیام میں حُسن ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے کو تیسرا شاندار بول یہی عطا فرمایا کہ اللہ سے مدد مانگا کرو کہ وہ تمہاری عبادت میں حسن پیدا کردے، عبادت کی خوبصورتی اللہ کی خاص توفیق کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔

سامعین کرام......!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے کو کس قدر پیاری وصیت فرمائی۔ کیا ہم بھی اپنے پیاروں کو ایسی نصیحتیں کرتے ہیں......؟ ہمارا حق ہے کہ پیار کے بعد ہم اچھی اچھی باتوں کا تبادلہ خیال کریں اور ایک دوسرے کو اللہ کے دین کے قریب کریں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی۔

ماہرِ قرآن اور سلطان العلماء:

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے حافظ اور قرآنی علوم کے بہت زیادہ ماہر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا تھا کہ اللہ کا قرآن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سیکھا کرو۔ امام الفقہاء حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے:

خُذُوْا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ اِسْتَقْرِءُوْا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ)

(صحیح البخاری: 3758، 3760، 3806، 3808، 4999)

’’چار شخصیتوں سے قرآن سیکھو! عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابوحذیفہ، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین سے۔‘‘

کس قدر خوش بختی وخوش نصیبی ہے کہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ رضی اللہ عنہ کو ماہرِ قرآن سمجھتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو ان سے قرآن پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپ صرف اچھے قاری ہی نہیں تھے بلکہ علم وفضل میں بھی یکتائے روزگار

تھے، حلال وحرام اور مسائل پر آپ کو بہت زیادہ دسترس حاصل تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود آپ کے علم وفضل کی گواہی دی ہے۔ امام المحدثین سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کے سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں اور سب سے زیادہ دین کے معاملہ میں سخت عمر ہیں اور سب سے زیادہ حیاء والے عثمان ہیں اور سب سے زیادہ وراثت کے مسائل جاننے والے زید بن ثابت ہیں اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ہیں...... اور فرمایا:

وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ

(ترمذی۔المناقب: 3790، ابن حبان: 16/74، حدیث: 7131، ابن ماجہ، السنۃ: 154)

''اور ان میں سے سب سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔''

شریعتِ اسلامیہ کا سب سے اہم موضوع وہ حلال وحرام ہے اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ یہ سعادت نوعمری میں ہی حاصل ہوگئی کیونکہ اٹھارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور تقریباً تینتیس سال کی عمر میں وفات پائی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس قدر مختصر عرصہ میں فہم اسلام میں اس قدر محنت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سب سے بڑا عالم قرار دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اعتراف:

کتب تاریخ میں ایک صحیح واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص سفر کے لیے چلا گیا اور وہ دو سال اپنی بیوی سے دور رہا، جب وہ دو سال کے بعد گھر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے۔ گھر والی کی صورتِ حال دیکھ کر وہ بہت زیادہ پریشان ہوا اور آکر خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو صورت حال بتائی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ شوہر تو دو سال سے اس کے قریب نہیں گیا تو یہ حاملہ کیسے ہوگئی............؟ یقیناً اس نے برائی کا ارتکاب کیا اور ہمارے دینِ اسلام میں یہی

سزا ہے کہ اگر کوئی شادی شدہ عورت بدکاری کرے تو اس کو پتھر مار مار کر رجم کر دیا جائے اور...... یاد رکھو......! جب تک یہی سزا ملک پاکستان میں نافذ نہیں ہوتی اور بدکاروں کو سرِ عام سنگسار نہیں کیا جاتا ہمارے ملک میں کبھی بھی بدکاری اور فحاشی کے اڈوں کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ بہرصورت جب یہ معاملہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے علم میں آیا تو آپ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ جلد بازی سے کام نہ لیں، اس عورت کو فوراً رجم کرنے کی بجائے مہلت دیں جب وہ بچے کو جنم دے اس کے بعد صورت حال دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ عورت کا فیصلہ ولادت تک مؤخر کر دیا گیا۔ جب عورت کے ہاں ولادت ہوئی تو اس نے بچے کو جنم دیا تو معاملہ عجیب وغریب نکلا

❶ بچے کی شکل وصورت اور پوری کی پوری شباہت باپ پر تھی۔

❷ بچہ اتنا عرصہ ماں کے پیٹ میں رہا کہ پیٹ میں ہی بچے کے اگلے دانت نکل آئے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں "خَرَجَتْ ثَنِیَّتَاہُ" کے لفظ ہیں کہ اس کے سامنے والے چار دانتوں میں سے دو دانت نکل چکے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو بے ساختہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علم وفضل اور فہم وفراست کا اعتراف کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز جملہ کہا:

عَجِزَتِ النِّسَآءُ اَنْ یَّلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ

(مصنف عبدالرزاق: 7/354 مصنف ابن ابی شیبہ: 14/543 حدیث: 29408، السنن الکبریٰ: 7443، الدار قطنی: 4/500 حدیث: 3876، تاریخ دمشق: 58/422 کنز العمال: 37499، سیر اعلام النبلاء: 1/452، تہذیب الکمال، ارشیف ملتقی اہل الحدیث ۲: 179 اسنادہ حسن)

"معاذ جیسوں کو جنم دینے سے عورتیں عاجز آ گئیں اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

غالباً اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا بچہ ہے جو اتنا عرصہ ماں کے پیٹ میں رہا کہ اس کے اگلے دو دانت نکل چکے تھے۔ بہرحال یہ اللہ کی قدرت ہے وہ جس کو جتنی دیر

چاہے ماں کے پیٹ میں رکھے، لیکن یہاں سے آپ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ رضی اللہ عنہ کو معلم وحاکم مقرر کرنا:

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیارے نوجوان صحابی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی صلاحیتوں کے بہت زیادہ معترف تھے۔ بعض روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کا معلم اور امام مقرر فرمایا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل آپ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم اور معلم مقرر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس قدر محبت سے آپ کو الوداع کیا، آنے والے الفاظ سے آپ اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں:

خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: يَامُعَاذُ! اِنَّكَ عَسَى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ اَلْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا

(مسند احمد: 26/276 حدیث: 22252، مسند البزار: 7/92 حدیث: 264، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 2497)

”وصیت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ساتھ نکلے، معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری کے نیچے چل رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! شاید کہ تو اس سال کے بعد مجھ سے ملاقات نہ کر سکے اور شاید کہ تو میری اس مسجد اور

قبر کے پاس سے گزرے (یہ سن کر) معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے زار وقطار رو پڑے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مڑے اور مدینہ کی طرف اپنا رخ کرتے ہوئے فرمایا: میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔"

سامعین کرام! اس پیاری حدیث سے کئی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

❶ دین کے داعی اور مبلغ کا حد درجہ احترام کرنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر بیٹھے ہیں اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ پیدل چل رہے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ افزائی اور خصوصی پیار تھا۔

❷ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا زار وقطار رونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ پیار تھا، اسی لیے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونے کو تیار نہیں تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے معاذ رضی اللہ عنہ یمن کے بالائی علاقے کی طرف چلے گئے اور آج بھی وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو دین کی دعوت کے لیے اپنے علاقوں کو خیر آباد کہتے ہیں اور نگر نگر جا کر اللہ کے دین کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

❸ گناہوں سے بچ کر تقویٰ کی زندگی بسر کی جائے تو ایسی زندگی ہمیشہ کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کا باعث بنے گی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے سرزمین یمن پر انقلاب پیدا کر دیا، آپ کی دعوت سے سینکڑوں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور بڑے بڑے نجومی راہِ راست پر آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرزمین یمن پر کیا کیا جوہر دکھائے ان کی تفصیل تو کسی اور مقام پر بیان کی جائے گی صرف صحیح البخاری سے ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلے شریعت کا حکم جاری کرو:

صحیح بخاری کے مطابق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو

یمن کے بالائی علاقے کی طرف اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو نشیبی علاقے کی طرف حاکم اور معلم بنا کر بھیجا تھا۔ گاہے گاہے دونوں رفقاء اپنے علاقے کا دورہ کرتے کرتے ایک دوسرے کے قریب آجاتے اور مجلس بھی ہو جاتی۔ ایک دفعہ دونوں جب ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھا گیا ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ کون شخص ہے......؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کلمہ پڑھ کر بعد میں مرتد ہو گیا ہے، معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک سواری سے نہیں اتروں گا جب تک آپ اس کو قتل نہیں کردیں گے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ سواری سے نیچے تشریف لے آئیں اس کو قتل کرنے کے لیے ہی ہم یہاں اس کو لے کر آئے ہیں، سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا اَنْزِلُ حَتّٰی يُقْتَلَ فَاَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ

(صحیح البخاری: 4344، 4341)

''جب تک اس کو قتل نہیں کیا جاتا میں سواری سے نہیں اتروں گا چنانچہ آپ نے اس کا حکم دیا تو اس کو قتل کر دیا گیا۔''

اس واقعہ سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ کس قدر شریعت کی پیروی کرنے والے تھے اس وقت تک ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس اترنا اور ٹھہرنا پسند نہیں کیا جب تک انہوں نے مرتدِ اسلام کو قتل نہیں کر دیا۔

راتوں کو قرآن پڑھنے والے:

آپ رضی اللہ عنہ حد درجہ عبادت گزار تھے، رات کے پہلے حصے میں تھوڑا سا آرام کر لیتے اور اس کے بعد تلاوت قرآن، رکوع وسجود اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لیے سب سے بڑا عمل کون سا ہے............؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ عَمَلاً اَنْجٰی لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ

(صحیح البخاری: 4344، کتاب الزهد امام احمد: 184، حلیة الاولیاء: 1/243، سیر اعلام النبلاء ترجمة معاذ بن جبل)

''آدمی کے لیے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر، اللہ کے عذاب سے زیادہ نجات دلانے والا کوئی عمل نہیں۔''

کثرت سے صدقہ وخیرات کرنے والے:

اللہ والا شخص اپنے حلال مال کو اللہ کی راہ میں لٹا کر اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے علاوہ کسی اور چیز کی طلب نہیں ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دریا دل انسان تھے۔ ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجے اور ساتھ غلام کو کہا: ذرا ٹھہر کر غور کرنا کہ معاذ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام نے جا کر دینار پیش کیے اور تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گیا...... دیکھتے ہی دیکھتے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے سارے دینار اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیئے اور بیوی کے کہنے پر صرف دو دینار اپنے گھر رکھ لیے۔ یہی معاملہ آپ سے پہلے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کر چکے تھے...... غلام نے آ کر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا:

اِنَّهُمْ اِخْوَةٌ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ

(طبقات ابن سعد 300/1/3، سیر اعلام النبلاء: 1/456، حلیة الاولیاء: 1/237)

''بلاشبہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''

تقویٰ کی انتہا:

مجھے اکثر اس بات پر بہت زیادہ رشک آتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اٹھا کر کہا ہے کہ ''اے معاذ! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں'' آخر اس کی وجہ کیا تھی......؟ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے لیکن ہاتھ پکڑ کر اور قسم اٹھا کر اپنی محبت کا اظہار

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے کیوں کیا......؟ چنانچہ میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جوانی کی عمر میں تقویٰ کی معراج پر تھے، گناہوں سے کنارہ کش رہنے والے عظیم عبادت گزار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ حرام، ناجائز یا گناہ کرنا تو درکنار میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں:

مَا بَزَقْتُ عَلَى يَمِيْنِيْ مُنْذُ اَسْلَمْتُ

''میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی اپنی دائیں جانب تھوکا بھی نہیں''

اللہ اکبر! ......آپ اندازہ فرمائیں کہ آپ کے تقویٰ کا کیا عالم ہوگا......؟ جس نے کبھی دائیں جانب نہ تھوکا ہو وہ کیسا پاک باز انسان ہوگا......؟ آپ علماء سے پوچھ سکتے ہیں دائیں جانب تھوکنا جرم یا گناہ نہیں ہے......صرف اس لیے دائیں جانب نہیں تھوکا کہ دائیں جانب رحمت کا فرشتہ ہوتا ہے، دائیں جانب اسلام میں مبارک ہے......!

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہی تقویٰ نصیب فرمائے۔ آمین!

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی شاندار وصیت:

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ تقویٰ وطہارت کے پیکر تھے، ساری زندگی صرف اور صرف آخرت بناتے گزر گئی۔ اپنی ذات میں بھی اللہ کے دین کو اونچا رکھا اور لوگوں میں بھی اللہ کے دین کو اونچا کرنے کے لیے شب وروز محنت کرتے رہے، جب بھی موقع ملتا آخرت کی اہمیت کو قرآن کی روشنی میں خوب اجاگر کرتے۔ ایک دفعہ آپ سے وصیت کا مطالبہ کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا غِنَى بِكَ عَنْ نَّصِيْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَنْتَ اِلَى نَصِيْبِكَ مِنَ الْاٰخِرَةِ اَفْقَرُ (کتاب الزهد امام احمد: 182، سیر اعلام النبلاء: 455/1)

''تیرا دنیا کا حصہ ہر صورت تجھے مل کر رہے گا اور تو آخرت کے حصے کا زیادہ محتاج ہے۔''

یعنی دنیا کا حصہ ہر صورت مل کر رہے گا دنیا میں دنیا کے لیے ہی نہ رہو بلکہ دنیا میں

آخرت کے لیے رہو، جو لوگ دنیا میں آخرت کے لیے جیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

''اور آخرت ہی زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا سفرِ آخرت:

ہر انسان دنیا چھوڑنے کے لیے ہی دنیا میں آتا ہے، نظامِ فطرت اور قدرت یہی ہے کہ ہر انسان نے بالآخر دنیا چھوڑ دینی ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بھی بالآخر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے، علم و عمل کا روشن چراغ آخر ایک دن بجھ گیا اور عین عالم شباب میں آپ کو موت آئی۔ آپ کی وفات سے چند دن قبل آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فوت ہوا اور اس کے بعد آپ نے بھی دار الفناء کو خیر آباد کہا، لیکن موت کے وقت آپ کے چہرے پر بہت زیادہ تر و تازگی اور زبان پر بہت مبارک کلمات تھے۔ روح پرواز ہونے سے چند لمحات پہلے آپ نے فرمایا: کیا صبح ہو چکی ہے......؟ جب آپ کو رات کے ختم ہونے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: میں ایسی صبح سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں جو مجھ کو اللہ کی رحمت سے محروم کر دے اور اپنی موت کو خوش آمدید کہتا ہوں یہ ایسی حالت میں میرے پاس آ رہی ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت کی بجائے مجھ پر فقر و فاقے کا عالم ہے اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ كُنْتُ اَخَافُكَ وَاَنَا الْيَوْمَ اَرْجُوْكَ

(كتاب الزهد امام احمد: 180، تاريخ دمشق: 58/480، حلية الاولياء: 1/339، صفة الصفو: 506، كتاب المحتضرين: 110، اسد الغابة: 1/21)

''اے میرے اللہ! میں تجھ سے ڈرتا رہا اور آج مجھے (تیری رحمت) کی امید ہے۔''

اور میرے مولا! تجھے علم ہے کہ میں دنیا میں دنیا کے لیے محبت نہیں کرتا تھا بلکہ میں نے ساری زندگی راتوں کا جاگنا اور دن میں روزہ رکھ کر بھوکا رہنا تیری رضا کے لیے زیادہ

محبوب جانا ہے اور ہمیشہ ذکر کو اور تیر اذکر کرنے والوں کو اپنا محبوب بنایا ہے......بس یہی اور اس جیسے پیارے پیارے کلمات آپ کی زبان پر تھے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک امت تھے:

آپ رضی اللہ عنہ جوانی کے عالم میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں طاعون کی بیماری میں فوت ہو گئے تھے۔ طاعون ایک ایسا مرض ہے کہ جسم پر زخم بن جاتے ہیں اور پورے جسم پر سوزش ہو جاتی ہے اس مرض میں فوت ہو جانے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہید قرار دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ صحیح روایت کے مطابق تقریباً 18ھ کو تقریباً 34 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے تھے۔ لیکن اعلیٰ کردار کی وجہ سے دنیا میں وہ مقام حاصل کیا جو کئی لوگوں کو ایک سو چونتیس سال میں بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت کو یوں پڑھا:

اِنَّ مُعَاذًا كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَّلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

''بلاشبہ معاذ ایک امت اور یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے اور مشرک نہیں تھے۔''

قریب بیٹھا ساتھی کہنے لگا: ابن مسعود! آپ بھول رہے ہیں یہاں لفظ ''معاذ'' کی جگہ لفظ ''ابراہیم'' ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پھر پڑھا:

اِنَّ مُعَاذًا كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَّلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اور فرمایا: نبیوں میں امت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور صحابہ میں امت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔

اِنَّ الْاُمَّةَ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ وَاِنَّ الْقَانِتَ الْمُطِيْعُ وَاِنَّ مُعَاذًا كَانَ كَذَالِكَ

(مستدرك حاكم: 3/271، حلية الاولياء: 1/230، سير اعلام النبلاء: 1/451)

"بلاشبہ بھلائی سکھانے والے کو امت کہتے ہیں اور سچے فرمانبردار کو قانت کہتے ہیں اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اسی طرح تھے۔"

سامعین کرام......!

محمدی یوتھ فورس کے اس عظیم نوجوان کا ذکر کرنے میں صرف یہی مقصود تھا کہ آج ہمیں اپنی زندگی کا بھرپور جائزہ لینا چاہیے کہ:

☆ ......ہم نے اسلام والی عمر پا کر کیا کردار ادا کیا ہے......؟

☆ ......ہماری وجہ سے اسلام کو کیا مقام ملا ہے......؟

☆ ......کیا ہم اپنی عملی کوتاہیوں کی وجہ سے دین اسلام کے لیے ذلت کا نشان تو نہیں......؟

کیا ہماری جوانیاں چوکوں وچوراستوں اور آوارگی کے اڈوں پر برباد تو نہیں ہو رہیں......؟

اگر ایسا ہے تو آج ہی سچی توبہ کریں اور اپنی زندگی اور جوانی اللہ کے حوالے کر دیں وہ آپ کو انمول موتی بنا دے گا اور دنیا و آخرت کی عزت کا تاج آپ کے سر پر ایسا سجا دے گا کہ ہر آنے والا آپ کی سیرت کو دیکھ کر رشک ہی کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسی مثالی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ثم آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

❁❁❁❁

خطبہ نمبر
11
امام القرآن
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

امام القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لِلْفُقَرَآءِ الْمُھَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَاناً وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (حشر:8)

”ان فقراء مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنی جائدادوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد چاہتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔“

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت و بخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اس دنیا میں جو انسان آخرت کے لیے محنت کرتا ہے اور آخرت کی بہتری کے لیے دنیاوی مفادات کی قربانی دیتا ہے اللہ پاک ایسے شخص کے دونوں جہان مبارک بنا دیتا ہے۔ ہمارے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ ہم صرف زبان کی حد تک قربانیاں دیتے ہیں جب کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر سب کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قربان کر دیا تھا۔ آج میں آپ کے سامنے ایک ایسے خوش نصیب مہاجر صحابی کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے ہیں، تقریباً فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے والد گرامی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی، تاخیر سے ہجرت کرنے کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں:

1. آپ فقراء اور مستضعفین میں سے تھے اس لیے ہجرت نہ کر سکے۔
2. حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان بوجھ کر مکہ میں رکھا تا کہ وہ آپ کو اہلِ مکہ کے احوال اور ان کی اخبار سے مطلع کرتے رہیں۔

بہر صورت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مہاجر صحابہ میں سے ہیں اور آپ نے بچپن اور نوعمری کا مختصر حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی گزارا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور دعا کی وجہ سے اللہ پاک نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ کائنات میں کہیں اس کی مثال نظر نہیں آتی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ہے۔ کیا مطلب......؟ ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات عام کرتے ہوئے بسر کی اور ایسا وقت بھی آیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا قرآن مجید کا عالم نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو علم کا سمندر اور امت محمدیہ کا سب سے بڑا عالم کہا جاتا تھا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو کامیاب اور سچا قرار دیا ہے، جن

کی زندگی ہمیشہ کلمۃ اللہ کی بلندی کے لیے بسر ہوئی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O (حشر:8)

''ان فقراء مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنی جائدادوں سے نکالے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد چاہتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔''

آپ رضی اللہ عنہ باادب اور خدمت گزار تھے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بچپن میں ہی بڑے باادب اور خدمت گزار تھے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جو بچے بچپن ہی میں باادب اور خدمت گزار ہوں جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو ان کی خدمت گزاری پر لگا دیتا ہے۔ایک دفعہ آپ نے اپنی خالہ محترمہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو کہا: خالہ جان! میں رات آپ کے گھر میں رہنا چاہتا ہوں، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: کہ میرے کمرے میں سلانے کے لیے جگہ ہے اور نہ ہی بستر ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: خالہ جان! میں سرہانے کی دوسری جانب سر رکھ کر لیٹ جاؤں گا آپ مجھے ضرور اجازت دے دیں، چنانچہ آپ رات اپنی خالہ کے پاس ہی ٹھہرے اور جب تہجد کا وقت ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے بیدار ہوئے تو میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وضو کا پانی رکھا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: یہ پانی کس نے رکھا ہے......؟ بتایا گیا اے اللہ کے رسول! ننھے عبداللہ نے آپ کے لیے پانی رکھا ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ننھے عبداللہ کا خدمت اور نیکی کا جذبہ دیکھا تو بوقت تہجد ایک خوبصورت قیمتی دعا کی، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرف بحرف قبول کر لیا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

"اے اللہ! اس کو قرآن کی تفسیر سکھلا دے اور دین میں سمجھ عطا فرما۔"

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا وَتَفَلَ فِیْ فِیْهِ اور آپ کے منہ میں لعاب لگایا اور پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا دی: اے اللہ! اس بچے کے علم وفہم میں اضافہ فرمادے۔ دیگر روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ صحیح البخاری میں ہے کہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بائیں جانب تھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ کسی کے لائق ہے کہ وہ آپ جیسے عظیم الشان پیغمبر کے برابر کھڑا ہو......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر فرمایا: "اے اللہ! اس بچے کے علم وفہم میں اضافہ فرمادے۔"

(صحیح البخاری، الوضو: 143، المعجم الکبیر: 10/93 حدیث: 10587، مصنف ابن ابی شیبہ: 17/188 حدیث: 32887، صحیح ابن حبان: 10/531، حدیث: 7055، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 9/279،278، تھذیب التھذیب: 2/365)

آپ رضی اللہ عنہما کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص دعا:

سامعین کرام......!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نیک جذبے، بچے کی لیاقت، ذہانت اور قابلیت کو دیکھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختصر الفاظ میں دعا دیتے ہوئے ایسی دو باتیں ارشاد فرمائیں کہ دین ودنیا اور آخرت کے تمام خزانے سمٹ کر اس میں جمع ہو گئے۔

❶ اے اللہ اس بچے کو مفسر قرآن بنا دے......! سبحان اللہ، یہ کس قدر شاندار اور بے مثال دعا ہے۔ آج ہم بھی جب بچوں کی صلاحیتوں پر خوش ہوں تو ہمیں بھی ایسی ہی دعا کرنی چاہیے، کیونکہ قرآن کا عالم اور مفسر ہونا یہ دنیا کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے۔

❷ اے اللہ اس بچے کو دین کی سمجھ عطا فرما......! دین کی سمجھ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ایک مسلمان کے لیے سب سے زیادہ قیمتی خزانہ صرف اور صرف دین ہے۔ جن کی اولادیں اللہ کے دین کی خادم ہیں وہ دنیا وآخرت کے کامیاب اور عظیم ترین لوگ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کیلئے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی چند خاص نصیحتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہمارے لیے ہر اعتبار سے بہترین نمونہ ہے، تربیت اولاد کے حوالے سے ایک کام تو یہ ہے کہ ان کے لیے خلوصِ دل سے دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔قدم قدم پہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنی چاہیے،اور دوسرا کام یہ ہے کہ گاہے گاہے ان کو وعظ ونصیحت کرتے رہنا چاہیے۔محبت کے ساتھ وعظ ونصیحت کی جائے تو بچوں پر اس کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔خیر خواہی کے جذبے سے کی جانے والی وصیتیں بچے کے ذہن پر بہت زیادہ اثر چھوڑتی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی طرزِ عمل تھا،آپ علیہ الصلوۃ والسلام بچوں کے لیے دعائیں بھی کرتے اور ان کی اصلاح وتربیت کے لیے خصوصی نصیحتیں فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: يَاغُلَامُ! اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ..................الخ

(مسند احمد: 4/410حدیث: 2969، جامع ترمذی الزهد: 2516، المعجم الكبير: 11/187، حديث: 11416، صحيح الجامع الصغير: 7957)

”ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اے بچے! تو اللہ کا خیال رکھ،وہ تیرا خیال رکھے گا،تو اللہ کا خیال رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔“

سامعین کرام......!

غور فرمائیں......کس قدر قیمتی اور بنیادی باتیں ہیں،اگر ہم بھی بچپن میں اپنے بچوں کو ایسی نصیحتیں کرتے رہیں تو وہ کسی صورت بھی عقیدے اور اخلاق کی برائی میں مبتلا نہیں

ہو سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ننھے! اللہ کا خیال رکھا کر، کیا مطلب......؟ اللہ کے وقار کا خیال رکھنا، اللہ کے احکامات کا خیال رکھنا، اللہ کی حدود کا خیال رکھنا، اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کا خیال رکھنا، نتیجے میں اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا، تیری ضروریات کا خیال رکھے گا ،تیرے مطالبات کا خیال رکھے گا اور اپنی رحمتوں ، برکتوں سے تیرے دامن کو بھر دے گا، اپنے فضل وکرم سے ایسا سیراب کرے گا کہ تجھے دخول جنت تک کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید اسی بات اور عقیدے کی تاکید کرتے ہوئے دوبارہ فرمایا: ننھے بیٹا! اللہ کی حفاظت کرنا، اللہ کا خیال رکھنا، جب تو عملی زندگی میں اپنے اللہ کا خیال رکھے گا تو اس کو اپنے سامنے پائے گا.....کیا مطلب......؟ اس کی رحمت تیرے سامنے ہوگی، اس کی چلتی پھرتی مدد تجھے سامنے نظر آئے گی، تو اس کی قربت کی لذت کو خوب محسوس کرے گا، اور وہ کسی پل تجھے مایوس نہیں کرے گا۔

آج کے خطبے میں میں صرف انہی دونوں پہلوؤں کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کا کتنا خیال رکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کتنا خیال رکھا؟ تاکہ آج یہ بات کھل کر آپ کے سامنے آجائے کہ جو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کبھی ضائع نہیں کرتے ، بلکہ ان کے نام اور ان کی عزت کو ایسے چار چاند لگا دیتے ہیں کہ بعد میں آنے والا ہر شخص ان کا نام لینا اور ان کے نصیب پر رشک کرنا اپنے لیے سعادت اور باعث نجات سمجھتا ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کا خیال رکھیں، عملی زندگی میں اس کی حدود کی پاسداری کریں، وہ ہمیں ہر خوشی نصیب کرے گا۔ ان شاء اللہ......

آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا کتنا خیال رکھا؟

رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تقریباً دس بارہ سال تھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ تقریباً ساٹھ سال زندہ رہے اور اپنی ساری

زندگی میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی حدود کا حد درجہ خیال رکھتے رہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کی رہنمائی کا مکمل خیال رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی پسند کو بہت زیادہ پسند کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور کو حد درجہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بلا مبالغہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس قدر قریب ہو چکے تھے کہ پورا زمانہ اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا احترام اور اللہ تعالیٰ کی حیاء کرنے کی انتہا کر دی ہے۔ آیئے! میں آپ کے سامنے آپ کی سیرت سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کس قدر اہتمام سے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا۔

❶ ...... اللہ تعالیٰ کا خیال وہی شخص رکھ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کو اچھی طرح جانتا ہو، آپ رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کا عالم یہ تھا کہ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا اور آپ قرآن مجید کی تفسیر پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ دسترس رکھتے تھے، بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے:

سَلُوْنِیْ عَنِ التَّفْسِیْرِ فَاِنِّیْ حَفِظْتُ الْقُرْاٰنَ وَاَنَا صَغِیْرٌ

(فتح الباری، فضائل القرآن، تحت باب تعلیم الصبیان: 9/105)

''مجھ سے تفسیر کے بارے میں سوال کرو کیونکہ میں نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن کو یاد کر لیا تھا۔''

آج بھی علم تفسیر کے طلباء یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہوا مطلب سب سے زیادہ معتبر اور صحیح سمجھا جاتا ہے۔

❷ ...... آپ رضی اللہ عنہ وضع قطع اور لباس میں بھی حدود اللہ کا خیال کیا کرتے تھے۔ لباس پہننے میں جن جن باتوں کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا ان کا پورا پورا خیال رکھتے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے روز تین بد بخت ایسے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر ان کی طرف دیکھے گا، نہ ہی ان کو گناہوں سے

پاک کرے گا بلکہ ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا۔ ان تینوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو اپنی شلوار اور تہبند کو اپنے ٹخنوں سے نیچے رکھتا تھا۔ آج آپ معاشرے میں سروے کریں ہر دوسرا مسلمان اس گناہ میں آپ کو ملوث نظر آئے گا، بلکہ مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو ٹخنوں سے اوپر شلوار رکھنے والوں کو مذاق کرتے ہوئے ان کو بنظرِ حقارت دیکھتی ہے۔ جب کہ یہ بے دینی اور بدعملی کی گھٹیا ترین حالت ہے، بہرحال میں بیان کر رہا تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ لباس میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ حدود کا خیال رکھتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی کبھی بھی اپنی تہبند کو ٹخنوں سے نیچے نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ میں سخت احتیاط کرتے ہوئے آپ اپنی تہبند کو نصف پنڈلی پر رکھا کرتے تھے۔ تابعی بیان کرتے ہیں:

رَاَيْتُ اِزَارَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَى نِصْفِ السَّاقِ

(سیر اعلام النبلاء: 3/355، تاریخ الاسلام للذهبی: 5/1509)

"میں نے ابن عباس کے تہبند کو نصف پنڈلی تک دیکھا۔"

3 ...... آپ رضی اللہ عنہ شرم و حیا کے پتلے تھے، باوجود خوبصورتی اور قد درازی کے حد درجہ باحیا اور منکسر المزاج تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ دورانِ غسل اپنے ستر کے اردگرد باریک کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے، حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے، نہانے کے لیے بالکل برہنہ ہونا ناجائز نہیں بلکہ درست ہے۔ لیکن آپ کی شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ باریک کپڑا اوڑھ کر غسل کرتے، وجہ پوچھنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنِّیْ اَسْتَحْيِي اللّٰهِ

"میں اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہوں"

سامعین کرام......!

آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کس قدر شرم و حیا کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رکھنے والے تھے۔

4......آپ رضی اللہ عنہ بات چیت، گفت وشنید اور مجلس میں دوران گفتگو بھی حدود اللہ کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے۔ فحش باتیں تو درکنار آپ رضی اللہ عنہ فضول باتوں سے بھی کنارہ کش رہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو اکثر حالت میں قرآن پاک کی تفسیر سناتے ہی دیکھا گیا اور ایک مشہور تابعی اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ فِیْ مَجْلِسِ ابْنِ عَبَّاسٍ بَاطِلاً قَطُّ

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مختصر تاریخ دمشق ترجمۃ ابن عباس، سیر اعلام النبلاء: 3/351، تاریخ ذھبی: 5/157)

"میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کبھی کوئی فضول بات یا کام نہیں دیکھا۔" سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

کیا آج میری اور آپ کی مجلس کے بارے میں کوئی یہ گواہی دے سکتا ہے کہ ہماری مجلسوں میں کوئی فضول بات یا کوئی فضول کام نہیں ہوتا......؟

یہ تھا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تقویٰ......اور اللہ تعالیٰ کا اس قدر خیال رکھنا کہ زبان سے ایک حرف تک ایسا نہ نکالنا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی حاصل ہو......

آپ ادب واحترام اور بڑوں کی عزت کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ علم وعمل کی بلندی کے باوجود عاجزی وانکساری کے پیکر تھے۔ ایک دفعہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سواری کی لگام پکڑی، حضرت زید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: عبداللہ ایسے تو نہ کرو! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

ھٰکَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِعُلَمَاءِ نَا

"ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح (ادب واحترام) سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہا: آپ کا ہاتھ کدھر ہے......؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو باہر نکالا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پکڑ کر ہاتھ پہ بوسہ دیا اور فرمایا:

هَكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا صلى الله عليه وآله وسلم

(مختصر تاریخ دمشق، البدایة والنهایة)

''ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح (پیار) سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

افسوس......! کہ آج ہمارے اکثر علماء کے پاس سوائے حسد اور ساڑ کے کچھ نظر نہیں آتا، حوصلہ شکنی کرنے والے تھوک کے حساب سے ہیں اور محبت وشفقت کی نظر سے دیکھنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ آپ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس مؤدبانہ رویہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے نیک بندوں اور اللہ کے دین کے داعیوں کا کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔

5 ......آپ رضی اللہ عنہ مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کی تمام حرمات اور اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کی بہت زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے اور بڑی سختی سے ان کا خیال رکھتے تھے، اس بات کی گواہی دیتے ہوئے وقت کے عظیم تابعی حضرت امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَشَدَّ تَعْظِيْمًا لِحُرُمَاتِ اللّٰهِ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

(حلية الاولياء: 1/329، تاريخ دمشق: 14/201، سير اعلام النبلاء: 3/351، بغية الطلب فی تاريخ حلب: 3/23، كتاب المعرفة والتاريخ للفسوی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حرمات کا سختی سے خیال کرنے والا میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔''

مقصد یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بنسبت اللہ تعالیٰ کی حدود اور حرمات کا بہت زیادہ خیال رکھنے والے تھے۔ ساری زندگی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی کسی حد اور

حرمت کو پامال نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مکمل تابعداری اور فرمانبرداری میں اپنی زندگی بسر کی۔

سفر و حضر میں راتوں کو رونے والے:

زندگی بھر اللہ تعالیٰ کا اس قدر خیال رکھا کہ آپ نے اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بول اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ کا عملی نمونہ بنادیا تھا۔ رات کو اللہ کے سامنے قیدی بن کر بے بسی اور عاجزی کے آنسو بہانا، آپ رضی اللہ عنہ کا مبارک معمول تھا۔ حتی کہ سفر میں بھی قیام کرتے اور لمبی لمبی قرأت کے ساتھ قیام میں کھڑے رہتے۔ ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک کا سفر کیا، جب آدھی رات ڈھل گئی تو آپ حالت قیام میں قرآن پڑھنا شروع ہو گئے، قرآن کا کافی حصہ تلاوت کیا اور جب ''سورۂ ق'' کی مندرجہ ذیل آیت پر پہنچے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَالِكَ مَاكُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

''اور موت کی بیہوشی حق کے ساتھ آپہنچی یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

تو آپ رضی اللہ عنہ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، رو رو کر آپ کی ہچکی بندھ گئی اور آپ مسلسل روتے رہے۔ (حلیۃ الاولیاء: 1/327، سیر اعلام النبلاء: 3/342، حیاۃ الصحابۃ للکاندھلوی)

میرے اور آپ کے لیے لمحۂ فکریہ:

حضرات......! آج ہر شخص اپنے حالات کا شکوہ تو کرتا ہے، لیکن کوئی شخص بھی اپنے کردار کا جائزہ لینے کو تیار نہیں، حالات کا شکوہ کرنے والے......ذرا اپنے کردار کا جائزہ لیں......تو یہ حقیقت ان کے سامنے کھل کر آجائے گی کہ ہماری نحوست اور بربادی کی اصل وجہ ہمارا برا کردار ہی ہے، وگرنہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وقار اور اس کے احکامات کا خیال رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو نعمتوں اور راحتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ ابھی میں نے آپ کے سامنے صرف اس بات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول

اللہ ﷺ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے وقار اور اس کے احکامات کا خیال رکھا، کسی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی کسی حد یا حرمت کو پامال نہیں کیا اور پھر اسکے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر مبارک علم اور بلند رتبہ عطا فرمایا اس کی چند مثالیں میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ بھی اللہ کا خیال رکھیں وہ آپ کا خیال رکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔

امیر المومنین، خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے دور میں:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنی جوانی کی ابتدائی عمر میں تھے، لیکن اپنے علم وفضل کی وجہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خصوصی قرب حاصل تھا۔ علمی اور تعلیمی معاملات میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خاص مجلس شوریٰ میں آپ کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ اس پر بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اعتراض بھی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نوعمر جوان کو بڑوں کی مجلس میں جگہ کیوں دیتے ہیں؟ بلکہ ایک موقع پر یہی اعتراض جب آپ کے سامنے کیا گیا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کو چار چاند لگانے کے لیے پوری مجلس میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک سوال کیا کہ مجھے بتاؤ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النصر میں کس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے......؟

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (سورۃ النصر)

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اس سورۃ میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس سے معافی مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہمیں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ غلبہ وفتح ملنے کے بعد اللہ ہی کی طرف ہمیں رجوع کرنا چاہیے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے انہوں نے

کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تمہاری بھی اس سورۃ کے بارے میں یہی تفسیر ہے جو یہ پیش کر رہے ہیں......؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: لَا ''نہیں'' پھر امیر المومنین نے فرمایا: آپ اس سورۃ کے بارے میں کیا کہتے ہیں......؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَعْلَمَهُ لَهُ

''اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں آپ کو آپ کی وفات کے بارے میں خبردار کیا ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہی میرے علم میں ہے اور یہی بات میں کہتا ہوں کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے نوخیز نوجوان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو علم وفضل اور قرآن کے گہرے فہم کی وجہ سے وہ مقام عطا کیا کہ بڑے بڑے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس عظیم رتبے تک نہ پہنچ سکے۔

(صحیح البخاری، التفسیر حدیث: 4970)

سامعین کرام......!

میں یہی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ خیال رکھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کا خیال رکھتے ہوئے آپ کی عزت اور علمی وجاہت کو قیامت تک کے لوگوں کے لیے قابل رشک بنا دیا۔ آج ہمارے ہاں بعض منبر ومحراب کے وارث در در پر ذلیل ہوتے ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ان میں علمی رسوخ اور قرآن فہمی کا شعور نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ ہر لحہ بے قرار رہتے ہیں۔ وگرنہ آج بھی جن کے پاس علم کی حقیقت اور قرآن کا سچا فہم ہے ان کی خدمت کو لوگ اپنے لیے بہت بڑی کامیابی اور سعادت سمجھتے ہیں۔ قرآن کے طالب علموں کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح قرآن مجید کے ساتھ چمٹ جانا چاہیے، اللہ ان کے مقدر کے ستارے کو ضرور روشن کرے گا۔

باپ کی بیٹے کو چند قیمتی نصیحتیں:

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کے علمی جاہ وجلال کو دیکھا اور محسوس کیا کہ میرے بیٹے کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خاص قرب حاصل ہے تو عباس رضی اللہ عنہ نے ایک روز اپنے جوان شہزادے کو بلایا اور محبت بھری تین نصیحتیں فرمائیں:

يَا بُنَيَّ إِنَّ عُمَرَ يُدْنِيكَ فَاحْفَظْ عَنِّي ثَلَاثًا: لَا تُفْشِيَنَّ لَهُ سِرًّا وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَهُ أَحَدًا وَلَا يُجَرِّبَنَّ عَلَيْكَ كِذْبًا

(سیر اعلام النبلاء: 3، حلیة الاولیاء: 1/318، انساب الاشراف: 3/15، مجمع الزوائد: 4/221)

"اے میرے بیٹے! امیر المومنین عمر تجھے اپنے قریب کرتے ہیں، مجھ سے تین باتیں اچھی طرح یاد کر لے، ان کا راز ہرگز فاش نہ کرنا، نہ ان کے پاس کسی کی غیبت کرنا اور نہ ہی وہ تجھ کو جھوٹا پائے۔"

سامعین کرام......!

آج بھی ہر شخص ان تین باتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے تشخص کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ یہ تینوں باتیں کسی صورت بھی شخصیت پر آنچ نہیں آنے دیتیں۔

❶ رازداری:

راز دان اور مجلس کی باتوں کو اپنے تک محدود رکھنے والا ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی کو آسان کر لیتا ہے کیونکہ معاشرے میں سب کچھ مل جاتا ہے لیکن راز دان لوگ نہیں ملتے، راز دان لوگوں کو آج بھی حد درجہ احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ہر کوئی اپنے راز دان کی عزت وقدر کرتا ہے۔ مجلس کی باتوں اور راز والے بھیدوں کو فاش کرنے والا ہمیشہ کے لیے اپنی قدر کھو بیٹھتا ہے، اس لیے کبھی کسی کا راز کسی دوسرے کے سامنے بیان نہ کریں۔

❷ غیبت نہ کرنا:

چغل خور حد درجہ نقصان دہ ہوتا ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آج جو آپ کے سامنے کسی کی چغلی کرتا ہے کل کو وہ آپ کی چغلی کسی دوسرے کے سامنے بھی ضرور کرے گا۔ چغل خور شخص زندگی کو بدمزہ کر دینے والا اور حد درجہ منحوس ہوتا ہے۔

❸ کبھی جھوٹ نہ بولنا:

جھوٹ بولنے کا سب سے بڑا اور پہلا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جھوٹے شخص پر اعتماد اٹھ جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے نظروں سے گر جاتا ہے اور انسان جھوٹ کی وجہ سے ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان تینوں نصیحتوں میں پوری شریعت کا خلاصہ اپنے بیٹے کے سامنے رکھ دیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر بھی قربان جائیں...... کہ انہوں نے ان تینوں نصیحتوں پر کما حقہ عمل کر کے دکھایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم وفضل کے میدان میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ قرآن مجید کی تفسیر میں آپ بے شمار صحابہ کے استاذ ہیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں باقاعدہ طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن فہمی کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی آپ بڑی آب وتاب اور جاہ وجلال کے ساتھ فہم قرآن کا نور پھیلایا کرتے تھے اور موسم حج میں کعبۃ اللہ میں دو مخصوص مسندیں ہوتی تھیں، ایک مسند پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے اور لوگ آپ سے حکومت وسلطنت کے متعلق اور انتظامی وتنظیمی امور کے علاوہ دیگر اہم معاملات میں تبادلہ خیال کرتے اور ایک طرف علم وفضل کا سمندر اپنی رعنائیوں پر ہوتا اور مسند علم پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جلوہ افروز

ہوتے، کثیر صحابی اور اکابر تابعی آپ کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھتے اور آپ ان کی موجودگی میں بیت اللہ کے زیر سایہ علم وعرفان کے موتیوں کی بارش کرتے ..... سبحان اللہ

(تہذیب التہذیب: 2/365)

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی خوش نصیبی ہے؟

کہ بیٹا آپ کا ہو اور وہ بیت اللہ کا خطیب ہو......! بیٹا آپ کا ہو اور وہ بیت اللہ کا امام ہو......! بیٹا آپ کا ہو اور وہ حرم مکی میں قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں کو بلند کرے......! مجھے رب کبریا کی کبریائی کی قسم ہے! اگر آج بھی تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سچی قدر ہے تو اللہ آج بھی آپ کی نسلوں کو بیت اللہ کی امامت تک پہنچنے کا شرف عطا کر سکتا ہے۔ ابھی بھی کئی پاکستانی اور انڈین علماء بیت اللہ کے سائے تلے قرآن وحدیث کا درس دیتے ہیں۔ یاد رہے! یہ عظیم سعادتیں تبھی حاصل ہوتی ہیں جب آپ اللہ کے وقار کا خیال رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کو مال وجان سے زیادہ عزیز سمجھیں۔ غور فرمائیں! حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا تو رب تعالیٰ نے آپ کا کیسے خیال رکھا، کیسے کیسے بلند اعزاز آپ کے نصیب میں آئے! اللہ تعالیٰ یہی اعزاز مجھے اور ہمیں اور ہماری اولادوں کو نصیب فرمائے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا سفرِ آخرت:

ہمیشہ کی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس دنیا فانی کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کے لیے اللہ کی جنت کے مہمان بنے اور بالآخر یہ چودھویں رات کا چاند بھی غروب ہوا۔ میں یہ بات جوش خطابت میں نہیں کہہ رہا، آپ کا چہرہ پرنور، حد درجہ پرکشش اور جاذبِ نظر تھا، پہلی نظر دیکھنے والا کافی دیر تک آپ کو دیکھتا ہی رہ جاتا، آپ رضی اللہ عنہ نے علم وفضل کے ساتھ ساتھ حسن وجمال سے بھی وافر حصہ پایا تھا۔ امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ عَطَاءٍ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَتَذَاكَرْنَا ابْنَ

عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ فَقَالَ عَطَاءٌ مَا رَأَيْتُ الْقَمَرَ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ إِلَّا ذَكَرْتُ وَجْهَ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ

(سیر اعلام النبلاء: 3/337، غایة النهایة فی طبقات القراء، ابن الجزری: 1/189، تاریخ الاسلام للذهبی: 152/5، تهذیب الاسماء للنووی)

''ہم مفتی مکہ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مسجد حرام میں بیٹھے تھے تو ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یاد کیا، حضرت عطاء نے فرمایا: کہ میں نے جب بھی چودھویں رات کے چاند کو دیکھا تو مجھ کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ یاد آ گیا۔''

اور جب ابن عباس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

اَلْيَوْمُ مَاتَ رَبَّانِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ

''آج کے دن اس امت کا رب والا فوت ہو گیا ہے۔'' سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

کوشش کیا کرو کہ موت والے دن یہی گواہی مجھے اور آپ کو حاصل ہو جائے یہی زندگی کی اصل کمائی ہے کہ کوئی ہمارے بارے میں مرنے کے بعد یہ گواہی دے دے کہ آج ایک اللہ والا اس فانی دنیا کو چھوڑ کر اپنے اللہ کے پاس ملاقات کے لیے جا پہنچا ہے۔ بہر حال وقت کی نزاکت کے پیش نظر آپ کی قبر پر پیش آنے والی ایک بہت بڑی کرامت کا ذکر کرتے ہوئے میں اپنے خطبے کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ لوگو! جو لوگ اللہ کا خیال رکھتے ہیں، اللہ پاک ایسے لوگوں کا ان کی زندگی میں بھی خیال رکھتا ہے اور مرنے کے بعد ایسے موقع پر بھی خیال رکھتا ہے کہ جہاں پر سب پیار کے دعویدار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو متواتر قرار دیا ہے، یعنی کہ طائف میں آپ کی قبر پر پیش آنے والا واقعہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے جس میں ذرہ بھر کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔

❶ ...... جب آپ کی میت کو دفن کے لیے قبر کے پاس رکھا گیا تو ایک خوبصورت سفید پرندہ آیا، جو آپ کے کفن میں داخل ہو گیا، لمبے انتظار کے بعد بھی وہ آپ کے کفن سے باہر نہ نکلا، چنانچہ آپ کی میت کو اسی طرح قبر کے اندر رکھ دیا گیا۔ سبحان اللہ! اس پرندے کے متعلق اہل علم وفضل کی مختلف آراء ہیں، لیکن اکثر کے نزدیک یہی بات ہے کہ یہ سفید پرندہ آپ کا معجزاتی علم وفضل تھا جو آپ اپنے ساتھ ہی دنیا سے لے گئے۔

❷ ...... جب آپ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو فراغت کے بعد قبر کے کناروں سے قرآن پاک کی آیت سنائی دی، غیبی آواز تھی نجانے رحمت کا فرشتہ تھا یا کوئی قدرت کی اور نشانی تھی پڑھنے والا بڑی ہی مسحور کن آواز میں آپ کی قبر کے پاس پڑھ رہا ہے۔

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○

(مستدرك حاكم: 3/353، المعجم الكبير: 10/290 حديث: 10581، مجمع الزوائد: 9/288 كنز العمال: 37190، حلية الاولياء: 1/329، سير اعلام النبلاء، معرفة الصحابه للاصبهانى، ترجمة ابن عباس)

''اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں۔''

خیال رکھنے کی انتہا:

مسلمانو! تم پر افسوس ...... کہ تم نے کلمہ پڑھ کر بھی عرش والے کی لاج نہ رکھی اور یہی تمہاری ذلت کی اصل وجہ ہے۔ اگر تمہارے دل میں عرش والے کی محبت اور ہیبت ہوتی تو آج تمہاری زندگی قدم قدم پر کرامتوں سے بھری ہوئی ہوتی۔ ہر طرف اور ہر سو کامیابی ہی کامیابی ہوتی۔ لیکن جب سے اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور اس کے احکامات کی بے قدری ہمارا نشان بن چکی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہر قسم کی برکت، کرامت اور خاص نصرت سے محروم کر دیا ہے۔

آجاؤ......! آج بھی وہی رب ہے، جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دور میں تھا۔ فرق فرش والوں میں آیا ہے عرش والے کی عنایات ازل سے جاری ہیں اور ابد تک اللہ والے اس سے محظوظ ہوتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا انجام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسا کرے۔ گو کہ ہمارا علم و فضل اور ہمارا تقویٰ ان جیسا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم ان کے سچے حُب دار اور قدردان ہیں اور اپنی طاقت کے مطابق اس بات کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہم ہر پل اپنے اللہ کا خیال رکھیں اور لمحہ بھر کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی نیک انجام اور نیکوں کے ساتھ نیک مقام نصیب فرمائے۔ آمین!

سبحان ربك رب العزت عما يصفون
وسلم على المرسلين والحمدُلله ربِّ العالمينَ

خطبہ نمبر
12
سیدنا امام
انس بن مالک رضی اللہ عنہ
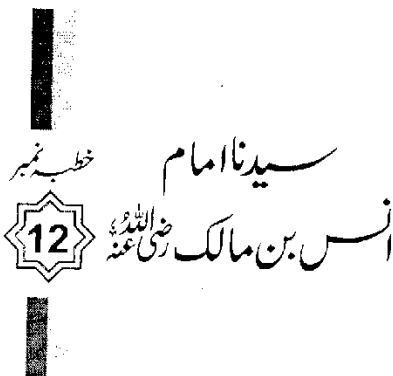
سیدنا امام انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی شان اور مقام

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ○ (البقرہ: 207)

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان تک کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بڑا مہربان ہے۔''

حمد و ثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اگر یہ عارضی زندگی اللہ کے نام لگا دی جائے تو اس کے بدلے میں ہمیشہ کے لیے ایک پاکیزہ زندگی ملنے والی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ لیکن اکثر لوگ اس عارضی زندگی میں اللہ کو بھلا دیتے ہیں اور اپنی زندگی کو دنیا کے کھیل تماشوں میں برباد کرتے رہتے ہیں۔ اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ لوگ اپنی زندگی کو دنیا کے حصول کے لیے کیوں کھپا دیتے ہیں تو جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

1. ...... انسان دن رات دنیا دنیا صرف اس لیے کرتا ہے کہ اس کے پاس دنیا کا بہت زیادہ مال جمع ہو جائے، کوٹھی، کار، بنگلے اس کی زندگی میں ہر طرف نظر آنے لگیں۔
2. ...... اولاد کی بہتری اور ان کے روشن مستقبل کے لیے انسان دنیا حاصل کرنے کی تلاش میں دن رات ایک کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری محنت سے میری اولاد کا مستقبل روشن ہوگا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کا سکون حاصل کرنے کے لیے انسان ہمہ وقت دنیا میں کھویا رہتا ہے۔ جب کہ اسلام ہماری تربیت یہ کرتا ہے کہ مال و اولاد کی برکت اور زندگی کے سکون کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو اور اپنی زندگی کو رب رسول کی محبت میں لٹا دو، نتیجے میں برکت والا مال بھی ملے گا، فرمانبردار اولاد بھی ملے گی اور دنیا کا ہر سکون بھی حاصل ہوگا۔ جو لوگ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کھپا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بہت زیادہ قدر کرتے ہوئے ان سے خصوصی پیار کرتے ہیں۔ یہی وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ: 207)

"اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان

تک کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بڑا مہربان ہے۔"

آج کے خطبہ میں آپ کے سامنے ایک ایسے ننھے منھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہوں کہ جس کی والدہ نے جب اپنے لختِ جگر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر لگا دیا تو دین و دنیا کے تمام خزانے کس طرح سمٹ کر ان کے قدموں میں آ گرے...... اس خوش نصیب ننھے منھے صحابی کی کنیت ابوحمزہ اور نام انس ہے نسبت کے اعتبار سے انصاری اور والدہ کا نام ام سُلیم ہے اور والد کا نام مالک ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ آپ کی والدہ نے کس عقیدت اور کن جذبات سے آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کیا! بالترتیب چار روایات سماعت فرمائیں:

❶ ......وَكَانَ أَنَسٌ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِيْنَةَ وَأَنَا ابْنُ عَشْرٍ وَمَاتَ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِيْنَ وَكُنَّ أُمَّهَاتُ يَحْثُثْنَنِي عَلَى خِدْمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح مسلم۔الاشربة: 2029)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میری عمر دس سال تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو میری عمر بیس سال تھی، میری مائیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے کے لیے بہت زیادہ ابھارتی تھیں۔"

اس حدیث سے دو باتوں کا علم ہوا:

❶ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ دس سال کے ننھے منھے شہزادے تھے اور ابھی بیس سال، یعنی جوانی کی ابتداء ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرما گئے۔

❷ آپ کی مائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے آپ کو بہت زیادہ کہا کرتی تھیں، یہاں ماؤں سے مراد خالائیں اور دیگر رشتہ دار بزرگ خواتین ہیں۔آپ کی امی ام سلیم اور خالہ ام حرام سمیت آپ کی دیگر معززات آپ کو ترغیب اور شوق دلاتی رہتیں جس سے آپ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں ہی وقت گزارتے۔آج ہماری ماؤں کا بھی یہی حق ہے کہ وہ بچوں کو نیکی کے کاموں کی تلقین کرتی رہیں بلکہ شوق دلاتی رہیں جن بچوں کو ماؤں کی گودوں سے نیکی کا شوق ملے وہ بڑے ہو کر فاستبقوا الخیرات کی عملی تفسیر بن جاتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کس انداز سے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئیں پوری حدیث کا متن اور ترجمہ سماعت فرمائیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

❷......قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ فَاَخَذَتْ اُمِّيْ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَتْ بِيْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَمْ يَبْقَ رَجُلٌ وَلَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا وَقَدْ اَتْحَفَكَ بِتُحْفَةٍ وَاِنِّيْ لَا اَقْدِرُ عَلٰى مَا اُتْحِفُكَ بِهِ اِلَّا ابْنِيْ هٰذَا فَخُذْهُ فَلْيَخْدُمْكَ مَا بَدَالَكَ قَالَ: فَخَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا ضَرَبَنِيْ وَلَا سَبَّنِيْ وَلَا عَبَسَ فِيْ وَجْهِهِ

(کنز العمال: 13/286 حدیث: 36829، مسند ابی یعلی: 6/306 حدیث: 3624، اتحاف الخیرة المھرة: 1/222 حدیث: 540 ضعیف الاسناد وصحیح المتن)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ (یا دس) برس تھی میری والدہ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! انصار قبیلہ کی تقریباً ہر عورت اور ہر مرد نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیا ہے اور میں آپ کو اپنے اس بچے کے علاوہ کوئی اور چیز تحفہ میں دینے کی طاقت نہیں رکھتی، آپ اس کو بطور تحفہ اپنی خدمت کے لیے قبول فرمائیں، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی،

آپ ﷺ نے مجھے مارا، گالی دی اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ کے ماتھے پر شکن آئے۔"

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

1 آپ ﷺ کے زمانہ میں ماؤں کے جذبات بہت زیادہ مبارک اور پاکیزہ تھے اور وہ اپنی اولادوں کو آپ ﷺ پر قربان کر دینے کو دونوں جہانوں کی سعادت سمجھتی تھیں۔ جب سے ماؤں کے ذہن بدلے ہیں نیکی کی بجائے دنیا کی حرص وہوس کو بچوں کے آگے کیا جا رہا ہے سوائے بربادی کے کچھ ہمارے ہاتھ نہیں آ رہا۔

2 تحفہ میں اپنا بیٹا ہی دے دیا، آج میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھے کئی سال ہو چکے ہیں، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو تحفہ میں کیا دیا ہے......؟ مال......؟ وقت......؟ اولاد......؟ یا آپ صرف خالی عاشق رسول ہی ہیں......؟ آج آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا......! غریب ہونا کوئی عیب نہیں، اگر آپ غریب ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں پڑھنے پڑھانے کے لیے وقت نکالیں اور اپنے بچوں کو حدیثِ رسول کا حافظ بنائیں۔

3 آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کس قدر بلند اخلاق کے مالک تھے کہ دس سال کے طویل عرصہ میں ایک دفعہ بھی مارا نہ ہی گالی دی۔ آج ہم ایک دن میں کئی مرتبہ اپنے خادموں کو مارتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ بہر صورت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی غریب والدہ نے اپنا لختِ جگر ہی تحفے میں پیش کر دیا اور غربت کا عالم یہ تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

3 ......جَآءَتْ بِيْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اَزَّرَتْنِيْ بِنِصْفِ خِمَارِهَا وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهِ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! هٰذَا اَنَسُ ابْنِيْ اَتَيْتُكَ بِهٖ يَخْدُمُكَ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاَطِلْ حَيَاتَهٗ

(صحیح مسلم۔فضائل صحابہ: 2481 ۔طبقات:۷۔۱۹)

"میری والدہ ام سلیم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئیں اپنی آدھی چادر سے مجھے ازار بند باندھا اور کچھ حصہ بطور چادر مجھ پر ڈال دیا اور کہا اے اللہ کے رسول! یہ میرا چھوٹا سا پیارا انس اس کو میں آپ کے پاس لے کر آئی ہوں وہ آپ کی خدمت کرے گا اس کے لیے اللہ سے دعا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے مال و اولاد کو زیادہ کر دے اور ایک روایت میں ہے اس کی عمر کو لمبا کر دے۔"

سامعین کرام......!

آپ اس ام سلیم رضی اللہ عنہا کی غربت اور ان کے محبت بھرے جذبات کا اندازہ لگائیں......؟ کہ اپنی چادر کو پھاڑ کر ایک حصہ ازار بند بنایا اور کچھ حصہ کندھوں پر ڈال دیا اور ننھے سے شہزادے کو کونین کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے پیش کر دیا اور یہاں سے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے عقیدے کا بھی علم ہوتا ہے کہ ان کا توکل کس قدر بلند تھا، غربت کے دنوں میں اپنے بچے کو کوئی ملازمت نہیں کروائی بلکہ بے لوث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور ساتھ فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا فرمائیں یعنی آپ رضی اللہ عنہا کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ سے ہی مانگتے ہیں، آپ مختارِ کل یا حاجت روا نہیں...... بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الٰہی کے محتاج ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دعائیں فرمائیں اور اللہ تعالیٰ نے تینوں دعاؤں اور ماں کے پاکیزہ جذبات کو قبول کیا اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دین و دنیا کا بے تاج بادشاہ بنا دیا۔

اور یاد رکھو! جن بچوں کے پیچھے اللہ والوں کی دعائیں ہوں اور ماں کے پاکیزہ جذبات ہوں اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو چار چاند لگا دیتا ہے اور ان کی روشنی اور بلندی کا مقابلہ آسمان کا سورج بھی نہیں کر سکتا۔ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو موجود نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے سچے پیروکار موجود ہیں ان سے بار بار اپنے بچوں کے لیے دعائیں کرواتے رہنا چاہیے اس کے بہت زیادہ فوائد و ثمرات ہیں۔ صحیح بخاری میں آتا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے حد درجہ خشوع و خضوع کے ساتھ لمبی دعائیں فرمائیں تھیں۔ خادم رسول سیدنا انس بن مالک انصاری نجاری مدنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

4 ......دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی اُمِّ سُلَیْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ قَالَ: ((اَعِیْدُوْا سَمَنَ فِیْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِیْ وِعَائِهٖ فَاِنِّیْ صَائِمٌ)) ثُمَّ قَامَ اِلٰی نَاحِیَةٍ مِّنَ الْبَیْتِ فَصَلّٰی غَیْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَیْمٍ وَاَهْلِ بَیْتِهَا فَقَالَتْ: اُمُّ سُلَیْمٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِیْ خُوَیْصَةً ، قَالَ: مَا هِیَ؟ قَالَتْ: خَادِمُكَ اَنَسٌ فَمَا تَرَكَ خَیْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْیَا اِلَّا دَعَالِیْ بِهٖ قَالَ: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالاً وَّوَلَدًا وَبَارِكْ لَهٗ (صحیح البخاری۔الصوم: 1982)

''نبی کریم ﷺ میری والدہ ام سلیم کے پاس آئے وہ آپ کے پاس کھجوریں اور گھی لے کر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں کو اپنی اپنی جگہ رکھ دو میں روزہ دار ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے میری والدہ ام سلیم اوران کے گھر والوں کے لیے دعا کی اورمیری والدہ ام سلیم نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری ایک چھوٹی سی خاص خواہش ہے،آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے......؟ والدہ نے کہا: آپ کا خادم انس (اس کے لیے بھی دعا کریں!) چنانچہ آپ ﷺ نے دنیا وآخرت کی ہر بھلائی میرے لیے مانگی اور فرمایا: ''اے اللہ! اس کو مال اوراولا دعطا کراوراسکے لیے برکت کردے۔''

آپ ﷺ کی مانگی ہوئی دعا کو کسی اللہ والے نے یوں بیان فرمایا ہے:

پاک پیغمبر ہتھ اٹھائے تے منگیاں نیک دعاواں
برکتاں دے دے انس دے تائیں اون ٹھنڈیاں ہواواں

شالا عمر جوانیاں مانے ننھا انس پیارا
بخش دے مولا اس دے تائیں نالے قوم قبیلہ سارا
پاک نبی دی خدمت پاروں ملیا قرب حضوری
کرلے خدمت حدیث نبی دی ہر خواہش ہوسی پوری

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کی انتہا:

دس سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئیں اور باوجود غربت کے اپنا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقف کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پیار اور اخلاص کا نقد صلہ عطا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام دعاؤں کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرما لیا۔

❶ ...... **مال زیادہ ہونے کی دعا:** اللہ تعالیٰ نے مال کی برکت اور کثرت والی دعا قبول فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے: وَاللّٰہِ اِنَّ مَالِیُ لَکَثِیُرٌ ''اللہ کی قسم! بلاشبہ میرا مال بہت زیادہ ہے'' رزق اور پھلوں کی کثرت اس قدر زیادہ تھی کہ کسی شہر کے کسی باغ میں سال میں دو دفعہ پھل پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل ہوتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

وَاِنَّ اَرْضِیْ لَیُثْمِرُ فِی السَّنَةِ مَرَّتَیْنِ وَمَا فِی الْبَلَدِ شَیْءٌ یُثْمِرُ مَرَّتَیْنِ غَیْرَھَا وَکَانَ فِیْهِ رَیْحَانٌ یَجِدُ مِنْهُ رِیْحَ الْمِسْكِ

(جامع ترمذی۔المناقب: 3833، سلسلہ احادیث صحیحہ: 5/287)

''بلاشبہ میری زمین سال میں دو مرتبہ پھل دیتی تھی اور میرے باغ کے علاوہ علاقے میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتی ہو اور باغ میں پھولوں میں سے ایک قسم ایسی تھی جن سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔''

سبحان اللہ...... غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت گزار

کو کس قدر مبارک مال عطا فرمایا۔ یہ کیسی خوش قسمتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ذات سے ساری زندگی احادیث رسول کی خوشبو آتی رہی اور آپ کے باغ کے پھولوں سے کستوری کی خوشبو آنا شروع ہوگئی......! آج آپ بھی اپنے بچوں کے سینے احادیث رسول کے نور سے منور کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو صاحبِ مال بھی بنائے اور صاحبِ کرامت بھی بنائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ذاتِ رسول یا حدیث رسول کے سچے خادم کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔

❷......**اولاد زیادہ ہونے کی دعا:** مال کی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ اولاد عطا فرمائی۔ آپ کے بیٹے اور آپ کے بیٹوں کے بیٹوں کی تعداد آپ کی زندگی میں ایک سو سے زیادہ تھی۔ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

وَاِنَّ وَلَدِیْ وَوَلَدَ وَلَدِیْ لَیَتَعَادُّوْنَ عَلَی نَحْوِ الْمِائَۃِ اَلْیَوْمَ

(صحيح مسلم۔فضائل الصحابة: 2481)

''بے شک میرے بچوں اور میرے بچوں کے بچوں کی تعداد آج سو سے زیادہ ہے۔''

اور آپ رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں:

وَحَدَّثَتْنِیْ اِبْنَتِیْ اُمَیْنَۃُ اَنَّہُ دُفِنَ لِصُلْبِیْ مَقْدَمَ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَۃَ بِضْعٌ وَعِشْرُوْنَ وَمِائَۃٌ ۔ (صحيح البخاری۔الصوم: 1982)

''اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا کہ حجاج کے بصرہ آنے تک میری صلبی اولاد میں سے تقریباً ایک سو بیس دفن ہو چکے تھے۔''

اللہ اکبر!......ایک بیٹی کی اولاد کا یہ عالم تھا دیگر بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے ان کی تعداد کا عالم کیا ہوگا......؟

سامعین کرام......!

یہی سمجھ آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینا دنیا کی مبارک وادی میں قدم رکھنے

کے برابر ہے۔ اگر آپ واقعتاً اپنے بچوں کو روشن مستقبل دینا چاہتے ہیں تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔

③...... **لمبی عمر کی دعا:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اے اللہ! اس کی عمر کو لمبا کر دے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لمبی عمر کی دعا کرنا شریعت سے ثابت ہے۔ شیخ الاسلام امیر المومنین فی الحدیث امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَفِيْهِ جَوَازُ الدُّعَاءِ لِلْاِنْسَانِ لِطُوْلِ الْعُمُرِ

(سلسلة احاديث صحيحة: 5/288)

''اس میں انسان کے لیے لمبی عمر کی دعا کرنے کا جواز ہے۔''

بہر صورت رب کائنات نے امام کائنات کے یہ بول بھی پورے فرما دیے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سو سال سے زیادہ عمر عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر صرف دس سال تھی اور جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی اس وقت بیس سال کے جوان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً مزید 83 سال زندہ رہے اور 103 سال کی لمبی عمر پا کر آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ بعض روایات میں آپ کے لیے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

طَالَتْ حَيَاتِيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ مِنَ النَّاسِ وَاَرْجُو الْمَغْفِرَةَ

(الادب المفرد: 653، طبقات ابن سعد: 7/19، سلسله صحيحه: 5/287)

''میری عمر اس قدر زیادہ ہوگئی ہے کہ مجھے لوگوں سے شرم آتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید کرتا ہوں۔''

سامعین کرام......!

ان تمام باتوں سے یہی حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جو غربت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور محبت کو مقدم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے اپنے

سارے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے۔ آپ بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سچے خادم بنیں، دین ودنیا کے سب خزانے نصیب ہوں گے۔

احادیث کے خادموں کے لیے خاص دعا:

آپ ﷺ انتقال فرما چکے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہمارے اندر موجود نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود عظمت وسعادت کے تمام دروازے قیامت تک کے لیے کھلے ہیں۔ آج کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنا چاہتا ہے یا کوئی ماں باپ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کے لیے آپ ﷺ کی احادیث کی خدمت کریں، حدیث کے میدان میں اتریں، احادیث کو یاد کریں، حفظ کریں اور ان کو سمجھ کر دوسرے لوگوں تک پہنچائیں اور احادیث کی کتب ایک دوسرے کو تحائف میں دیں۔ مجھے پیدا کرنیوالے کبریا کی کبریائی کی قسم ہے! کہ آج بھی جو شخص احادیث رسول کی خدمت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو کبھی بھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔

ہماری بدسکونی اور بربادی کی بنیادی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم نام کے اہلِ حدیث اور نام کے اہلِ سنت ہیں، ہمیں احادیث یاد ہیں اور نہ ہی ہمارے گھروں میں احادیث کی کتابیں ہیں میں سینکڑوں ایسے احباب کو جانتا ہوں جن کو نمازیں پڑھتے پچاس سال ہو چکے ہیں لیکن ان کے گھروں میں بخاری ومسلم کا سیٹ بھی موجود نہیں ہے اور یہ بہت بڑی غفلت ہے۔ دین ودنیا اور آخرت کی ہر بھلائی حاصل کرنے کے لیے احادیث رسول سے گہرا تعلق بنائیں، آپ کو ہر خیر حاصل ہوگی اور آپ رسول اللہ ﷺ کی عظیم دعا کے مستحق بھی ٹھہریں گے۔ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاءً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا

(مسند احمد۔ حدیث: 16754، سنن ابی داود: 3662، سنن ابن ماجہ: 232، جامع

ترمذی: 2656، صحیح ابن حبان: 69، المعجم الکبیر: 1541)

”اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا اور اس کو خوب اچھی طرح یاد کرلیا، پھر جس طرح سنا اسی طرح آگے بیان کردیا۔“

لوگو! میدان آج بھی خالی ہے اور ایسے شاہینوں اور شہبازوں کا منتظر ہے جو احادیث رسول کو سینے سے لگائیں اور پورے جہان میں اس کے جھنڈے کو بلند کردیں۔ لیکن یہ خوش قسمتی ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتی، خوش نصیب ہیں وہ ماں باپ کہ جن کے لخت جگر استاذ الحدیث، شیخ الحدیث یا امام الحدیث کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

امام الحدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی اداؤں اور حدیثوں کو یاد رکھا اور تقریباً دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث امت مسلمہ کو تحفہ میں دیں اور آج تک جہاں جہاں وہ احادیث لکھی اور پڑھی جاتی ہیں آپ کو پورا پورا ثواب حاصل ہو رہا ہے اور کس قدر شرف کی بات ہے کہ آپ کا نام مبارک رضا ورحمت کی دعا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بصد عقیدت پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے نام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اونچا کر دیا۔ ضیا فتطبع کے لیے ایک حدیث پیشِ خدمت ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُوْنَ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِكَ (ترمذی۔الاستئذان: 2698، صحیح الترغیب: 1608)

”اے میرے ننھے سے پیارے بیٹے! جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو ضرور سلام کر، وہ تیرے لیے اور تیرے گھر والوں کے لیے باعثِ برکت ہوگا۔“

سامعین کرام......!

ایک حدیث بطور مثال میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے آپ اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے کس قدر عالی تربیت حاصل کی اور کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبتوں اور چاہتوں کے مرکز بنے رہے، آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگردِ رشید اور خصوصی تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حد درجہ محبوب تھے۔

قرآن کی تلاوت آپ کا معمول تھا:

قرآن والوں نے ہمیشہ بہت مقام حاصل کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کو تلاوت قرآن کا بہت زیادہ شوق تھا، آپ کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے:

اِذَا خَتَمَ الْقُرْاٰنَ جَمَعَ وَلَدَهُ وَاَهْلَ بَيْتِهِ فَدَعَا لَهُمْ

(صفة الصفوة: 1/713)

''جب قرآن مجید ختم کرتے تو اپنے بچوں اور گھر والوں کو اکٹھا کر لیتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔''

لیکن آج ہماری حالت کیا ہے......؟ شاید زندگی میں ایک مرتبہ بھی مکمل قرآن پاک نہ پڑھا اور نہ ہی اپنے بچوں کو یہ تلقین کی ہو کہ قرآن کو شروع سے لے کر آخر تک پوری ترتیب اور شوق کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اور یہ جذبہ نہ ہونے کا نتیجہ میرے اور آپ کے سامنے ہے کہ ہمارے گھر روحانیت کے مرکز نہیں، بلکہ نفرتوں کے اڈے بن چکے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نماز پڑھنے والے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کا رنگ بڑا نمایاں نظر آتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ جب اساتذہ باکردار ہوں تو شاگرد بھی کردار کے نور سے محروم

نہیں رہتے۔ آپ رضی اللہ عنہ خشوع وخضوع والی لمبی نماز پڑھا کرتے آپ کے بارے میں آپ کے ساتھیوں کی گواہی ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے:

وَاَحْسَنُ النَّاسِ صَلَاةً فِي السَّفْرِ وَالْحَضْرِ وَكَانَ يُصَلِّي حَتَّى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ مِمَّا يُطِيْلُ الْقِيَامَ

(تاریخ دمشق: 3/84، سیر اعلام النبلاء: 3/400)

''سفر وحضر میں نماز پڑھنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھے تھے، لمبے قیام کی وجہ سے نماز میں آپ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔''

عموماً کئی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سفر میں وقت پر نماز ادا کرنے کا خیال نہیں رکھتے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ سفر میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ لمبی نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا تھا کہ نماز ہی آپ کی زندگی ہے اور آپ نے اپنے آپ کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ ہر مجبوری سے نماز ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہی جذبہ عطا فرمائے۔

سرتاج المحدثین حضرت امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی نماز کے متعلق یہاں تک فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنِ ابْنِ اُمِّ سُلَيْمٍ

(کنز العمال: 13/286 حدیث: 36828، صفۃ الصفوۃ: 1/711، سیر اعلام النبلاء: 3/400)

''ام سلیم کے بیٹے سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی نماز پڑھتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔''

یعنی آپ رضی اللہ عنہ کا قیام، رکوع اور سجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح لمبا اور خشوع والا ہوتا تھا اور جی لگا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی پر قربان جاؤں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے امام الحدیث بھی آپ کے مثالی نمازی ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

احرام کی حالت میں تعلق باللہ کا عالم:

ہمارے ہاں اکثر لوگ جب مکہ مدینہ جاتے ہیں تو وہاں بھی آوارگی، بے راہ روی حتیٰ کہ بیہودگی سے بھی باز نہیں آتے۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ حرم مکہ سے قبل ہی جب میقات سے احرام باندھتے تو اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے، عمرہ مکمل کر لینے تک کوئی بات تک نہ کرتے، آپ کے ساتھ عمرہ و حج کرنے والے آپ کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَمَا سَمِعْنَاهُ مُتَكَلِّمًا اِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ

(طبقات ابن سعد: 7/22، سیر اعلام النبلاء: 3/401)

''ہم نے آپ کو اللہ کا ذکر کرتے ہی سنا۔''

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حالت احرام میں لغویات سے بچ کر خوب ذکر و اذکار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی کرامت:

علم و عمل کی پختگی اور اعلیٰ کردار کی بلندی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب تھے۔ اللہ تعالیٰ کا نظام بھی یہی ہے کہ وہ کبھی کبھار اپنے پیاروں کو اپنی قدرت کے انوکھے مناظر دکھلاتا رہتا ہے تاکہ ان کی لگن اور محبت میں مزید اضافہ ہو۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک خاص منظر دکھایا، بصرہ میں آپ کی زمین تھی اور وہاں عرصہ دراز سے بارش نہیں ہو رہی تھی جس وجہ سے زمین قحط سالی کا شکار ہوگئی۔ زمین کے نگران نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ سن کر کافی فکر مند ہوئے اور بعد میں اپنی زمین سے تھوڑا سا دور جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

فَثَارَتْ سَحَابَةٌ وَغَشِيَتْ اَرْضَهُ وَاَمْطَرَتْ

ابھی دعا مکمل ہی ہوئی تھی کہ بادل امنڈ آئے اور جہاں تک آپ کی زمین تھی وہاں وہاں پر

اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش نازل فرمادی اور وہ بارش صرف اور صرف آپ کی زمین تک محدود رہی۔

مؤرخ اسلام امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هَذِهِ كَرَامَةٌ بَيِّنَةٌ ثَبَتَتْ بِإِسْنَادَيْنِ

(تاریخ دمشق: 3/85، طبقات ابن سعد: 7/21، سیر اعلام النبلاء: 3/401، تهذيب التهذيب: 1/191، صفة الصفوة: 1/712)

''یہ واضح کرامت دو سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔''

ہمارے ہاں سب سے بڑا المیہ:

ذرا سی تنگی اور مشکل آئے تو ہم دنیا کے وڈیروں اور تعویزوں کی طرف بھاگتے ہیں جب کہ سب سے پہلے ہم کو اپنی مشکل کے حل کے لیے صلوۃ الحاجت کی دو رکعات پڑھنی چاہئیں۔یعنی ضرورت کی دو رکعت نماز اور اس کے بعد دعا کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے بسی و عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے، گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے اس کی رحمت کا امید وار بننا چاہیے......اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں اور فرماتے ہیں،اے میرے بندے! جب تو سچے دل سے بے بس ہو کر میرے سامنے سجدے میں رو پڑتا ہے تو میں بظاہر تیرے ناممکن مطالبوں کو بھی اپنی رحمت سے ممکن بنا دیتا ہوں اور قرآن بھی یہی تربیت کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○ (بقرہ: 153)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہماری بے وقوفی اور غفلت کا عالم یہ ہے کہ ہم دو رکعت نماز نہیں پڑھتے اور دو دو سال ذلیل ہوتے رہتے ہیں، ہر ایک سے مشورہ کرتے ہیں،توحید اور ایمان کی تمام حدوں

کو پھلا نگتے ہیں لیکن دو رکعت نماز پڑھ کر عاجزی و بے بسی کا اظہار کرنا ہم پہاڑ سے زیادہ بھاری کام سمجھتے ہیں۔ قرآن اس حقیقت کو بھی بیان کرتا ہے کہ یہ شرف خاصان خدا کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کے اندازِ بیان پر غور فرمائیں:

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○

(بقرہ: 46،45)

''صبر اور نماز سے مدد مانگو اور بے شک وہ بھاری ہے مگر ان لوگوں پر نہیں جو ڈرنے والے ہیں۔ جو گمان رکھتے ہیں کہ ان کو اپنے رب سے ملنا ہے اور وہ اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

لوگو! بھولا ہوا سبق یاد کرو، کامیابی کی طرف جانیوالا آسان راستہ، نماز والا راستہ ہی ہے، آج بھی وہی اللہ ہے جو انس رضی اللہ عنہ کے دور میں تھا، اللہ کی عطا میں کوئی کمی نہیں، کمی ہمارے جذبات اور کردار میں ہے۔

خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بار بار زیارت کرنیوالے:

خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ایک سچی حقیقت ہی نہیں بلکہ بہت بڑی سعادت بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد رشید اور خاص خادم تھے اور آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے سچے پیروکار تھے، اسی لیے آپ کو خواب میں بے شمار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ امام کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تقریباً 83 سال زندہ رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ہر رات ہی بابرکت رہی، قیام اللیل کی لذت ختم نہ ہوتی تھی کہ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی مٹھاس لینا شروع کر دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا مِنْ لَيْلَةٍ اِلَّا وَاَنَا اَرَاى فِيْهَا حَبِيْبِيْ ثُمَّ يَبْكِيْ

(طبقات ابن سعد: 7/19، سیر اعلام النبلاء: 20/403)

''میں نے تقریباً ہر رات اپنے پیارے کو خواب میں دیکھا......راوی بیان کرتا ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ رو پڑتے۔''

اور یہ آنسو محبت اور شکر کے ہوتے تھے اور آج ہمیں بھی یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ ہم دو اعمال میں خوب پابندی کریں اور یہی دو اعمال ائمہ محدثین اور اللہ والوں سے نقل در نقل چلے آرہے ہیں:

① ......**درود کی کثرت:** اگر آپ کے دل میں خواب کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کا جذبہ موجود ہے تو کثرت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر مسنون درود پاک پڑھیں، پریشانیاں دور ہوں گی، گناہ معاف ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی لذت بھی نصیب ہوگی۔

② ......**سنت سے حد درجہ محبت:** اپنے روز مرہ کے معمول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ملحوظ خاطر رکھنا باعثِ رحمت و برکت اور باعثِ زیارت بھی ہے۔ ہر انسان معمول کے مطابق اپنے بستر پر لیٹتا ہے، سوتے وقت باوضو لیٹنا اور مسنون اذکار کا اہتمام کرنا اور صبح اٹھتے ہوئے مسنون اذکار اور مسواک کرنا آپ کے متبع سنت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اسی عمل میں دین و دنیا کی عظمت ہے اور اسی کی برکت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کے ساتھ ساتھ قیامت کے روز شفاعت بھی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا خادم بنا کر دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے اور ہمارا حشر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خادم رسول کے ساتھ کرے۔ آمین ثم آمین!

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبہ نمبر
13
بچوں کی مثالی تربیت مگر کیسے؟

بچوں کی مثالی تربیت.....مگر کیسے؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ○

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ (الفرقان: 74)

"پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کو بچے مل گئے گویا کہ اس کو دنیا کی خوبصورتی عطا کردی گئی، کیونکہ قرآن کہتا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

''مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔''

اور اس زینت کا سوال بڑے بڑے برگزیدہ پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ سے کرتے رہے۔ میرے اور آپ کے لیے زندگی کا سب سے اہم معاملہ وہ تربیتِ اولاد کا ہے، مگر آج اکثر والدین کی اس طرف عملی طور پر کوئی توجہ نہیں ہے۔ آپ لوگ اخبارات میں پڑھتے ہیں یا آنکھوں سے کوئی حادثہ دیکھتے ہیں تو آپ کو بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے، اگر کہیں سے کوئی ڈاکو مال لوٹ کر لے جائے تو ہم سب پریشان ہوتے ہیں یا کسی گھر سے چوری ہو جائے تو ہر طرف پریشانی کے آنسو ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہونا ایک فطرتی عمل ہے جب کسی کے مال کا نقصان ہو تو یقیناً تکلیف تو بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن اس سے بڑا نقصان جو کہ دن رات ہو رہا ہے اس کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں، نہ کوئی اس نقصان پر پریشان ہوتا ہے اور نہ اس نقصان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہے اولاد کا بربادی کی طرف جانا۔ شیطان دن رات ان کا ایمان لوٹ رہا ہے، کھلے عام ان سے شرم وحیاء چھین رہا ہے اور بڑی مکاری کے ساتھ ان کو رب رسول کی نافرمانی اور بغاوت پر اکسا رہا ہے۔ لیکن معاشرہ اور والدین اس کے سدِّ باب کے لیے اور اس خطرناک نقصان کی روک تھام کے لیے عملی طور پر بالکل غیر سنجیدہ ہیں، جبکہ تمام اہم کاموں میں سب سے پہلے اس معاملے میں سوچنا سمجھنا اور کوئی لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر بچے بگڑ گئے، اولاد بے عمل یا بدعمل ہو گئی تو گویا کہ قیامت تک کے لیے پوری نسل ہی تباہ و برباد ہو گئی اور اگر اولاد سنور اور سدھر گئی، ان کو صالح زندگی نصیب ہو گئی تو یہ قیامت تک لیے والدین کے لیے صدقہ جاریہ رہے گی۔ آج خطبہ جمعۃ

المبارکہ میں مجھے چار اہم اصول بیان کرنا ہیں جو کہ اولاد کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور بچے کی شخصیت کو روشن چراغ کی طرح منور کر دیتے ہیں۔

ان چار اہم باتوں اور اصولوں سے قبل ابتدائی طور پر آپ یہ ذہن بنا لیں کہ ہمیشہ بچوں کے ساتھ اکثر معاملات میں نرمی کے پہلو کو غالب رکھا جائے اور ان کے ساتھ پیار و محبت اور دل لگی کی انتہا کر دی جائے۔ بچوں کے ساتھ پیار و محبت کرنا رسول اللہ ﷺ اور اہل اللہ کا شیوہ رہا ہے اور اس طرز عمل نے بچوں کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرتے ہوئے ان کے حوصلوں کو بلند کیا ہے۔ جہاں آپ اپنے بچوں کے ساتھ پیار و محبت اور پورے اخلاق کے ساتھ پیش آئیں وہاں دوسرے بچوں کے ساتھ بھی نرمی و شفقت کا رویہ غالب رکھیں۔

بچوں سے شفقت کی چند جھلکیاں:

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے چند مثالیں آپ کے پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ میں بنیادی طور پر اس بات کا احساس پیدا ہو کہ ہمہ وقت ڈانٹ ڈپٹ اور سختی کا رویہ ہرگز درست نہیں ہے، بلکہ بچوں کیساتھ گھل مل کر رہنا چاہیے اور ان کی معصوم اداؤں میں دلچسپی رکھتے ہوئے ان کو اہمیت دینی چاہیے۔ یہی رویہ چھوٹے بچوں کے حوصلوں کو بڑا کر دیتا ہے جس سے وہ پاکیزہ زندگی کی طرف اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

كَانَ ﷺ اَرْحَمَ النَّاسِ بِالصِّبْيَانِ وَالْعِيَالِ

(البحر الزخار المعروف مسند البزار: 13/513، کنز العمال: 18490، سلسلہ احادیث صحیحہ: 2089، صحیح الجامع الصغیر: 4797)

"رسول اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بچوں اور گھر والیوں پر رحم فرمانے والے تھے۔"

خادم رسول حضرت امام انس رضی اللہ عنہ کی اس گواہی کا ایک عملی نمونہ آپ کی خدمت

میں پیش کرتا ہوں تا کہ آپ کو بخوبی اندازہ ہو کہ آپ ﷺ بچوں کے بارے میں کس قدر رحیم وکریم تھے۔ آپ ﷺ بچوں کے کان میں اذان بھی دیا کرتے تھے جیسا کہ سردار جنت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان کہی اور روایت درجہ قبول سے کم نہیں اور اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَضَعَ صَبِیًّا فِیْ حِجْرِہٖ یُحَنِّکُهٗ فَبَالَ عَلَیْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَهٗ (صحیح البخاری۔الادب: 6002)

”نبی اکرم ﷺ نے ایک نومولود بچے کو اپنی گود میں بٹھایا اور اس کو گھرتی دی بچے نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔“

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بچوں سے خصوصی پیار اور بچوں کے معاملہ میں خصوصی دلچسپی رکھا کرتے تھے اور یہ بھی واضح ہوا کہ بچہ اگر پیشاب کر دے تو مار کٹائی کی بجائے پیشاب والی جگہ پر پانی بہا دینا چاہیے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

ہمارے ہاں عموماً بچوں کی ملاقات یا بچوں کو سلام کرنے میں حد درجہ غفلت کی جاتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ بچوں کو سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جبکہ یہ سوچ حد درجہ خیر سے خالی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی مبارک عادت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کَانَ ﷺ یَزُوْرُ الْاَنْصَارَ وَیُسَلِّمُ عَلٰی صِبْیَانِهِمْ وَیَمْسَحُ رُءُوْسَهُمْ

(عمل الیوم واللیله امام نسائی: 329، صحیح ابن حبان: 2145، سلسلة الاحادیث الصحیحة: 5/149، آخر حدیث: 2112)

”رسول اکرم ﷺ انصار سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔“

اس عمل سے بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو سلام کرنا اور انکے سروں پر پیار دینا رسول

اللہ ﷺ کی مبارک سنت ہے، اپنے بچوں سے اسی پاکیزہ سنت کے ساتھ پیش آیا کریں۔

صرف سلام اور پیار ہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ بچوں کو چوما کرتے اور ان کو بوسہ دیا کرتے تھے بلکہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے بچے کو بوسہ دیا تو ایک صحابی کہنے لگا: اللہ کے رسول! میرے دس بچے ہیں میں نے تو کبھی کسی کو بوسا نہیں دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ ''جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا'' (صحیح البخاری: 5997)

اور بخاری ہی میں ایک دوسری جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:

جَآءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اِنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ (صحیح البخاری۔الادب: 5998)

''ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ بچوں کو چومتے ہو......؟ ہم تو ان کو نہیں چومتے، نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟''

بلکہ اگر موقع ملے تو آپ میری کتاب ''شانِ حسن وحسین رضی اللہ عنہما'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں، آپ کا دل یہ دیکھ کر مچل جائے گا کہ رسول رحمت ﷺ صرف چوما ہی نہیں کرتے تھے بلکہ بچوں کو سونگھا بھی کرتے، سینے سے لگا کر ہلکا سا دبایا بھی کرتے اور کبھی کبھار اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دیتے۔ ﷺ

اسی پر اکتفا نہیں آپ ﷺ بچوں سے مل کر ہنسی مزاح بھی کیا کرتے، ان کی دل لگی کے لیے ان سے کھیل بھی لیتے اور پیار بھری باتوں سے انکے جذبات کو مٹھاس سے بھر دیتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اِنْ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَیُخَالِطُنَا حَتّٰی یَقُوْلَ لِاَخٍ لِیْ صَغِیْرٍ

يَاأَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ كَانَ لَهُ نُغَيْرٌ يَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ

(صحيح البخاري، الادب: 6203،6129)

''رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ گھل مل جاتے حتی کہ میرے چھوٹے بھائی سے (ایک بار) آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوعمیر! نغیر (سرخ چونچ والی چڑیا) کا کیا بنا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے بھائی کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلتا تھا اور وہ مرگئی تھی۔''

یہ تمام احادیث ابتدائی طور پر سنانے کا صرف یہی مقصد ہے کہ اپنی سختی، ترشی اور درشتی کو کنٹرول میں رکھیں، ہمہ وقت بچوں کا خون چوستے رہنا اور ان کے سامنے بگھیاڑ جیسا کردار ادا کرنا عقل مندی کی دلیل ہے اور نہ ہی ماں باپ کی ممتا اس بات کی اجازت دیتی ہے۔ آپ جس پیغمبر ﷺ کے امتی ہیں وہ تو بچوں کا رونا دیکھ کر فرض نماز کو مختصر کر دیا کرتے تھے۔ ہم ہیں کہ عام حالات میں بھی بچوں کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ (صحيح البخاري، الاذان: 709،710)

''میں نماز شروع کرتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں، لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے ماں کے دل پر کیسی چوٹ پڑتی ہے۔''

اس سلسلہ میں کئی ایک صحیح احادیث ہیں جن میں سے چند اہم احادیث کی طرف میں نے اشارہ کر دیا ہے، آپ اپنے رویے میں نرمی، شفقت اور پیار کو مقدم رکھیں۔ وگرنہ بچے بھی بری طرح بگڑ جائیں گے، مار کھانے کے عادی بن جائیں گے، ضد ان کے رگ وریشے میں رچ بس جائے گی اور ان سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ اگر آپ بچوں کے

ساتھ نرمی وشفقت کا معاملہ نہیں کرتے تو آپ کا رسول اللہ ﷺ کی امت سے بھی تعلق ٹوٹ جائے گا۔ اس سخت وعید کا اندازہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ان کلمات سے لگا سکتے ہیں:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا

(مسند احمد: 11/529ح: 6937، جامع الترمذی: 1919)

”جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچوں کیساتھ خصوصی شفقت اور پیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بچوں کی مثالی تربیت کیلئے چار سنہرے اصول:

جس عمارت کی بنیاد مضبوط ہو وہ آسمان کی بلندیوں کو چھو جانے کے باوجود قائم رہتی ہے اور اگر بنیاد کمزور ہو تو عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ جس طرح عمارت میں بنیاد کا کردار سب سے اہم ہے، اسی طرح بچوں کی تربیت میں والدین کی نرمی اور دانائی کا کردار سب سے زیادہ ہے، اس لیے بنیادی طور پر بچوں کیساتھ شفقت والا رویہ رکھیں اور ساتھ ساتھ آنے والے چار امور کا زندگی بھر خیال رکھیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ وقت دور نہیں کہ آپ کا بیٹا وقت کا عبداللہ بن عباس بنے گا یا انس بن مالک رضی اللہ عنہم بنے گا اور وہ ائمہ محدثین کے کردار کو زندہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان چاروں باتوں کا زندگی بھر خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

1 خلوصِ دل سے بچوں کو اللہ کی راہ میں وقف کر دینا:

تربیتِ اولاد میں والدین کے خلوص کا بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے، جو والدین روز اول سے اللہ کے دین کو ہر معاملے میں مقدم رکھتے ہیں اور دین کی بہتری کے لیے دنیاوی مفادات کی قربانی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکی اولادوں کے مستقبل کو روشن فرما دیتا ہے اور جو لوگ اپنی ساری نظر دنیاوی مفادات پر رکھتے ہیں اور دین کو نظر انداز کر دیتے ہیں، ان

کی اولادیں بظاہر دنیاداری میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر بھی وہ حقیقی بلندی سے محروم ہی رہتی ہیں۔ اپنی اولاد کے لیے دین کا انتخاب کرنے والے اوران کو دینی ماحول کے سپرد کرنے والے خوش نصیب والدین میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کردار حد درجہ نمایاں ہے۔ کیونکہ انہوں نے جنگل بیابان میں اللہ کے گھر کے قریب صرف اور صرف اپنے بچے کو اس لیے چھوڑا تا کہ وہ نماز کو قائم کرنے والا بن جائے۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دینی ماحول کا انتخاب کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو اللہ کے گھر کے پاس چھوڑا تو رب العالمین نے آپ کے بیٹے کو دین ودنیا کی تمام نعمتیں عطا فرمادیں اور ہمیشہ سے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ایسے بچوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا کہ جن کی تربیت میں اس کے دین کو مقدم رکھا گیا ہو۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں! آپ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جب غربت کے باوجود اپنے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بچے کو دین ودنیا میں ایسا بلند رتبہ عطا کیا کہ دنیا میں جہاں جہاں مسلمان رہتے ہیں وہاں وہاں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی عبادت، سخاوت اور امامت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

والدین کی پہلی غلطی:

اولاد کا مستقبل اس روز سے ہی تاریک ہو جاتا ہے جس روز سے دین کو پیچھے کر دیا گیا ہو اور دنیا کے مفاد کو آگے رکھا گیا ہو، بحیثیت والدین یہ بات فرائض میں شامل ہے کہ ہمیشہ اولاد کے معاملے میں دین اور قرآن وحدیث کو مقدم رکھا جائے۔ اس پاکیزہ فیصلے پر اگر وقتی طور پر آزمائش کا سامنا بھی ہو تو صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا جائے۔ ہم نے پڑھا اور دیکھا ہے کہ جنھوں نے غربت کے باوجود اپنے شہزادے اور شاہین اللہ کے سپرد کر دیئے رب العالمین نے ان کی نسل میں چار چاند لگا دیئے۔ جس دنیا کو دین کی خاطر پیچھے چھوڑا تھا وہ دنیا ناک رگڑ کر ان کے قدموں میں آ گئی۔ آپ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں کہ جب آپ دنیا سے گئے تو اولاد کے لیے سوائے چند درہموں

کے کچھ نہ چھوڑا۔ کہنے والوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی اولاد کا کیا بنے گا......؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: اللہ کے بندو! عرش والا داتا نیک پاک لوگوں کی اولادوں کو ضائع نہیں کرتا اور قرآن پڑھتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ

(الاعراف: 196)

''میرا تو سرپرست وہ اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہی نیک آدمیوں کی سرپرستی فرماتا ہے۔''

جاؤ تاریخ پڑھ کر دیکھو......! وہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو اولاد کے لیے صرف تقویٰ اور طہارت چھوڑ کر گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو اس قدر نوازا کہ جب جہادی قافلے جہاد کے لیے نکلا کرتے تھے تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے میدانِ جہاد کے لیے پچاس پچاس گھوڑے اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے۔

چشمِ فلک نے ان لوگوں کو بھی دیکھا کہ جنھوں نے اولاد کے لیے درہم و دینار کے انبار چھوڑے لیکن اولاد پر ایسا وقت بھی آیا کہ وہ ایک وقت کی روٹی کے لیے ترسا کرتے تھے۔

سامعین کرام......!

ہم سب کی فوز و فلاح اور اولاد کی کامیابی صرف اور صرف اسی میں ہے کہ ان کے مستقبل کا فیصلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کو مقدم رکھا جائے اور خلوصِ دل سے اللہ کے دین کو مقدم رکھتے ہوئے دنیا کے ہر مفاد کو پیچھے چھوڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ والدین کے پاکیزہ جذبات اور دین کی برکت سے نسلوں کو روشن فرما دیتے ہیں۔

2 پل پل بچوں کیلئے خیر کی دعائیں کرتے رہنا:

اپنے بچوں کے لیے خلوصِ دل سے دین کو مقدم کرتے ہوئے دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی تمام نیک دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔ نیک والدین قدم قدم

پہ اپنی اولادوں کے لیے نیک مستقبل کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول فرمالیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کردار پر غور فرمائیں! آپ نے اکثر دعاؤں میں اپنے بیٹے اور نسل کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کیا اور اللہ تعالیٰ کو آپ کی دعائیں اس قدر پسند آئیں کہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ان دعاؤں کو قرآن بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمادیا۔

دعا صرف اپنی اولاد کے لیے نہیں بلکہ دوسرے عزیز رشتہ داروں اور پیاروں کے بچوں کے لیے بھی کرتے رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا فرمانا حد درجہ مشہور ہے، آیئے! میں اس کے علاوہ آپ کے سامنے بطور نمونہ چند احادیث بیان کرتا ہوں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے لیے بہت زیادہ دعائیں کیا کرتے تھے۔

① ..... عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت یوسف رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَجْلَسَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ حِجْرِہٖ وَمَسَحَ عَلٰی رَاْسِیْ وَسَمَّانِیْ یُوْسُفَ وَدَعَالِیْ بِالْبَرَکَۃِ

(شعب الایمان۔بتحقیق الندوی : 13/389 ح: 10522)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرا نام یوسف رکھتے ہوئے میرے لیے برکت کی دعا کی۔“

② ..... حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کی داڑھی کے بال سفید تھے اور سر کے بال سیاہ تھے۔ میں نے کہا: آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہیں......؟ اس کی کیا وجہ ہے......؟ فرمانے لگے: میرے سر کے بال کبھی سفید نہیں ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں چھوٹی عمر میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو

آپ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور تمام بچوں میں سے آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تیرا کیا نام ہے......؟ اور یہ معاملہ ہمارے ساتھ بھی پیش آجاتا ہے جب ہم اپنے قریبی علاقے میں کسی غیر بچے کو دیکھتے ہیں تو اس سے پوچھ لیتے ہیں کہ تیرا نام کیا ہے، تیرا گھر کہاں ہے، تیرے باپ کا کیا نام ہے......؟ وغیرہ ،وغیرہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا تو میں نے اپنا نام بتایا، تو آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ "اللہ تجھے برکت دے" میرا یہ ایمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ہے اللہ تعالیٰ دیگر برکتوں کے ساتھ ساتھ میرے سر کے بال بھی کبھی سفید نہیں کرے گا۔

(المعجم الکبیر: 7/190 ح: 6693، المعجم الاوسط: 5/116 ح: 4841، المعجم الصغیر: 2/18 ح: 701)

③......سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْخُذُنِىْ فَيُقْعِدُنِىْ عَلَى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْآخَرِ، ثُمَّ يَضُمُّهُمَا، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّىْ اَرْحَمُهُمَا (صحیح البخاری۔الادب: 6003)

"رسول اللہ ﷺ اپنی ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری ران پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیتے، پھر دونوں کو (اپنے سینے سے) چمٹا لیتے اور دعا فرماتے: یا اللہ! میں ان پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان پر رحم فرما۔"

④......ام خالد رضی اللہ عنہا اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں اپنے ابو کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور میں نے زرد رنگ کی خوبصورت قمیص پہنی ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: واہ......واہ! کیا بات ہے، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی کمر پر جو نبوت کی مہر تھی اس کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔

مہرِ نبوت آپ ﷺ کی کمر مبارک میں انڈے کی طرح ابھرا ہوا گوشت تھا، میرے والد نے مجھے دیکھ کر ڈانٹا اور آرام سے بیٹھنے کا کہا، تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: اللہ کے بندے! ننھی کو چھوڑ دے، اس کو کھیلنے کودنے دے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے لمبی عمر کی دعائیں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَبْلِيْ وَاخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاخْلِقِيْ ثُمَّ اَبْلِيْ وَاخْلِقِيْ

(صحیح البخاری: 3071)

''اللہ کرے کہ تو کپڑا بوسیدہ کرے اور پھاڑے، تو پھر کپڑا بوسیدہ کرے اور پھاڑے، تو پھر کپڑا بوسیدہ کرے اور پھاڑے (یعنی لمبی مدت پہنتی رہے)''

سامعین کرام......!

بچوں کی مثالی تربیت کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ خلوص دل سے اپنے پیاروں کے لیے کثرت سے دعا کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے مومن آدمی کی دعا میں بہت زیادہ اثر رکھا ہے۔ میں آپ کے سامنے دو شاندار دعائیں پیش کرتا ہوں، انہیں یاد کرلیں اور زندگی بھر کے لیے معمول بنالیں، میرا عرش والے داتا پر پورا ایمان ہے کہ پابندی سے مندرجہ ذیل دعائیں پڑھنے والا اپنی اولاد کو دعاؤں کی برکت سے نیک تربیت کی معراج پر لے جاتا ہے۔

1 ......رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝ (الاحقاف: 15)

''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا دے۔ میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

بالخصوص چالیس سال کی عمر والے اس دعا کو دنیا و مافیھا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی سمجھیں کیونکہ اس دعا کی برکت سے جہاں اولاد کا مستقبل روشن ہوتا ہے، بچوں کو غیبی مدد ملتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن نیک اعمال کو قبول کرتے ہوئے معافی کا بھی اعلان عام کر دیا جائے گا۔ اس دعا کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْ اَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ○ (الاحقاف: 16)

یہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال کو ہم قبول کریں گے اور ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے، وہ اہل جنت میں سے ہوں گے، سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔"

❷ ...... اس دعا کے ساتھ ساتھ آنے والی مندرجہ ذیل دعا بھی ذوق وشوق سے پڑھتے رہیں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ (الفرقان: 74)

"پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔"

❸ گھر میں بچوں کے سامنے عملی کردار پیش کرنا:

اپنے بچوں کو بلند و بالا اور اعلیٰ مقام پر دیکھنے کے لیے دوسرا اہم کام یہ ہے کہ اپنے گھروں میں بچوں کے سامنے عملی کردار پیش کریں، عملی کردار کا مطلب یہ ہے کہ عبادات میں بچوں کے سامنے نمونہ بن کر رہیں، خود اول وقت پر نماز پڑھیں، بڑے ہی اہتمام سے باقاعدہ قرآن شریف کی تلاوت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاقیات میں

بھی بچوں کے سامنے اعلیٰ نمونہ پیش کریں، بات بات پر غیظ وغضب اور غصے کا ماحول پیدا کرنے کی بجائے نرمی وشفقت کا اظہار کریں اور کبھی بھی گالیاں نہ دیں، جو والدین دعاؤں کے ساتھ ساتھ گھروں میں نیک کردار پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں کو دین ودنیا اور تقویٰ کا امام بنادیتے ہیں۔

نماز کا حکم دیتے ہوئے بستر الگ کریں:

تربیتِ اولاد کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے فرمودات، امت کے لیے اندھیرے میں روشن چراغ جیسی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو والدین بچوں کی تربیت میں قدم بقدم سیرتِ طیبہ اور احادیثِ نبویہ سے رہنمائی لیتے ہیں وہ اولاد کے معاملے میں کبھی پریشان نہیں ہوتے، بلکہ ان کی اولاد آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن جاتی ہے۔ جو والدین بچوں کی تربیت میں آپ ﷺ کے فرموداتِ عالیہ کی عملی طور پر پروا نہیں کرتے وہ ہمیشہ بچوں کی طرف سے پریشان رہتے ہیں اور بالآخر بچے ضدی اور نافرمان بن جاتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

(سنن ابی داود۔الصلاۃ: 494،495)

''جب بچے سات سال کے ہوں تو ان کو نماز کا ضرور حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہوں تو نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو اور ان کے بستر الگ کردو۔''

عملی طور پر دیکھا گیا ہے جو والدین اس حدیث کے مطابق چھوٹے بچوں پر چھوٹی عمر میں نماز کے معاملے میں پیار کے ساتھ ساتھ سختی کرتے ہیں، وہی بڑے ہوکر نماز کے پورے پابند بن جاتے ہیں۔ کیونکہ بچپن سے جب پاکیزہ غذا ملتی رہتی ہے تو جوان ہونے تک وہ بچے پر گہرا اثر چھوڑتی ہے اور جن کو بچپن میں نماز کی تلقین اور تربیت نہ دی گئی

ہو وہ عموماً نماز چور اور نماز میں غفلت کرنے والے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عملی طور پر دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ کر دیں، بیٹے ہوں یا بیٹیاں ایک لحاف میں ہرگز نہ لیٹنے دیں، اسی میں بہتری اور بھلائی ہے اور ہم نے دیکھا ہے جو والدین ان باتوں کی عملی طور پر پرواہ نہیں کرتے تو وہ بہت زیادہ خطا کھاتے ہیں۔ اولادیں جہاں بے نماز ہو جاتی ہیں وہاں ان کا رخ غیر شرعی حرکات کی طرف اور فحاشی کی طرف ہو جاتا ہے۔ عقل والوں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے، اچھی طرح سمجھ جائیں۔

کھجور اٹھانے پر رسول اللہ ﷺ کا منع کرنا:

کچھ والدین عملی کردار پیش کرنے کی بجائے برائی کے کاموں میں بچوں کے ساتھ پورے شریک ہو جاتے ہیں اور یہی غلطی تباہ کن نتائج تک لے جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ بچوں کے ساتھ حد درجہ پیار بھی کرتے، جیسا کہ آپ سماعت فرما چکے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بچوں کو برے اعمال سے سختی کے ساتھ منع بھی فرماتے۔ ایک دفعہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے تو انہوں نے راستے میں گری ہوئی کھجور اٹھالی اور اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا، رسول اللہ ﷺ نے فوراً سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے منہ میں انگلی داخل کی اور اس کھجور کو منہ سے باہر نکال دیا بعض صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کوئی بات نہیں، بچہ تھا آپ رہنے دیتے، آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ

(مسند احمد: 200/I، سنن دارمی: 1519، صحیح ابن خزیمہ: 2348)

''ہم آل محمد ﷺ پر صدقہ حلال نہیں ہے۔''

سامعین کرام......!

اس واقعہ سے واضح ہوا کہ پیار میں بگاڑ، عقل مندی کی دلیل نہیں۔ کہ آپ پیار

کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کرتے رہیں۔ آپ ﷺ نے عملی کردار پیش کرتے ہوئے فوراً بچے کو اس بات کا احساس دلایا کہ ناجائز کام کرنے کی ہرگز ہرگز کوئی اجازت نہیں اور جب بچپن ہی میں عملی طور پر بچے کا یہ ذہن بنا دیا جائے تو وہ بڑا ہو کر ہر قسم کے غیر مناسب معاملات سے محفوظ رہتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عملی کردار:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حد درجہ باعمل اور باکردار لوگ تھے اور ان کی پاکیزہ زندگی کا اثر ان کے بچوں پر بھی نمایاں تھا۔ باقاعدہ طور پر بچوں کو نماز کی تلقین کرتے حتی کہ روزہ تک کی تربیت فرماتے، اپنے ننھے منھے بچوں کو ترغیب دلا کر یا کھلونے دے کر روزہ مکمل کروایا کرتے تھے۔ جب ماں باپ اپنے عمل کے ساتھ ساتھ بچوں کی عملی حالت میں بذات خود دلچسپی لیتے ہیں تو نیکی اور نیکی کا جذبہ بچوں کے وجود اور روح میں رچ بس جاتا ہے۔

پچیس ہزار کا اتنا دکھ نہیں:

والدین کے عملی کردار کے حوالے سے ایک اور واقعہ پوری توجہ سے سماعت فرمائیں! بیٹے کا پچیس ہزار گم ہو گیا اور پریشانی کے عالم میں کئی دن ترجمہ کلاس میں نہ جا سکا والدہ نے اس کے باپ کو اطلاع دی کہ آپ کا بیٹا چند دنوں سے ترجمہ کلاس کے لیے نہیں جا رہا، باپ نے بیٹے کو بلایا اور بچے نے اپنی پریشانی بیان کی، جواب میں نیکی پسند باپ دل کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا: اے میرے بیٹے! مجھے پچیس ہزار کے گم ہو جانے کا اتنا غم نہیں جتنا اس بات کا مجھے صدمہ پہنچا ہے کہ میرا بیٹا کئی دنوں سے اللہ کے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے نہیں جا رہا۔

لوگو......! ایمانداری سے بتاؤ، کیا اللہ تعالیٰ ایسے والدین کی اولادوں کو ضائع کر دے گا......؟ جو دین کے معاملے میں دنیا کی دولت کو ذرہ بھر حیثیت نہیں دیتے۔

اگر آپ واقعتاً اولاد کے معاملہ میں مخلص ہیں تو اپنا عملی کردار پیش کرنے میں ہرگز ہرگز غفلت نہ کریں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو بالاتفاق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ آپ کی تربیت میں بھی والد ہی کا بنیادی کردار تھا وہی آپ کو اپنے ساتھ درس حدیث اور مجلسِ حدیث میں باقاعدہ لے کر جایا کرتے تھے۔

یاد رہے......! بغیر عملی کردار پیش کیے والدین ہزاروں جتن کرتے رہے ہیں وہ اکثر بے سود اور بے فائدہ ہی ہوتے ہیں، اولاد کی تربیت میں والدین کے قول وفعل اور کردار کا بنیادی اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنی نیکی اور کردار کا خصوصی خیال رکھیں۔ مجھے یہ بات بہت افسوس سے کرنا پڑ رہی ہے کہ اکثر بچے حددرجہ باصلاحیت ہوتے ہیں لیکن ماں باپ کی نالائقیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ضائع ہوجاتے ہیں اور موسمِ خزاں کی طرح مرجھا جاتے ہیں۔

4 گاہے گاہے بچوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہنا:

خلوصِ دل، دعا اور عملی کردار کے بعد چوتھا کام وعظ ونصیحت کا ہے، بغیر خلوص، دعا اور عملی کردار کے خالی وعظ ونصیحت ''پانی میں مدھانی'' پھیرنے کے برابر ہے۔ خالی شور شرابے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور جب دعا اور عملی کردار کے بعد خیر کے کلمات ادا کیے جائیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کلمات میں جادو جیسا اثر پیدا فرما دیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں تربیتِ اولاد میں سب سے بڑی پریشانی بھی یہی ہے کہ والدین گھروں میں کردار بے عملوں اور بدکاروں جیسا ادا کرتے ہیں اور امیدیں اللہ تعالیٰ سے پرہیز گاروں جیسی رکھتے ہیں، یہ سراسر نفس کا دھوکہ ہے۔ اپنی اولاد کو گاہے گاہے وعظ ونصیحت کرنا انبیاء ورسل علیہم السلام اور اولیاء الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم کی مبارک سنت ہے۔ بے شک آپ انہیں الفاظ میں نصیحت فرماتے رہیں جن الفاظ کو قرآن وحدیث نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

حرف حرف موتی:

سیدنا لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں فرمائیں، اللہ تعالیٰ کو آپ رحمہ اللہ کا وعظ اس قدر پسند آیا کہ رب العالمین نے آپ کی باتوں کو محفوظ کیا، کئی سال تک محفوظ رکھا اور بالآخر انہیں باتوں کو جو بیٹے سے کیں تھیں قرآن بنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرما دیا۔

سیدنا لقمان رحمہ اللہ کی نصیحتوں کا خلاصہ سماعت فرمائیں:

① يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ

"اے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا"

② پیارے بیٹے تیرا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی تیرے اللہ پر پوشیدہ نہیں کیونکہ وہ ایسا علیم وخبیر ہے کہ زمین وآسمان کا ایک ایک ذرہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہے اور بندہ جہاں بیٹھ کر جو عمل بھی کرے گا کل قیامت کے روز اللہ وہ عمل بندے کے سامنے پیش کر دے گا۔

③ پیارے بیٹے! نماز قائم کرتے رہنا۔

④ اور لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا، اور برائی سے روکنا۔

⑤ اگر حق کی دعوت دیتے ہوئے کسی دکھ درد اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کرنا، یہی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

⑥ پیارے بیٹے! لوگوں سے بے رخی نہ کرنا۔

⑦ اور نہ ہی اللہ کی زمین پر اکڑ کر چلنا۔

⑧ اپنی چال میں میانہ روی رکھتے ہوئے اپنی آواز کو پست رکھنا۔

⑨ گدھوں جیسا کردار انسان کو زیب نہیں دیتا۔ (سورۂ لقمان: 13-19)

سامعین کرام......!

کیا آپ بھی اپنے بیٹے کو اپنے پاس بٹھا کر اسی پیارے انداز میں وعظ ونصیحت

فرماتے ہیں.....؟ اگر نہیں تو کیوں.....؟ آج ہی اپنا انداز بدلیں اور اپنی اولاد کو اپنی شاگردی میں لے کر وعظ ونصیحت فرماتے رہا کریں، آپ کی پیشانی علم وعمل اور تربیت کے لیے اولاد کے حق میں فراخ رہنی چاہیے، بہت جلد بہت اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔ وگرنہ آپ کی بدعملی اور بے رخی کی وجہ سے اساتذہ کرام کی محنتیں بھی کچھ رنگ نہیں لائیں گی۔

اے بچے! میں تجھے چند کلمات سکھلاتا ہوں:

رسول اللہ ﷺ بچوں کی تربیت کا کوئی موقع بھی ضائع نہیں کرتے تھے۔ کبھی دعا دے کر، کبھی اعلیٰ کردار پیش کرتے ہوئے اور کبھی علم وعرفان اور حکمت بھری باتوں کے موتی بکھیرتے ہوئے اصلاح فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھار بچوں کو سواری پر بٹھا لیتے اور دورانِ سفر وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رہتا۔ اگر آپ اپنی باتوں کو حد درجہ مؤثر بنانا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ کی اس سنت پر عمل کریں، بچے کو اپنے ساتھ آؤٹنگ پر لے کر جائیں اور ساتھ ساتھ وعظ ونصیحت کرتے ہوئے تھوڑی تھوڑی روحانی غذا دیتے جائیں، عبرت اور قدرت کے مناظر کی نشاندہی بھی کرتے رہیں آپ بہت جلد حیرت انگیز اثر اور جادو جیسی تبدیلی اپنے بچے میں محسوس کریں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بچے! میں تجھے چند خاص باتیں بتاتا ہوں:

اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَسْأَلِ اللّٰهَ فَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الْكُتُبُ فَلَوْ جَاءَتِ الْأُمَّةُ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ لَمَا اسْتَطَاعَتْ وَلَوْ أَرَادَتْ أَنْ تَضُرَّكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ لَكَ مَا اسْتَطَاعَتْ

(مسند احمد: 2763، جامع ترمذی الزھد: 2516، المعجم الکبیر:

11/187 ، حدیث: 11416 ، صحیح الجامع الصغیر: 7957)

"آپ ﷺ نے فرمایا: اے بچے! تو اللہ کا خیال رکھ، وہ تیرا خیال رکھے گا، تو اللہ کا خیال رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد مانگے تو اللہ ہی سے مدد مانگ، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحائف خشک ہو گئے ہیں، اگر پوری امت تجھے نفع دینا چاہے اور اللہ نے تیرے مقدر میں نہ کیا ہو تو وہ تجھے نفع دینے کی طاقت نہیں رکھتی، اگر پوری امت تجھے نقصان دینا چاہے جو اللہ نے تیرے مقدر میں نہیں کیا، تو وہ طاقت نہیں رکھتی۔"

پیارے بھائیو......!

آج خود ہی فیصلہ فرمائیں، جن بچوں کو بچپن میں ہی اس قدر جامع نصیحتیں کی جائیں وہ بڑے ہو کر قرآن اور دین کے امام نہ بنیں تو کیا بنیں......؟

خامی یہی ہے کہ ہم عقیدے کی روشنی میں تربیت اور وعظ ونصیحت کرنے میں بہت زیادہ غافل پائے گئے ہیں، بلکہ والدین ہی بچوں کو جھوٹ اور فراڈ کی تعلیم دیتے ہیں۔ جب دو نمبری کے سارے ہنر گھر ہی سے سکھائے جائیں تو سکول اور مدرسے کی پڑھائی کیا اثر کرے گی؟ ازراہ کرم...... اپنی نصیحتوں کا آغاز عقیدۂ توحید سے کریں۔ جب بچے کا بنیادی عقیدہ درست ہو گا تو اس کے لیے اعلیٰ اخلاقیات اپنانا آسان ہو جائیں گی۔

آپ ﷺ کی اپنی شہزادی کو نصیحت:

رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حد درجہ باکردار اور باحیاء تھیں۔ اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ کے براہِ راست مربی اور ناصح امام المرسلین ﷺ تھے۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے اپنے پیارے والد گرامی قدر کے عملی کردار کو جس قدر قریب سے دیکھا شاید کہ کسی دوسرے کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی ہو۔ مؤرخین ومحدثین کا

یہاں تک اتفاق ہے کہ چال ڈھال اور حتیٰ کہ گفتار اور کردار کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غلام آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا دربار رسالت پر گئیں، ارادہ غلام یا لونڈی طلب کرنے کا تھا لیکن شرم کے مارے اپنے پیارے باپ کو کچھ نہ کہہ پائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ کے گھر تشریف لائے اور آمد کی وجہ پوچھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھریلو کام کاج کی کیفیت بیان فرمائی، اور غلام کے مطالبے کا اظہار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا......؟ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ

''کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے اور وہ عمل تمہارے لیے خادم سے بھی زیادہ بہتر ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کو بستر پر لیٹتے وقت 33 مرتبہ ''سبحان اللہ'' اور 33 مرتبہ ''الحمد للہ'' اور 34 مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھ لیا کرو، اللہ پاک سب تھکاوٹیں اور رکاوٹیں دور فرما دے گا۔ (سنن ابی داود۔ الادب: 5064)

سامعین کرام......!

غور فرمائیں، کہ بیٹی غلام لینے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر بیان کرتے ہوئے اپنی شہزادی کو ذکر کرنے کی تلقین فرمائی اور میرا یہ ایمان ہے اگر غلام یا دنیا کی کوئی دوسری چیز اس ذکر سے قیمتی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کو دینے میں ذرہ بھر تاخیر نہ کرتے۔ اگر آپ واقعتاً اپنی اولاد کو نیکی کی معراج پر دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کو گاہے گاہے نیک اعمال اور نیک وظائف کی نصیحت کرتے رہا کریں

بچوں کی مثالی تربیت کرنے کے فوائد:

نیک اولاد زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے، اگر آپ اولاد کی نیک تربیت

کرنے میں کامیاب ہوگئے تو آپ کی عزت وعظمت کا مقابلہ قارون کے خزانے بھی نہیں کر سکتے۔ آخر میں بڑے اختصار سے نیک اولاد سے جو پانچ فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ بیان کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں۔

❶ خاندان اور والدین کی نیک نامی میں اضافہ:

دنیا کی نیک نامی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اولاد نیک ہو تو پورے خاندان کا نام روشن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو امامت عطا فرمائی تو آپ علیہ السلام نے فوراً ارشاد فرمایا: وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ''اے اللہ میری اولاد کو بھی امامت عطا فرما تا کہ یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے باقی رہے اور ہماری نیک نامی ہمارے لیے نجات وسعادت کا ذریعہ بنے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی منجملہ دعاؤں میں یہ بات بھی کہی تھی:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ

''اور پچھلے لوگوں میں مجھے سچی ناموری عطا کر''

اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموری میں آپ کے پیارے بیٹے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور شاعر بھی کیا خوب کہتا ہے:

وَكَمْ مِنْ اَبٍ عَلَا بِابْنٍ　　　كَمَا عَلَا بِمُحَمَّدٍ عَدْنَانِ

''اور کتنے باپ بیٹے کی وجہ سے اونچے ہوئے جس طرح عدنان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اونچا ہوا۔''

سامعین کرام......!

اولاد کا نیک ہونا اور یہ سلسلہ نسل در نسل رہنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت اور رحمت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ رحمت عطا فرمائے۔

❷ آپ کے لیے عظیم صدقہ جاریہ:

جو والدین اپنی اولاد کی نیک تربیت کرتے ہیں ان کے فوت ہونے کے بعد نیک

اولاد ان کے لیے عظیم صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے، یعنی والدین کے فوت ہونے کے بعد ان کو حسنات ملنے کا سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ اور اولاد کے ہر نیک عمل میں ان کا باقاعدہ طور پر حصہ ہوتا ہے جس کا واضح طور پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد میں تذکرہ فرمایا ہے کہ نیک بچہ جو ماں باپ کے لیے دعا کرے وہ بہترین صدقہ جاریہ ہے۔

یاد رہے! بدعقیدہ اولاد لاکھوں میلاد کروائے، ہزاروں مولویوں کو حلوہ، کھیر کھلائے ایسے تمام اعمال سے والدین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اللہ حق سچ کی توفیق دے۔

③ جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ:

بچوں کی تربیت کرنا اور بچیوں کی پرورش کرتے ہوئے ان کے فرائض کو ادا کرنا اس قدر عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے جنت واجب فرما دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی کئی ایک احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ کے واضح ارشادات محفوظ ہیں، کہ نیک بچے اور بچیاں قیامت کے روز والدین کے لیے جہنم سے آڑ بن جائیں گے اور اپنے والدین کو اپنے ساتھ جنت لے کر جائیں گے، یعنی کہ ماں باپ کے کئی گناہ اولاد کی نیک تربیت کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے اور ان کو جنت عطا کر دی جائے گی۔

④ جنت میں درجات کی بلندی کا باعث:

صرف جنت ہی نہیں بلکہ نیک اولاد کے استغفار کی وجہ سے جنت میں والدین کے درجات کو بلند کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ مسند احمد کی صحیح حدیث میں موجود ہے۔

⑤ جنت میں آپ کے نیک بچے آپ کے ساتھ:

اگر آپ اپنی اولاد کی نیک تربیت کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی اولاد بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہوگی جس کی وجہ سے آپ کی خوشیاں مزید دوبالا ہو جائیں گے۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ (سورۃ طور:21)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے ہی عملوں کے عوض گروی ہے۔''

رب العالمین کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولاد کی تربیت میں کامیاب فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے جیتے جی ہماری نسل کو مصلیٰ رسول کا وارث بناتے ہوئے مسجد کے منبر ومحراب کو ان کی مسند بنا دے۔

میں انہی الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دعوانَا اَنِ الحمد لِلّٰهِ ربِّ العالمِينَ

خطبہ نمبر
14
فجر کے خزانے

فجر کے خزانے اور صبح کی برکات

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا○ (بنی اسرائیل: 78)

"نماز قائم کرو سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک اور خاص کر فجر کی قرأت، بے شک فجر کی قرأت مشہود ہے۔"

وَاَقِمِ الصَّلَاۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذَالِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ○ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ○ (ھود: 114,115)

"اور نماز قائم کرو دن کے دونوں حصوں میں اور رات کے کچھ حصہ میں۔ بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یاددہانی ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے اور صبر کرو، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

آج کا موضوع ہر اعتبار سے اہم اور حد درجہ قابل توجہ ہے، دین و دنیا اور آخرت کے تمام خزانے سمٹ کر اس موضوع میں آ چکے ہیں۔ وہ ہے فجر کے وقت بستر چھوڑ کر بیدار ہونا اور باجماعت نمازِ فجر ادا کرنا۔ جو شخص نماز فجر پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کرتا ہے اور پورے شوق اور خوف کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر طرح اس کی حفاظت کرتے ہوئے اس کی زندگی کو خیر و برکت کے خزانوں کے ساتھ بھر دیتے ہیں۔

نافرمانی کی انتہا:

ایسا شخص حد درجہ بدنصیب ہے جو اپنی صبح اور دن کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کرتا ہے، ظاہر ہے جس شخص نے اذان فجر اور جماعتِ فجر پر اپنا بستر نہیں چھوڑا اور سورج نکلے بیدار ہوا ہے اس نے عملی طور پر اللہ کی بڑائی کا انکار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور یہ بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کی بات ہے۔ جو آیتِ کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے نماز فجر کی اہمیت کو بڑے ہی احسن انداز سے بیان فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: 78)

”نماز قائم کرو سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک اور خاص کر فجر کی قراءت، بے شک فجر کی قراءت مشہود ہوتی ہے۔“

اس آیت میں قرآن الفجر سے مراد صلاۃ الفجر، یعنی فجر کی نماز مراد ہے اور اس وقت کی خیر و برکت کا عالم یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے خیر و برکت اور رحمت لے کر دوران نماز حاضر ہوتے ہیں اور وہ بھی قرآن مجید کو سماعت کرتے ہیں۔ کیسا بدنصیب ہے جو اس پاکیزہ وقت میں اپنے بستر پر غفلت کے ساتھ سویا رہا، قرآن مجید کے دوسرے مقام پر اللہ

تعالیٰ نے نماز فجر کی اہمیت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (ھود: 114,115)

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں حصوں میں اور رات کے کچھ حصہ میں۔ بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یاددہانی ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے اور صبر کرو، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

یہاں دن کے اطراف سے فجر اور مغرب کی نماز مراد ہے، یعنی کہ فجر کی نماز کو بالخصوص پورے اہتمام کے ساتھ قائم کرنا لازمی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کے وقت بڑے ذوق شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے، تہجد کے وقت بیدار ہونے کے بعد آپ کبھی کبھار ہلکا سا آرام فرماتے اور طلوعِ فجر کے بعد جب اذان ہوتی تو بڑی ہی باقاعدگی اور اہتمام کے ساتھ فجر کی سنتیں ادا کرتے۔ فجر کی سنتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پانچ احادیث پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں جس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ جب فجر کی سنتوں کی اس قدر زیادہ اہمیت وفضیلت ہے تو فجر کے فرائض کی اہمیت اور شان وشوکت کس قدر بلند ہوگی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی سنتوں پر سخت پابندی کرتے:

1 ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

(صحيح البخاری: 1169، صحيح مسلم: 724)

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: نبی ﷺ نوافل میں سے فجر کی سنتوں پر بہت زیادہ پابندی اور سختی فرماتے۔''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی سنتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے:

❶ ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ لَا یَدَعُ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ (صحیح البخاری: 1182)

”صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازِ فجر سے پہلے فجر کی دو سنتیں کبھی نہیں چھوڑا کرتے تھے۔“

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل صبح کر دی:

❸ ......ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر کے لیے کافی تاخیر سے مسجد میں تشریف لائے، صبح بہت زیادہ روشن ہو چکی تھی، سیدنا امام المؤذنین حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ بہت زیادہ تاخیر سے تشریف لائے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں فجر کی سنتیں ادا کر رہا تھا، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو بالکل صبح کر دی......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اَصْبَحْتُ اَکْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَکَعْتُهُمَا وَاَحْسَنْتُهُمَا وَاَجْمَلْتُهُمَا (سنن ابی داود۔کتاب الصلاۃ: 1257)

”اگر اس سے بھی زیادہ صبح ہو جاتی تب بھی میں یہ دو رکعتیں پڑھتا اور خوب اچھے اور نفیس طریقے سے پڑھتا۔“

فجر کی سنتیں ساری کائنات سے بہتر ہیں:

❹ ...... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (صحیح مسلم، صلوۃ المسافرین: 725)

”عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فجر کی رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے زیادہ بہتر ہیں۔“

فجر کی سنتیں پوری کائنات سے زیادہ محبوب:

5 ..... عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ قَالَ فِيْ شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ لَهُمَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا (صحیح مسلم، صلوۃ المسافرین: 725)

''عائشہ رضی اللہ عنہا طلوع فجر کی دو رکعات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ دو رکعتیں مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔''

ذی وقار سامعین حضرات......!

آپ ان روایات پر خوب غور فرمائیں کہ فجر کی سنتیں اس قدر اہمیت کی حامل ہیں کہ آپ ساری زندگی سفر وحضر میں ان کی پابندی کرتے رہے اور دنیا کے تمام خزانوں سے بہتر جانتے ہوئے ان کو پوری کائنات سے زیادہ محبوب کہتے رہے، لہٰذا اس نماز کے فرائض کی اہمیت، فرضیت اور فضیلت کس قدر بلند ہو سکتی ہے......؟

اسی لیے تو رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: 78)

''نماز قائم کرو سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک اور خاص کر فجر کی قراءت، بے شک فجر کی قراءت مشہود ہوتی ہے۔''

فرض میں قرأت کی مقدار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی تمام نمازوں کی بنسبت نمازِ فجر میں لمبی قرأت کیا کرتے تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام 60 سے لے کر سو تک آیاتِ مبارکہ کی تلاوت فرماتے، کیونکہ اس نماز کو اسلام میں اور عملی زندگی میں بہت مقام حاصل ہے۔

میں آپ کے سامنے بڑے اختصار سے صحیح احادیث کی روشنی میں اس نماز کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے آٹھ فوائد بیان کرتا ہوں۔

فرشتوں کی رپورٹ میں کامیابی:

﴿1﴾......اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں، دن اور رات کے فرشتوں کا اکٹھ ہوتا ہے یا آپ یوں سمجھ لیں: وہ باقاعدہ نمازیوں کا جائزہ لیتے ہیں، اس نماز کو ادا کرنے والا فرشتوں کی رپورٹ میں غیر حاضر نہیں ہوتا اور یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ ـ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ ـ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ

(صحیح البخاری۔المواقیت: 555، صحیح مسلم۔المساجد: 632)

”تم میں رات اور دن کو فرشتے باری باری آتے اور جاتے ہیں اور وہ صبح اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں، پھر وہ فرشتے تم میں رات گزارتے ہیں وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا......؟ وہ کہتے ہیں: ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز ادا کر رہے تھے۔“

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی ان خوش نصیبوں میں کر دے کہ جن کے بارے میں فرشتے یہ جواب دیتے ہیں کہ مولا! تیرا بندہ تو تیری رضا کے لیے نرم وگرم بستر کو چھوڑ کر تیرے گھر میں تیری چوکھٹ پر اپنی جبین نیاز کو جھکا کر تیری تسبیح کر رہا تھا اور اپنے لیے بخشش کی بھیک مانگ رہا تھا۔

خیر و برکت کا حصول:

2...... جو لوگ صبح سویرے اپنے بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوکر بندگی کا حق ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد رزق حلال کی تلاش کے لیے نکل پڑتے ہیں، وہ لوگ کبھی بھی شام کو خالی ہاتھ گھر واپس نہیں لوٹتے، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو خصوصی طور پر خیر و برکت کے ساتھ نوازتا ہے، ان کی محنت میں برکت ہوتی ہے، دورانِ کام تنگی کی بجائے آسانیاں ماتھا چومتی ہیں اور ایسا شخص دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے لوگوں کے لیے خصوصی دعا فرمائی ہے۔ سیدنا صخر غامدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِيْ بُكُوْرِهَا

(مسند احمد: 1320، سنن ابی داود: 2608، ابن ماجه: 2236، ترمذی: 1212)

''اے اللہ! برکت کردے میری امت کے لیے ان کے اول وقت میں۔''

اس حدیث میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے جو صبح سویرے اپنے کام کاج کے لیے گھروں سے نکل پڑتے ہیں۔

لیکن مسلمانو! آج امت مسلمہ کی اکثریت اس برکت والی دعا سے محروم ہے۔ ہمارے ہاں ظہر کے قریب جاکر مارکیٹ کھلتی ہے اور کئی دکانیں رات 1 بجے کے قریب جاکر بند ہوتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر دکاندار اور تاجر بے برکتی اور بے سکونی کا رونا رو رہا ہے۔ لیکن اپنی روش بدلنے کے لیے تیار نہیں، کیسا قابل رشک ہے وہ مزدور یا تاجر جو شام تک اپنے تمام معاملات سمیٹ کر سلامتی سے گھر پہنچتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا نفع ہی لے کر آئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تھوڑے نفع سے زیادہ ضروریات باآسانی پوری فرمادیتے ہیں۔ راتوں کو لیٹ مارکیٹ سے آنے والے مردار کی طرح صبح کے مبارک وقت میں بستروں پر پڑے رہتے ہیں جو کہ سراسر نحوست کا سامان ہے۔

حج عمرے کا مکمل ثواب:

③......صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے والے اور دن کے پہلے حصے میں رزق کی تلاش میں نکلنے والے جہاں مالی طور پر خیر و برکت حاصل کرتے ہیں وہاں پر اجر وثواب کے اعتبار سے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے نامہ اعمال کو بھر دیتا ہے۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تَآمَّةٍ تَآمَّةٍ تَآمَّةٍ

(جامع ترمذی۔الجمعة: 586، سلسلة احاديث صحيحة: 3403 یہ حدیث تعدد طرق اور کثرت شواہد کی بنا پر محدثین کے ہاں حسن لغیرہ ہے اس کو ضعیف قرار دینا ہمارے ہاں راجح نہیں ہے۔)

''جس نے فجر کی نماز جماعت میں ادا کی، پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ کے ذکر میں مصروف رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں اس کے لیے پورے کے پورے مکمل حج وعمرے کی مانند ثواب ہے۔''

سامعین حضرات......!

خوش نصیب ہیں وہ نمازی جو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہوئے اس قدر عظیم اجر وثواب کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔ ہمارے اسلاف اور بزرگ نماز فجر کے بعد سونے سے گریز کیا کرتے تھے۔قرآن، سورہ یاسین اور ذکر واذکار کے ساتھ ساتھ درود پاک پڑھنا ان کا معمول تھا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جو بالاتفاق علوم وفنون کے ساتھ ساتھ روحانیت کے بہت بڑے امام ہیں،آپ نماز فجر ادا کرنے کے بعد تقریباً ۹ بجے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہا کرتے تھے۔سائل نے آپ کی اس مبارک عادت سے تعجب کیا اور پوچھا کہ آپ کو ناشتے کی حاجت یا تھکن نہیں ہوتی......؟ سید الصلحا امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

بھائی! یہی میرا ناشتہ اور یہی میری راحت کا سامان ہے میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی یہی لگن اور شوق نصیب فرمائے۔

آدھی رات کے قیام جتنا ثواب:

4 ......نماز فجر کو جماعت سے ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آدھی رات کے قیام کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی ایک حدیث پوری یکسوئی سے سماعت فرمائیں۔ امام عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، فَقَعَدَ وَحْدَهُ، فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ۔ فَقَالَ: يَاابْنَ أَخِيْ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ (صحیح مسلم۔المساجد: 656)

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مغرب کے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور وہ اکیلے بیٹھ گئے میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا، آپ نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے عشاء کی نماز جماعت میں ادا کی گویا کہ اس نے آدھی رات کا قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت میں ادا کی گویا کہ اس نے ساری کی ساری رات نماز پڑھی۔''

سامعین حضرات......!

غور فرمائیں کہ فجر کے خزانے اور صبح کی نماز کی برکتیں کس قدر زیادہ ہیں......! نماز فجر کی اہمیت و فرضیت کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دنیا و آخرت بنانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ صبح کی بیداری اور نماز فجر کو اپنا معمول بنالیا جائے۔

فجر پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں:

5 ...... دن بھر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا آسان ترین حل یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت میں رکھا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ جو شخص صبح کی نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں ہوتا ہے۔ اس کو دکھ اور نقصان پہنچانے والا کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَانْظُرْ يَاابْنَ آدَمَ لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ (صحیح مسلم۔المساجد: 657)

”جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کے ذمہ میں ہے، غور کر اے آدم کے بیٹے! اللہ تجھ سے اپنے ذمہ کے متعلق کسی قسم کی باز پرس نہ کرے۔“

مطلب یہ ہے کہ جس نے دن کے آغاز میں اپنے داتا کے سامنے جھک کر حمد و ثنا بیان کر لی ہے اور سچے دل سے معافی مانگ لی ہے ایسے شخص کو تکلیف نہ دو، وگرنہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ میں آجاؤ گے۔

سامعین کرام......!

ملک پاکستان میں زندگیاں برباد ہو رہی ہیں، سارا دن بے چینی اور بدسکونی میں ضائع ہو جاتا ہے، خیر کا کوئی سرا بھی ہاتھ نہیں آتا، اس کی صرف اور صرف یہی وجہ ہے کہ دن کا آغاز ہی مالک کی نافرمانی سے کیا جاتا ہے۔ بعض محدثین نے فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ کا معنی فِي رَحْمَةِ اللّٰهِ کیا ہے۔ کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے آجاتا ہے اور بعض نے اس کا معنی فِي حَفَظَةٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ کیا ہے کہ فجر ادا کرنیوالا اللہ تعالیٰ کے حفاظت کرنیوالے ملائکہ کی نگرانی میں آجاتا ہے۔ غرض کہ ایسے شخص کی ہر طرف سے پوری نگرانی اور حفاظت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی طرح ساری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قیامت کی تاریکیوں میں روشنی ملے گی:

6...... فجر کی نماز سے پیار کرنے والا جہاں دنیا میں عافیت پاتا ہے وہاں روز قیامت بھی خصوصی پروٹوکول سے نوازا جائے گا۔ قیامت کی اندھیر نگری میں فجر کے خزانے لے کر پہنچنے والا ہر قسم کے اجالوں سے نوازا جائے گا۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (جامع ترمذی-الصلاۃ: 223)

"اندھیروں میں چل کر مسجد پہنچنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی بشارت سنا دو۔" سبحان اللہ!

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت کے دن کی روشنیاں نصیب فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کے بارے میں سورۂ تحریم پکار پکار کر کہہ رہی ہے:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (تحریم:8)

"جس دن اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہی ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہماری روشنی کو کامل کر دے اور ہمیں معاف کر دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

آخرت میں دیدارِ الٰہی کی لذت:

7...... عرش والے کی خوشنودی کے لیے بوقتِ فجر جو اپنے بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور مسجد میں آ کر باجماعت نمازِ فجر ادا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ

دیگر نمازوں کی پابندی میں بھی غفلت کا شکار نہیں ہوتے، ایسے لوگوں کو قیامت کے روز اور جنت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اور بوقتِ فجر اپنے چہرے پر نحوست مَل کر سویا رہنے والا اس سعادت سے محروم کردیا جائے گا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا جُلُوْسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا، لَا تُضَامُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَنْ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾

(صحیح البخاری۔المواقیت: 573، صحیح مسلم۔المساجد: 633)

''ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: بلاشبہ تم اپنے رب کو اس طرح ہی دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تم اس کے دیکھنے میں کوئی مشقت محسوس نہیں کرتے، پس اگر تم اس بات کی طاقت رکھو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز میں تم مغلوب نہ ہوجاؤ تو تم ضرور ایسا کرو۔''

کیا مطلب......؟ کہ فجر اور عصر بالخصوص اول وقت میں پورے اہتمام اور شوق کے ساتھ ادا کرو، آج فجر کی لذت پانے والے اور صبح کی روشنی سے روح کو منور کرنے والے آخرت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بے مثال اور روشن چہرے کی زیارت فرمائیں گے۔

فجر والے کو جنت کی ضمانت:

⑧......دیگر نمازوں کی بنسبت فجر کی پابندی قدرے مشکل ہوتی ہے، اللہ کی

خاص مدد شاملِ حال ہو تو نرم گرم بستر اور نیند قربان کرتے ہوئے مسجد میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اور جو شخص ہمت کرتے ہوئے اس نماز کا پابند ہو جائے تو باقی نمازیں پڑھنا اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

(صحیح بخاری۔ المواقیت: 574، صحیح مسلم۔ المساجد: 635)

''جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔''

دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہے۔ ان پر پابندی کرنے والا کسی نیکی میں بھی پیچھے نہیں رہ سکتا۔ حتیٰ کہ وہ حصول جنت میں بھی سب سے آگے نکل جائے گا۔

اسی لیے تو قرآن بھی اہل ایمان کو یہی تاکید کرتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: 78)

''نماز قائم کرو سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک اور خاص کر فجر کی قراءت، بے شک فجر کی قراءت مشہود ہوتی ہے۔''

نماز فجر بروقت ادا نہ کرنے کے شدید نقصانات:

ان آٹھ فائدوں کے ساتھ ساتھ بڑے اختصار کے ساتھ اس بدنصیب کا بھی جائزہ لیجیے جو نماز فجر کو برباد کرتا ہے اور پوری طرح نحوست کی لپیٹ میں آ جاتا ہے وہ اپنے اس گناہ کی وجہ سے اللہ کی لعنتوں کا حقدار ٹھہرتا ہوا شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے اور اپنے دونوں جہانوں کو برباد کر لیتا ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ شیطان سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اللہ کا بندہ کسی نہ کسی طرح نماز فجر کو ضائع کر دے اور سورج نکلنے تک اپنے بستر پر لیٹا رہے۔ آج شیطان اپنی اس کوشش میں

۹۹% کامیاب ہے۔ ایک صحیح سروے کے مطابق صرف ایک فیصد لوگ فجر کی نماز ادا کرتے ہیں باقی سب اپنے بستروں پر غفلت کی نیند میں مردار کی طرح پڑے رہتے ہیں۔

نماز فجر کا چھوڑنا منافقین کا شیوہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز فجر کے معاملے میں بہت زیادہ حساس تھے۔ بلکہ نماز فجر کو باجماعت ادا کرنا منافق اور سچے مسلمان کے درمیان اہم معیار سمجھا جاتا تھا۔ اللہ والے مخلص لوگ ہر قسم کی تھکن اور مجبوری کے باوجود تہجد کے وقت ہی بستروں کو چھوڑ دیتے تھے اور باجماعت نماز فجر ادا کرتے تھے۔ جبکہ جن کے دلوں میں نفاق کا روگ تھا وہ نحوست کے مارے بستروں پر پڑے رہتے تھے اور کبھی کبھار جب کوئی نماز فجر سے پیچھے رہ جاتا تو آپ ﷺ فرمایا کرتے: اَنَافَقَ فُلَانٌ بھئی فلاں کا پتہ کرو وہ فجر پڑھنے نہیں آیا کہیں وہ منافق تو نہیں ہو گیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ صَلَاةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ، ثُمَّ اٰخُذَ شُعْلًا مِنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَّا يَخْرُجُ اِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ۔

(صحيح البخاري۔كتاب الاذان: 657)

”منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ بوجھل اور کوئی نماز نہیں ہے اور اگر وہ جان لیں جو ان دونوں میں (اجر و ثواب) ہے تو ان دونوں کے لیے ضرور آئیں اگرچہ گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑے، اور البتہ تحقیق میں نے ارادہ کیا یہ کہ میں کسی آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کی امامت کرائے پھر میں آگ کا شعلہ لوں اور جو اس کے بعد نماز کے لیے نہ نکلے اس پر آگ لگا دوں۔“

سامعین کرام......!

آپ اس حدیث سے بڑی اچھی طرح اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ بالخصوص نماز فجر اور عشاء ضائع کرنیوالا رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں میں کس قدر قابل نفرت ہے اور نفاق کے مرض میں مبتلا ہے! کسی صاحبِ ذوق نے کیا خوب کہا ہے:

جے نے تانگاں تینوں جنت وڑن دیاں
کر لے فکراں پنج نمازاں پڑھن دیاں

فجر دے بارے سوہنے نے فرمایا
ہے منافق جو مسجد نئیں آیا اے

کرو تیاری ڈُبّی دنیا چہ ترن دیاں

جے نے تانگاں تینوں جنت وڑن دیاں
کر لے فکراں پنج نمازاں پڑھن دیاں

نیند پیاری نئیں تو بستر چھوڑ میاں
موموناں دی صف وچ دل نوں جوڑ میاں

جے نے خواہشاں دین اسلام تے مرن دیاں

جے نے تانگاں تینوں جنت وڑن دیاں
کر لے فکراں پنج نمازاں پڑھن دیاں

فجر چھڈ کے جو روٹی رزق کماوندے نے
کدی وی نئیں او خیر و برکت پاوندے نے

ہمتاں نئیں اوہدے عذاباں نوں جرن دیاں

جے نے تانگاں تینوں جنت وڑن دیاں
کر لے فکراں پنج نمازاں پڑھن دیاں

نماز فجر برباد کرنیوالا شیطان کا قیدی:

فجر کے خزانوں اور صبح کی برکات سے محروم رکھنے کے لیے شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے، وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح آدمی کی صبح کی نماز ضائع ہو جائے اور وہ اس غفلت کی وجہ سے سارا دن نحوستوں میں اٹا رہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پوری توجہ سے سماعت فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ۔ إِذَا هُوَ نَامَ۔ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلَى كُلِّ عُقْدٍ مَكَانَهَا: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقَدُه كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

(صحيح البخاري-بدء الخلق، : 3269، التهجد: 1142)

"تم میں سے ہر ایک کے سر کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگاتا ہے جب وہ سویا ہوا ہو، وہ گرہ پر تھپکی دیتا ہے تجھ پر ابھی رات بہت لمبی ہے سویا رہ، پس اگر وہ بیدار ہوا اور اسنے اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے نماز پڑھی تو تمام کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ ہشاش بشاش تروتازہ روح والا ہوکر صبح کرتا ہے وگرنہ وہ گندی روح اور سستی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔"

سامعین کرام......!

آج اس حدیث کو اچھی طرح سمجھیں، خاندانوں کے خاندان اپنی زندگیوں کو برباد کررہے ہیں، سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ شیطان اس بات کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح مسلمان کی نماز فجر برباد ہو جائے، وہ باقاعدہ تھپکی دیتا ہے اور حواس پر اس بات،

کو غالب کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ''سویارہ! ابھی کافی وقت باقی ہے، ابھی تیری نیند مکمل نہیں ہوئی، ابھی تو صرف اذان ہی ہوئی ہے'' بس اس جیسی آرزوئیں دلاتے ہوئے بالآخر اپنی واردات میں کامیاب ہوجاتا ہے اور مسلمان کو صبح کی سعادتوں سے محروم کردیتا ہے۔
حدیث کے آخر میں طبیبِ حاذق اور ماہرِ نفسیات امام المرسلین حضرت محمد ﷺ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں:

❶ ...... نماز فجر کو جماعت کے ساتھ یا اس کے وقت میں ادا کرنے والا جسمانی و روحانی دونوں اعتبار سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے، اس کی روح حددرجہ پاکیزہ، عمدہ، نفیس، خوشبودار، صحت منداور ٹھیک ٹھاک ہوتی ہے اور وہ جسمانی اعتبار سے بڑا ہشاش بشاش، پھرتیلا، تروتازہ، چست وچالاک اور خوشگوار ہوکر صبح کرتا ہے، ظاہری اور معنوی دونوں سعادتیں اس کو حاصل ہوتی ہیں، طبیعت عجیب قسم کی لذت، تازگی اور خوشی محسوس کرتی ہے۔ اب سارا دن بڑی ہی عافیت اور سلامتی کے ساتھ گزرتا ہے۔ ان تمام خوشبودار حقیقتوں کا مشاہدہ ایک سچا مسلمان اور مومن روزانہ صبح کے وقت کرتا ہے۔

❷ ...... نماز فجر کو بستر پر ضائع کرنے والا اور سورج نکلنے تک اس کو ادا نہ کرنے والا بری طرح نحوستوں کے گھیرے میں آجاتا ہے اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ بڑی ناپاک، ردی، گھٹیا اور گندی روح کیساتھ دن کا آغاز کرتا ہے اور سستی، روحانی بیقراری اور بے سکونی اس پر طاری رہتی ہے۔ غرض کہ ایک عجیب سی نحوست اس کے وجود پر چھا جاتی ہے جس کی وجہ سے بالکل مردہ لاش کی طرح اپنا وقت پورا کرتا ہے۔

یاد رہے......! اس پاکیزہ وقت سے فیض یاب نہ ہونے والے طرح طرح کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں اور اب تو جدید طب نے بھی یہ بات ثابت کردی ہے اور غیر مسلم ڈاکٹرز بھی بے شمار بیماریوں کا حل صبح کے وقت میں بتلاتے ہیں۔ مگر افسوس! کہ مسلمانوں کی اکثریت اس سب کچھ کے باوجود اس غفلت سے باہر نہیں نکلتی۔

وائے ناکامی! کیسا بدقسمت ہے وہ شخص کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے خبیث النفس قرار دیا ہے۔ ایسے گندے شخص سے کسی خیر کی امید رکھنا یقیناً بہت بڑی حماقت ہے۔

شیطان کا پیشاب کرنا:

پہلے مرحلے میں شیطان بڑا خیر خواہ بن کر سُلائے رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور پھر جب اپنے اس مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے اگر تو اللہ کا بندہ سورج نکلنے تک نماز نہ پڑھے تو یہی شیطان کان میں پیشاب کرتے ہوئے انسان کو اور ذلیل کرتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اکثر لوگ شیطانی پیشاب کے قطرات کو محسوس نہیں کرتے، کیوں کہ وہ روحانی طور پر مکمل مردار بن چکے ہیں۔ نیک لوگوں کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ بوقت فجر اور بوقت تہجد عبادت کرتے ہوئے عجب ذائقہ، لذت، مٹھاس اور چاشنی محسوس ہوتی ہے اور اسی طرح ان مبارک اوقات کو نیند کی نظر کرنے والے نحوستوں کی لپیٹ میں بری طرح جکڑے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِيلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَقَالَ: بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

(صحيح البخاري۔التهجد: 1144)

”نبی ﷺ کے پاس ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا وہ صبح تک سویا رہا نماز کے لیے کھڑا نہ ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کر دیا ہے۔“

اب آپ فیصلہ کریں ہمارے گھر کے کتنے افراد شیطان جیسے لعنتی سے اپنے کانوں میں پیشاب کرواتے ہیں اور اپنے دل کی دنیا کو بے آباد کرتے ہیں......؟

فتح الباری میں اسی حدیث کے تحت امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: کہ آدمی کے منحوس اور ناپاک ہونے کے لیے

اس سے بڑھ کر اور ذلت کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دن کا آغاز اس حالت میں کرے کہ لعنتی شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر چکا ہے......؟ لمحہ فکر یہ ہے اے مسلمان......!

فجر کمیٹی تشکیل دیں:

میرے مسلمان بھائیو......!

نماز فجر کا معاملہ کس قدر اہم معاملہ ہے، یہ معاملہ زندگی موت کے معاملے سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اس بابرکت نماز کو ضائع کرنے والے کبھی طہارت کی موت نہیں پا سکتے۔ اور ہماری غفلت بے توجہی اور لاپرواہی کا عالم یہ ہے کہ ہمارے خاندان کے اکثر لوگ، قریبی ہمسائے اور محلے دار سالہا سال سے اس بابرکت نماز کے وقت کو برباد کر رہے ہیں، آج یہ موضوع سن کر کمر بستہ ہو جاؤ، لوگوں کے دروازوں پر دستک دو، یا موبائل اور فون کے ذریعے ان کو بیدار کرنے کا اہتمام کرو اور گھروں میں اپنی آل اولاد کے لیے اس وقت کی پابندی کرنے پر اور فجر کو فجر ہی کے وقت پر ادا کرنے پر انعامات کا اعلان کرو۔ تاکہ آپ کی نسل اس وقت کو برباد کرنیوالی نہ بنے بلکہ اس پاکیزہ وقت میں اٹھ کر اپنے اللہ کے سامنے عجز و نیاز کرنے والی ہو۔ آج آپ نے محنت کر لی تو ہمیشہ کے لیے آپ کو اور آپ کے رتبے کو اونچا کر دیا جائے گا میں مسجد کی انتظامیہ سے بڑے ادب سے گزارش کروں گا جہاں آپ لوگ مسجد کی تعمیر کے حوالے سے اور دیگر ضروریات کے حوالے سے ہر وقت محنت میں لگے رہتے ہیں خدارا! فجر کمیٹی بناؤ اور اس وقت لوگوں کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کرو۔ میں ایسے لوگوں کو عدالتِ الٰہی کا مجرم سمجھتا ہوں جو مسجدوں کے عہدے لے کر مسجد میں بروقت تشریف لانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں یا وہ نمازِ فجر کو بستر پر برباد کرتے ہیں۔ اور آخر میں ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ وہ دل کی خوشی کے ساتھ اس وقت بیدار ہوا کریں تاکہ تمام اہلِ خانہ اس پاکیزہ وقت میں اللہ کے سامنے سربسجود ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی کا سوال کریں اور اپنے مستقبل کو حقیقی معنوں میں سنواریں۔

عورتوں کا نمازِ فجر میں حاضر ہونا:

مرد تو مرد رہے، عہدِ رسالت میں خواتین تک بھی نماز فجر کے لیے آیا کرتیں تھیں۔اور باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتیں تھیں حالانکہ عہدِ رسالت میں عورتوں کے لیے الگ سے اہتمام تھا اور نہ ہی علیحدہ طور پر ان کے لیے کوئی انتظام آج ہماری مساجد میں سب سہولیات ہونے کے باوجود ہماری خواتین میں ذرہ بھر شوق نظر نہیں آتا اور نہ ہی مسجد کے ذمہ داران اس سلسلہ میں کوئی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

لَقَدْ كَانَ نِسَآءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ الْفَجْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوْتِهِنَّ وَمَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ (اللؤلؤ والمرجان۔المساجد: 377)

”مومنات میں سے کئی عورتیں نماز فجر میں اپنی چادریں اوڑھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں، پھر وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹتیں اور وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔“

سامعین حضرات......!

آپ اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نماز فجر کس قدر اہمیت اور خیر و برکت کی حامل ہے کہ مومنات مسجدِ نبوی میں باجماعت نماز فجر کو ادا کرتی تھیں۔

آیئے......! اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو شرحِ صدر حاصل ہو، حیات بخش توانائی ملے، ہشاش بشاش رہیں، تر و تازگی نصیب ہو، اطمینانِ قلب حاصل ہو، تازہ دم رہیں، بیدار ہمت کے ساتھ طبیعت ہر نیکی کے لیے آمادہ ہو، چہرے پر جمال، لبوں پر تبسم اور تمام معاملات میں آسانی ہی آسانی نظر آئے۔غرض کہ تمام مشکلات دور ہو جائیں اور جملہ امور میں کامیابی و کامرانی نصیب ہو، تو آپ نمازِ فجر پورے شوق کے ساتھ، پوری پابندی

کے ساتھ باجماعت ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ دین ودنیا کی ہر بھلائی نصیب فرمائے گا۔ اور قرآن مجید بھی اسی لیے وقتِ فجر اور نماز فجر کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ (بنی اسرائیل: 78)

''نماز قائم کرو سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک اور خاص کر فجر کی قراءت، بے شک فجر کی قراءت مشہود ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نماز فجر کی تمام برکات اور وقتِ فجر کے تمام خزانے سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہذا ما کان عندی واللہ اعلم بالصواب۔

سبحان ربك رب العزت عما يصفون
وسلم على المرسلين والحمدلله رب العالمين

خطبہ نمبر
15
نماز چھوڑنے کے شدید نقصانات

نماز چھوڑنے کے شدید نقصانات

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا○ (مریم: 59)

''پھران کے بعدان کی نالائق اولادان کی جانشین بنی، جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوات کے پیچھے لگ گئے، پس عنقریب وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

آج میں آپ کے سامنے انتہائی خطرناک گناہ اور اس کے برے انجام کو بیان کرنا چاہتا ہوں، کلمہ پڑھ لینے کے بعد نماز کا چھوڑ دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والے کا اسلام کے ساتھ بالکل رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ بیماری دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے کہ لوگ بظاہر کلمہ گو اور موحد ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے۔

بلکہ طرح طرح کے بہانے تراشتے رہتے ہیں اور دکھ کی بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اگر کوئی قتل کرے تو ہم قاتل سے نفرت کرتے ہوئے اس سے اعراض کرتے ہیں، کوئی چوری یا ڈکیتی کرے تو ہم چور اور ڈکیت کو کبھی اپنا دوست نہیں بناتے، شرابی اور زانی کبھی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیے، بدعمل لوگوں سے اللہ کے لیے نفرت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ نماز کا چھوڑ دینا ان تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ تارکِ نماز، قاتل، زانی اور شرابی سے بھی زیادہ گنہگار ہے لیکن معاشرے میں اس حقیقت کا تصور تک نہیں پایا جاتا۔ بے نمازوں کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے نہ ہی ان سے اعراض کیا جاتا ہے۔ آج مسلمان ڈاکو اور چور کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرتا۔ لیکن اپنی بیٹی کو بے نماز کے سپرد کرتے ہوئے ذرا بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب "کتاب الصلاۃ" نماز کے موضوع پر حد درجہ شاندار اور جامع کتاب ہے۔ اس کو المکتب الاسلامی والوں نے شائع کیا ہے۔ موقع ملے تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ امام صاحب اس کتاب کی ابتدائی سطور میں لکھتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّ تَرْكَ الصَّلَاةِ الْمَفْرُوْضَةِ عَمْدًا مِنْ اَعْظَمِ الذُّنُوْبِ وَاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ وَاَنَّ اِثْمَهُ عِنْدَاللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اِثْمِ قَتْلِ النَّفْسِ وَاَخْذِ الْاَمْوَالِ وَمِنْ اِثْمِ الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ (ص:١٦)

''مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں، بلاشبہ فرض نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنا بہت بڑے گناہوں میں سے ہے اور اس کا گناہ اللہ کے ہاں قتل ،ڈکیتی ،زنا، چوری اور شراب نوشی سے زیادہ ہے۔''

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اور عہد تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں اس بات کا تصور تک بھی محال تھا کہ کوئی دعویٰ اسلام بھی کرے اور نماز ادا نہ کرے۔یہی وجہ ہے کہ منافقین کو بھی نہ چاہتے ہوئے مسجد میں آنا ہی پڑتا تھا،کسی مسلمان سے یہ توقع تو ہوسکتی ہے کہ وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر شراب پی لے یا زنا کرلے یا اس کے علاوہ کوئی اور گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے،لیکن یہ روش کہ وہ فرض نمازوں کو ہی چھوڑ دے،ایسا قرون اولیٰ میں کرنا تو درکنار سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

نماز کی ادائیگی میں غفلت برتنے والا:

جو نمازی نماز کی ادائیگی میں غفلت کرتا ہے قرآن کے فیصلہ کے مطابق ایسے نمازی کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جہنم کے بدترین گڑھے ''ویل'' میں ہوگا۔علماء اسلام نے غفلت کے دو معنی بیان فرمائے ہیں:

1. نماز کو وقت پر ادا نہ کرنا...... فجر کو سورج نکلے،ظہر کو بلاوجہ عصر کے وقت اور اسی طرح دیگر نمازوں کو ان کے آخر وقت تک ادا نہ کرنا جیسا کہ اکثر مسلمان اس بیماری میں مبتلا ہیں۔جب ان کو نماز کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ''کوئی نہیں بڑا وقت اے پڑھ لاں گے'' حتیٰ کہ وہ وقت کو ضائع کرلیتے ہیں۔

بلاوجہ نماز کے وقت کو ضائع کردینے والا بعد میں ہزار بار قضائی دیتا رہے، جان بوجھ کر نماز کے وقت کو ضائع کرنے والے کی قضا اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

2. خشوع کا خیال نہ رکھنا...... نماز تو وقت پر پڑھنا لیکن دل کی حضوری کے بغیر پڑھنا، دوران نماز خشوع وخضوع اور خوف وشوق کے جذبات کا خیال نہ رکھنا بلکہ نماز میں

دنیا کے وسوسات اور خیالات میں محو رہنا۔بس جلدی جلدی بطورِ عادت رکوع سجود کرتے ہوئے نماز کو مکمل کر دینا۔

فیصلہ آپ کریں......!

جب نماز پڑھنے والا وقت اور خشوع کا خیال نہ رکھے ایسے نمازی کا ٹھکانہ جہنم ہے تو سرے سے بے نماز کا انجام کیا ہو سکتا ہے......؟

میں آپ کے سامنے آج بے نمازی کا انجام اور ترکِ صلاۃ کے نقصانات بیان کرنا چاہتا ہوں۔اور آج کا میرا پیغام گھر گھر میں پہنچا دیں تاکہ کوئی مسلمان دھوکے کی موت نہ مر جائے۔

بے نماز کافر، مشرک یا مرتد ہے......؟

ایک نماز کو یا جان بوجھ کر تمام نمازوں کو چھوڑ دینے والا اگرچہ کلمہ گو ہو لیکن دین اسلام میں اس کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کے فرمودات کی روشنی میں ایسا شخص کافر، مشرک یا مرتد ہے۔آپ علمائے کرام سے سنتے رہتے ہیں، صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں مشہور صحیح احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین پوری صراحت کے ساتھ موجود ہیں کہ ''اسلام اور کفر، توحید اور شرک، اطاعت وعبادت اور فسق وفجور میں فرق کرنے والا عمل نماز ہے'' سچا نمازی ہی عبادت گزار، اطاعت شعار، مؤحد مسلمان ہے جبکہ نمازیں چھوڑنے والا کافر، مشرک اور پرلے درجے کا فاسق وفاجر ہے۔بعض علماء نے بے نماز کو کفر وشرک سے بچانے کے لیے بہت محنت اور کوشش کی ہے، طرح طرح کی تاویلات کا سہارا لیا ہے لیکن میں رب محمد کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں! کہ بے نماز کفر وشرک اور نفاق وارتداد سے بچتا ہوا نظر نہیں آتا۔ روایات آیات اس حوالے سے بہت ہیں ایک صحیح روایت پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سات باتوں کی

وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدِيْنَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ

(تعظیم قدر الصلاۃ للمروزی۔ص: 89 قال الشیخ الفریوائی والحدیث صحیح لشواھدہ، البدر المنیر فی تخریج الاحادیث: 3/395، حسنہ محققو ھذا الکتاب وایضا حسنہ الشیخ زبیر علی زئی،

''تم نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑو! جس نے اس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا وہ ملت سے خارج ہو گیا۔''

سامعین کرام......!

صحاح ستہ سمیت اس حدیث کے بعد آپ خود غور فرمائیں کہ نماز چھوڑنے والے شخص کے پاس دین کا کیا رہ جاتا ہے......؟

نماز دین کا بنیادی رکن ہے اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حسن روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلَاثَةٌ عَلَيْهِنَّ أُسِّسَ الْإِسْلَامُ مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالصَّلَاةُ الْمَكْتُوْبَةُ وَصَوْمُ رَمَضَانَ

(المعجم الکبیر: 12/174 ح: 12800، قال الشیخ حمدی عبدالمجید السلفی اسنادہ حسن مسند ابی یعلیٰ: 4/236، اسنادہ حسن وحسنہ الھیثمی والمنذری والحدیث لا یسقط عن درجۃ القبول باذن اللہ قد اخطأ من ضعفہ۔)

''دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں، انہیں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس نے ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا وہ اس کی وجہ سے کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے۔ شہادت توحید، فرضی نماز، رمضان کے روزے''

اگرچہ حج وزکوۃ بھی ارکان اسلام میں سے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

یہاں پر ان تینوں کی خاص اہمیت بیان کرتے ہوئے نماز کا ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص نماز کا تارک ہے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہے اور اس کو قتل کر دینا حلال ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے وزراء کو یہی لکھ کر بھیجا تھا کہ تمام ذمہ داریوں میں سب سے پہلی ذمہ داری نماز کو ادا کرنا ہے جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی جس نے نماز کو ضائع کر دیا اس نے پورے دین کو ضائع کر دیا۔ اور مزید فرمایا:

وَلَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَالصَّلَاةُ أَوَّلُ فُرُوْضِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ أَوَّلُ الْإِسْلَامِ وَاٰخِرُهُ

(تعظیم قدر الصلاة للمروزی ، کتاب الصلاة لابن قیم)

”جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، اور نماز اسلام کے فرائض میں سے سب سے پہلا فرض ہے اور وہی اسلام کا اول و آخر ہے۔“

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی کی رائے:

ایک شخص نے احمد رضا خان بریلوی سے پوچھا: کہ ایک عالم دین یہ بات کہتا ہے کہ نماز کو عملی طور پر چھوڑ دینے والا کافر ہے، اس کا جنازہ پڑھا جائے نہ ہی اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے......؟ جواب میں احمد رضا خان فرمانے لگے:

”اس بات میں کوئی شک نہیں! دین میں نماز والا معاملہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کو جان بوجھ کر چھوڑ دینے سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔“

سالانہ جشن میلاد منانے والے اس فتویٰ پر غور فرمائیں اور اپنے اسلام کا جائزہ لیں۔

امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

علم و عمل، تقویٰ و طہارت اور توحید و سنت کی دنیا میں آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں، ایک دفعہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی بیدار ہونے کے لیے دن آٹھ

بجے کا آلارم لگاتا ہے اور وہ جان بوجھ کر فجر کو برباد کر دیتا ہے، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے......؟ امام ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

''ایسا شخص مسلمان کہلانے کا ہرگز حقدار نہیں بلکہ وہ کافر ہے اس نے اللہ کے مقابلے میں اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔''

بہر صورت تمہیدی طور پر میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جان بوجھ کر کسی ایک نماز کو چھوڑنے والا مسلمان کہلوانے کا حقدار نہیں اور کتنے مسلمان اس زد میں ہیں؟ آپ روزمرہ زندگی میں روزانہ اس بات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کی حفاظت اور نماز سے دلی لگاؤ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نماز چھوڑنے کے شدید نقصانات:

نماز کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں، فرض ہوں یا نفل ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کئی گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور جس کے پاس نماز نہ ہو وہ ہمیشہ گناہوں کی دلدل میں اٹا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نمازی کو ہر گناہ سے بچنا چاہیے لیکن بتقاضا بشریت کمی کوتاہی ہو جانے کی صورت میں نماز کی برکت سے اس کے برے اعمال مٹا دیے جاتے ہیں اور ترکِ نماز اس قدر کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی نیکی کارآمد نہیں رہتی اور آدمی نماز چھوڑنے کی وجہ سے اپنے دونوں جہاں برباد کر بیٹھتا ہے۔

میں آپ کے سامنے نماز چھوڑنے کے چھ نقصانات بیان کرنا چاہتا ہوں اور بتلانا چاہتا ہوں کہ اللہ کا باغی دونوں جہانوں میں برباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کے نقصانات سے محفوظ فرمائے اور ہمارے دامن کو خیر و برکت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

❶ زندگی کا سکون ختم اور برکت روٹھ جاتی ہے:

بے نماز کی زندگی بدمزہ ہوتی ہے وہ روحانی لذتوں سے کلی طور پر محروم ہوتا ہے، باوجود مال و اولاد اور وسائل کی کثرت کے وہ عجیب قسم کی بے چینی اور بدسکونی میں اپنے

سانس پورے کرتا ہے اور یہ سزا اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جیسا کہ رب العالمین فرماتے ہیں:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم: 59)

''پھران کے بعد ان کی نالائق اولاد ان کی جانشین بنی، جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوات کے پیچھے لگ گئے، پس عنقریب وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔''

بے نماز حقیقت میں خسارے کی زندگی بسر کرتا ہے۔ عارضی زندگی کے لیے ہمیشہ کی زندگی کو برباد کر لیتا ہے۔ سکون جیسی نعمت نہ یہاں ملتی ہے نہ ہی مرنے کے بعد نصیب ہوگی، بے نماز خیر و برکت والے نہیں ہوتے، بلکہ خسارے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رب العالمین نے واضح فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

(منافقون: 9)

''اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا، پس وہی خسارہ پانے والے ہیں۔''

یہاں ذکر اللہ سے مراد مفسرین کے ہاں اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ ''پانچ نمازیں'' ہیں، جو فرض نمازوں کی پابندی نہیں کرتا وہ حقیقی خیر و برکت سے محروم اور خسارے میں ہے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ: 124)

''اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا۔''

ذکر کے مفہوم میں نماز بھی شامل ہے۔ بے نماز بظاہر کتنا بڑا تاجر کیوں نہ ہو وہ دلی اطمینان، امن اور سکون سے محروم ہوتا ہے۔ اللہ معاف فرمائے......! آپ بڑے بڑے

مہنگے ہسپتالوں کا وزٹ کریں، وہاں پر آپ کو بڑی بڑی مہلک بیماریوں میں مبتلا ایسے افراد نظر آئیں گے جو بے نماز ہیں اوران کی دولت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا اوران کے مقابلہ میں ایک دیہاڑی کرنے والا سچا نمازی امن وسلامتی اور سکون کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

فرشتوں کی منادی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روزانہ زمین پر دو فرشتوں کو بھیجتا ہے جو یہ اعلان کرتے ہیں:

يَاۤ أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلَى رَبِّكُمْ فَاِنَّمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى

(مسند احمد: 36/53ح: 21721، صحیح ابن حبان: 8/121ح: 3329، سلسلة الاحادیث الصحیحة: 443)

”وہ تھوڑا مال جس سے ضرورتیں پوری ہوں، ایسے زیادہ مال سے بہتر ہے جو یادِ الٰہی سے غافل کر دے۔“

سامعین کرام......!

کیسا ناداں ہے وہ مسلمان...... جو رزق کی تلاش میں رازق کو بھلا بیٹھا ہے! اور سمجھتا ہے کہ میں آرام اور راحت کی زندگی جی لوں گا، جبکہ ایسا احسان فراموش کبھی سکون کے سانس نہیں لے سکتا۔

❷ روح ناپاک ہو جاتی ہے:

بے نماز آدمی روحانی طور پر مر چکا ہوتا ہے۔ نماز چھوڑ دینے سے روح کو ایسا کینسر ہو جاتا ہے کہ وہ ایمان کی لذت، عبادت کی مٹھاس اور اسلام کی چاشنی سے ساری زندگی محروم رہتا ہے، اس کا دل عیاشی وفحاشی اور حرام کے کاموں میں اطمینان محسوس کرتا ہے اور یہی تباہی وبربادی اور روح کے مرجانے کی آخری حد ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان:

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازی اور بے نمازی کی مثال کو مندرجہ ذیل الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

(صحیح بخاری: 6407، صحیح مسلم: 779)

''مثال اس شخص کی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی جو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی مانند ہے۔''

یہاں ذکر سے مراد بھی نماز ہے۔ ایسا شخص چلتی پھرتی لاش ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے سر کو سجدے میں جھکا کر تسبیح و تکبیر بیان نہیں کرتا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کی روح کو ناپاک اور خبیث کہا ہے جو فجر کی نماز سورج نکلنے تک ادا نہیں کرتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورج نکلنے تک فجر کی نماز نہیں پڑھتا وہ خبیث النفس اور سستی و کاہلی کا مارا ہوا شخص ہے۔'' (صحیح بخاری: 3269)

بلکہ بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ناپاک روح والے شخص کو ناپاک غذا بھی دیتا رہتا ہے۔ تاکہ اس کی روح نجاست کی دلدل میں پھنسی رہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سورج نکلنے تک نماز نہیں پڑھتا، شیطان ایسے شخص کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔'' (صحیح البخاری: 1144)

ایسے لوگوں کو اپنے وجود پر شیطانی پیشاب کے چھینٹے نظر نہیں آتے، البتہ ان کی روح حد درجہ بدبودار اور ناپاک ہوتی رہتی ہے اور وہ اس قدر شیطانی کاموں کو پسند کرنے والا بن جاتا ہے کہ ہر برا عمل وہ پورے ذوق و شوق اور اہتمام سے کرتا ہے اور ادنیٰ سی نیکی کرنے کے لیے بھی اس کی جان نکل جاتی ہے۔ یہی روح کے مردہ ہونے کی دلیل ہے۔ یہ وہ دوسرا نقصان ہے جو بے نماز کو اٹھانا پڑتا ہے اور قرآن مجید بھی یہی کہتا ہے کہ نماز کو چھوڑنے والے، اسے ضائع کرنے والے برے انجام کو پہنچتے رہیں گے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا

الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا○ (مریم: 59)

"پھر ان کے بعد ان کی نالائق اولاد ان کی جانشین بنی، جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوات کے پیچھے لگ گئے، پس عنقریب وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔"

3 بے نماز سے نبی ﷺ سخت ناراض ہیں:

بے نماز آدمی جہاں اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اپنا وقار کھو دیتا ہے وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کی محبتوں، بشارتوں اور نیک دعاؤں سے محروم ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ بے نماز سے سخت ناراض ہیں، آپ احادیث پڑھ کر دیکھیں کہ اخلاق کے عظیم پیکر نبی رحمت ﷺ نے جب بے نماز کے برے انجام کا ذکر کیا تو الفاظ اور لہجہ حد درجہ سخت اختیار کیا ......اور اپنی طرف سے بیزاری ونفرت کی انتہا کر دی۔ مثال کے طور پر چند احادیث پر غور فرمائیں:

1 ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو لوگ اذان سننے کے بعد گھروں میں رہتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں مؤذن کو اقامت کا حکم دوں پھر کسی صحابی کو حکم دوں وہ لوگوں کی امامت کروائے، اللہ کے پیارے نماز میں مصروف ہو جائیں، اور میں

أُخُذَ شُعْلاً مِّنَ النَّارِ فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَّا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ (صحیح البخاری۔الاذان: 657)

"آگ کا شعلہ لوں اور ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو اذان اور اقامت کے بعد نماز کی طرف نہیں نکلتے۔"

اور صحیح مسلم میں یہی سخت لہجہ جمعہ چھوڑنے والوں کے متعلق اختیار کیا کہ جو جمعات کو ضائع کرتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ میں ایسے لوگوں کے گھروں کو آگ لگا کر راکھ کر دوں۔ (صحیح مسلم: 652)

سامعین کرام......!

آپ ان الفاظ سے اندازہ لگائیں کہ رسول اللہ ﷺ بے نمازوں پر کس قدر سخت ناراض ہیں کہ آپ ان کے گھروں کو آگ سے جلا دینا چاہتے ہیں اور پھر عملی طور پر آپ ﷺ نے صرف اور صرف اس لیے نہیں جلایا کہ گھروں میں بچے اور عورتیں بھی ہوتی ہیں کہیں وہ ناحق جھلس نہ جائیں۔

② ...... ہمارے ہاں اکثر لوگ ایک دو نمازوں کو چھوڑ دینا گناہ نہیں سمجھتے ...... بلکہ ایک دو نمازوں کا چھوڑنا ان کے معمول میں شامل ہوتا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ ایسے شخص پر سخت ناراض ہیں۔ آپ آنے والی احادیث کے انداز پر غور فرمائیں کہ الفاظ کس قدر پُر وعید ہیں اور لب ولہجہ کس قدر سخت ہے......؟

ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهُ وَمَالُهُ

(صحیح بخاری: 552)

''اور وہ شخص جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا کہ اس کا گھر بار تباہ و برباد ہوگیا۔''

ان الفاظ پر غور کرتے ہوئے اس کے ساتھ دوسری حدیث کو بھی ملائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی نفرت اور بیزاری کا عالم کیا ہے......؟

ابو ملیح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان جہاد میں تھے اور اس روز بادل بھی بہت زیادہ تھا۔ نماز ظہر کے تھوڑی دیر بعد ہی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: نماز عصر جلدی پڑھ لو، عصر کی نماز جلدی ادا کرلو، کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مندرجہ ذیل سخت وعید بیان کرتے ہوئے سنا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (صحیح بخاری: 553)

''جس نے عصر کی نماز کو چھوڑ دیا تحقیق اس کا عمل برباد ہوگیا۔''

سامعین کرام......! کس قدر وعید ہے اس شخص کے لیے جو نمازِ عصر کو چھوڑ دیتا

ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا کہ نماز عصر کو ضائع کر دینے والا ایسے ہی سمجھیں گویا کہ اس کا گھر بار تباہ و برباد ہو گیا پھر فرمایا کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کی دوسری کی ہوئی نیکیاں بھی برباد ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے غیظ و غضب سے محفوظ فرمائے اور اپنی رحمتوں اور محبتوں میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین!

4 موت کے وقت برا انجام:

بے نماز آدمی کے دونوں جہان برباد ہو جاتے ہیں، سکون نام کی چیز نہ دنیاوی زندگی میں ہوتی ہے اور نہ ہی اخروی زندگی میں نصیب ہوگی۔ شاعر کیسے قابل فکر بات کہتا ہے:

آج گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
اگر مر کر بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

خودکشی مسائل کا حل نہیں......! مسائل کا حل نماز کی ادائیگی میں ہے۔ اس موضوع پر سینکڑوں واقعات ہیں کہ بے نماز بری موت کے ساتھ اس دنیا سے گئے ہیں۔ کوئی کفریہ بول بولتے ہوئے مر گیا اور کسی کی روح فرشتوں نے ان حالات میں قبض کی کہ وہ فحاشی و آوارگی کے اڈوں پر تھے، زبان پر گالیاں تھیں اور وہ زبان حال سے دنیا والوں کو پیغام دے رہے تھے کہ دنیا والو......!

"یاد رکھنا رب سے ٹوٹ کر مرو گے تو انجام یہی ہوگا"

کویت سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "اللہ کے تقرب کا حصول" بڑا خوبصورت، ننھا سا رسالہ ہے اور لائق مطالعہ ہے۔ اس میں ایک واقعہ ہے کہ ایک بے نماز اور آوارہ مزاج نوجوان گاڑی چلا رہا تھا اور ساتھ ساتھ موسیقی سے محظوظ ہو رہا تھا کہ اچانک گاڑی بے قابو ہوئی اور وہ حادثے کا شکار ہو گیا۔ جب لوگ نوجوان کو بچانے کے لیے اس کے ارد گرد اکٹھے ہوئے تو وہ اپنی زندگی کی آخری سانسوں کو پورا کر رہا تھا اور زبان پر غلیظ گالیاں اور گانے تھے حتی کہ اسی حالت میں موت نے اسے دبوچ لیا۔

اے مسلمان کہلانیوالو......!

سنبھل جاؤ، سدھر جاؤ اور اچھے نمازی بن جاؤ، اس سے پہلے کہ یہ برا انجام آپ کو بھی دیکھنا پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو موت کی بیہوشی میں کلمے کا ہوش نصیب فرمائے اور جب ہم پر موت کا پیغام آئے تو ہم باوضو اللہ کے قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں۔ آمین!

5 بے نماز قبر کے عذاب میں مبتلا ہوگا:

رات کی تاریکیوں میں جو نمازوں کے لیے نکلتے ہیں جب وہ قبر کی تاریکیوں میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور کے ساتھ بھر دے گا اور جو نمازوں کو برباد کرنے والے ہیں وہ عذابِ قبر میں مبتلا کر دیے جائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُوْلُ: دَعُوْنِىْ أُصَلِّ

(سنن ابن ماجه۔الزهد: 4272، مستدرك حاكم: 1/380، هداية الرواة الى تخريج احاديث المصابيح والمشكوة۔ج۱ ص۱۱۹ والحديث صحيح)

”جب میت قبر میں داخل ہوتی ہے تو اس کے سامنے سورج کے غروب ہونے کے وقت کی صورت ہوتی ہے، پس وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے (منکر نکیر) کو کہتا ہے: مجھے چھوڑو میں نماز پڑھوں۔“

سبحان اللہ......! اللہ مجھے اور آپ کو بھی یہی بول بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور یقیناً قبر میں نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار تب ہی ہوگا جب ہم دنیا میں فرض نمازوں کو پوری پابندی اور شوق کے ساتھ ادا کریں گے اور بالخصوص نمازِ عصر کو پورے اہتمام کے ساتھ پڑھیں گے۔ میت کے اس جواب سے فرشتے بھی سمجھ جائیں گے کہ یہ اللہ والا شخص ہے۔ بعد کی تمام منزلیں اس کے لیے آسان سے آسان تر ہوتی چلی جائیں گی۔ بصورتِ

دیگر بے نماز فرشتوں کے سوالوں میں بری طرح ناکام ہوگا اور قبر ہی سے اس کے عذاب کا سلسلہ شروع کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پانچ وقت کا سچا نمازی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

6 قیامت کے دن عذاب کی رسوائی:

بے نماز دونوں جہانوں میں ناکام ہوگا۔ سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ نے بے نماز کے لیے آخرت میں تقریباً چھ نقصانات کا ذکر کیا ہے، توجہ سے سماعت فرمائیں اور اپنے انجام کی فکر کریں۔

1 قیامت کے دن حقوق اللہ کے متعلق جب سوالات ہوں گے تو سب سے پہلا سوال نماز ہی کے متعلق ہوگا۔ جس طرح کہ صحیح حدیث میں موجود ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ لَهُ سَائِرُ عَمَلِهِ وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ وفِي رِوَايَةٍ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ

(جامع الترمذي-الصلاة: 413، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 1358)

”قیامت کے دن سب سے پہلے جو بندے سے حساب کیا جائے گا وہ نماز ہے، پس اگر وہ درست ہوئی تو اس کے تمام عمل درست ہوں گے اور اگر اس میں خرابی ہوئی تو اس کے تمام عمل میں خرابی ہوگی اور ایک روایت میں ہے: اگر نماز میں خرابی ہوئی تو وہ تباہ و برباد ہوگیا۔“

2 بے نماز کو روز قیامت سجدہ کرنے کی توفیق نہیں ملے گی بلکہ اس کی گردن اکڑ جائے گی اور یہ ذلت و رسوائی اور عذاب کی انتہا ہوگی، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا

يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ○ (قلم: 43-42)

''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور انہیں سجدہ کرنے کو بلایا جائے گا تو یہ سجدہ نہ کرسکیں گے، ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی، وہ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور اس وقت تو وہ صحیح سالم تھے۔''

اس آیت کی تفسیر میں صحیح البخاری کی ایک روایت سماعت فرمائیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت سجدے میں گر جائے گی صرف دنیادار، ریاکار خواہش کے باوجود سجدہ نہیں کر پائیں گے اور ان کی پشت اکڑ کر ایک تخت کی طرح ہو جائے گی۔''

3 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بے نماز پر سخت ناراض ہوں گے، اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ سماعت فرمائیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آخر عمر میں آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے، بلکہ آپ کی آنکھوں کی روشنائی بالکل ختم ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ''آئی اسپیشلسٹ'' (آنکھوں کا ماہر معالج) آیا اور اس نے کہا: میں آپ کا علاج کرتا ہوں آپ کی بینائی جلد بحال ہو جائے گی۔ لیکن آپ کو چند دن نماز چھوڑنا پڑے گی تاکہ سجدہ میں جاتے ہوئے آنکھوں پر بوجھ نہ بنے اور نقل و حرکت سے آرام میں خلل نہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جواب میں فرمانے لگے: ''مجھے ایسے علاج کی ضرورت نہیں، آنکھوں کا ضائع ہونا نمازوں کے ضائع کرنے سے کہیں بہتر ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ

(مسند البزار: المعجم الکبیر للطبرانی، اسنادہ حسن)

''جس نے نماز کو چھوڑا وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر سخت ناراض ہوگا۔''

سامعین حضرات......!

مقام غور ہے آج ہم بلاوجہ نمازوں کو چھوڑ دیتے ہیں، کام کاج میں نماز کی فکر نہیں کرتے، یاری دوستی میں نماز کو ضائع کر دیتے ہیں جبکہ اللہ والوں نے بڑی سے بڑی نعمت کو چھوڑ دیا لیکن نماز جیسے قیمتی تحفے اور فریضے کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی نماز سے سچا پیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

4 بے نماز قیامت کے روز اندھا ہوگا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی آنکھوں کے نور کو ختم فرمادیں گے اور یہ بات اللہ کے قرآن میں موجود ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔ وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ: 124-125)

''جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اس کے لیے جینا تنگی کا ہوگا اور ہم قیامت کے روز اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

نماز سب سے بڑی اللہ کی یاد ہے...... بے نماز کو اپنے حشر پر غور کر لینا چاہیے!

5 بے نماز کے سر کو پتھر سے کچل دیا جائے گا۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صبح کے وقت دریافت کرتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے انہوں نے مجھے اٹھایا اور کہا: ہمارے ساتھ چلیے! میں ان کے ساتھ ہولیا، چنانچہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص اس لیٹے ہوئے آدمی کے سر پر پتھر مارتا ہے پھر پتھر کچھ دور تک لڑھکتا ہوا جاتا ہے، وہ شخص اس پتھر کو دوبارہ اٹھا کر لاتا ہے اور پھر آ کر اس کے سر پر پتھر مارتا ہے اور اس کا سر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کا خواب بھی دین میں حجت ہے۔آپ ﷺ نے بیان فرمایا: جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ ایسے آدمی کا انجام ہے جو قرآن کو یاد تو کرتا تھا لیکن اس پر عمل نہیں کرتا تھا، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ ''اور فرضی نماز سے سویا رہتا تھا'' (صحیح البخاری، تعبیر الرؤیا، بعد صلاۃ الصبح۔ باب: 7047)

سامعین کرام......!

سویا رہنا تو پھر ایک عذر ہے جو جاگتے ہوئے جان بوجھ کر بلاوجہ نمازیں ضائع کرتے ہیں ایسے بدنصیبوں کا حشر کیا ہوگا......؟

6 بے نماز سرکشوں اور باغیوں کے ساتھ ہوگا۔نمازی لوگوں کو انبیاء و رسل علیہم السلام اور صلحاء کا ساتھ نصیب ہوگا اور بے نماز اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے باغی اور نافرمانوں کے ساتھ مجرم بنا کر عدالتِ الٰہی میں پیش کیے جائیں گے۔اس سلسلہ میں ایک صحیح روایت سماعت فرمائیں۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ نُوْرٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ

(مسند احمد بن حنبل: 2/142 ح: 6576، اسنادہ حسن، صحیح ابن حبان: 4/329 ح: 1467 قال شعیب الارناؤط اسنادہ صحیح، سنن الدارمی: 2721 قال حسین سلیم اسد اسنادہ صحیح، شعب الایمان: 2565، کنز العمال: 9060، وایضاً صححہ الامام المنذری، الشیخ احمد شاکر وحسنہ الشیخ زبیر علی زئی الباکستانی)

''اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی، اس کے لیے نہ روشنی ہوگی، نہ دلیل ہوگی اور نہ اس کی نجات ہوگی بلکہ وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

بعض ائمہ محدثین نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے چار

سرکشوں کے نام اس لیے ذکر کیے ہیں کہ وہ مختلف بہانوں کی وجہ سے عبادت نہ کر سکے تھے اور جو شخص دولت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا وہ سیٹھ قارون کے ساتھ ہوگا اور جو بادشاہت وسلطنت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا وہ صدر مملکت فرعون کے ساتھ ہوگا اور جو وزارت اور منصب کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے وہ وزیراعظم ھامان کے ساتھ ہوگا اور جس نے ڈیرہ داری اور نمبر داری کی وجہ سے نماز نہیں پڑھی وہ چوہدری ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

اللہ پاک ہم سب کو ان ظالموں کی صحبت سے بچائے اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

بے نماز کا اصل ٹھکانا جہنم ہے:

ایسا بے نماز جس نے کبھی نماز کا ذائقہ تک نہیں چکھا یا جو بلاوجہ کسی ایک نماز کو متواتر چھوڑتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کو ضائع کرنے والے ایسے تمام بدنصیبوں کو درجہ بدرجہ جہنم رسید کر دیا جائیگا۔ قرآن مجید نے ایک مکالمہ پیش فرمایا ہے جس میں اہل جنت کے جواب پر جہنم میں جانے والے مجرم اپنے جہنمی ہونے کی وجہ ان الفاظ میں بیان کریں گے:

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ ○ (مدثر: 43-44-45)

”وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلانے والے تھے اور ہم بے مقصد بحث کرنے والوں کے ساتھ بحث کرتے تھے۔“

اہل جہنم اپنے جہنم میں جانے کی سب سے پہلی وجہ یہی بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجدوں میں نہیں جایا کرتے تھے، نمازیوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، ہماری گردنیں اللہ کے آگے نہیں جھکتی تھیں بلکہ ہم نماز کے وقت کو چوکوں چوراستوں اور دنیا کی

رنگ رلیوں میں ضائع کر دیتے تھے اور یہ ہمارا بنیادی جرم ہے جو ہم کو اللہ کی جہنم میں لے آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو فرائض کے ساتھ سنن ونوافل ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔تا کہ ہم جہنم کی سلگتی ہوئی آگ سے بچ کر جنت کی تازہ فضاؤں میں ہمیشہ ہمیش زندگی بسر کریں۔آمین۔

دس اوئے بے نمازا تیرے کی پلّے آ
جانا تو قبر ہیٹھ تن چار فٹ تھلے آ
قبر ہنیری وچ رہنا تو کلّے آ
اوتھے کوئی ساتھ تیرا ہونا نائیں
بے نمازا سن لے گن لگا کے
کل نوں نہ روویں اوتھے ایتھے وقت گوا کے
اک دن حساب دینا اسی اللہ نوں جا کے
سدا ہمیش ایتھے رہنا نائیں

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

خطبہ نمبر
16
لوگ کیا کہیں گے؟

لوگ کیا کہیں گے......؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ○ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنَّ الظَّالِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ○ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ○ (جاثیہ: 18, 19)

''پھر ہم نے تم کو دین کے ایک واضح طریقہ پر قائم کیا، پس تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے، یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقین کا اللہ ساتھی ہے۔ یہ لوگوں کے لیے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جو یقین کرتے ہیں۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی اور امام المرسلین حضرت محمد ﷺ کا امتی بنایا۔ امتی ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے پیارے پیرومرشد حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل پیرا ہوں اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہوئے آگے لوگوں کی ہدایت کا سامان کریں۔ جو شخص آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد شریعت اسلامیہ کو قبول کرتا ہے اور عملی زندگی میں ہر قدم اسی کے مطابق اٹھاتا ہے اور لوگوں کو بھی اسی کی دعوت دیتا ہے وہ حقیقی مسلمان اور آپ ﷺ کا سچا امتی ہے۔

لوگ کیا کہیں گے؟

اس کے برعکس اگر کوئی شخص معاشرتی یا سماجی دباؤ کا شکار ہو کر عملی میدان میں اس قدر کمزور ہو جائے کہ وہ لوگوں کے ڈر سے شریعت کے بعض اہم مسائل پر عمل کرنا ہی چھوڑ دے تو ایسا شخص سچا امتی ہے نہ ہی کامیاب ہونے والا مسلمان ہے۔ بلکہ وہ گمراہی کے راستے پر ہے۔ اگر قرآن وسنت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو مسلمان لوگوں کی خوشنودی کے لیے یا لوگوں کے ڈر کی وجہ سے پوری شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوتا ایسے مسلمان کا اسلام بھی خطرے میں ہے اور توحید بھی خطرے میں ہے۔ شریعت کا واضح حکم آ جانے کے بعد، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے پوری رہنمائی مل جانے کے بعد جو شخص عمل کی بجائے یہ جملہ کہے: ''کہ بات تو صحیح ہے، مسئلہ تو اسی طرح ہے لیکن لوگ کیا کہیں گے......؟ برادری کیا کہے گی......؟ معاشرہ کیا کہے گا......؟ محلے دار کیا کہیں گے......؟ یار دوست کیا کہیں گے......؟'' غرض کہ لوگوں سے مرعوب ہو کر شریعت کا بعض حصہ ناقابل عمل قرار دے دینا یہ بہت بڑی گمراہی ہے بلکہ اس وقت معاشرے کا یہ سب سے بڑا بت ہے کہ لوگ کیا کہیں گے......؟

سب سے بڑا بت اور طاغوت:

اکثر مسلمان مٹی کے بتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مٹی کے بنائے ہوئے بتوں کو پوجنا بہت بڑا شرک سمجھتے ہیں۔لیکن یاد رہے! اگر دوسرے لوگوں کی خوشنودی اور تقرب کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرامین کو چھوڑ دینا یہ بھی شرک کی خطرناک قسم ہے۔آج سرِ عام اس بت کو پوجا جارہا ہے کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟''

یاد رہے......! سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کئی لوگوں کو حق قبول کرنا صرف اسی لیے نصیب نہیں ہوا کہ انہوں نے یہی کہا کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟'' آپ احادیث کی کتب اور تاریخ کی کتب کا مطالعہ فرمالیں آپ ﷺ کے چچا جو کہ آپ ﷺ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے،عظیم اخلاق اور سرداری کے مالک تھے لیکن رسول اللہ ﷺ پر ایمان صرف اسی لیے نہیں لائے کہ لوگ کیا کہیں گے......؟ ابوطالب دنیا سے جاتے وقت باپ دادے کا دین چھوڑ گیا......؟

رسول اللہ ﷺ کو بار بار یہی حکم:

آپ قرآن مجید کا مطالعہ فرمائیں آپ کو کئی ایک آیات ایسی ملیں گی جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے یہی تاکید فرمائی کہ آپ میری نازل کردہ شریعت ہی کو کافی سمجھیں اور ہر قدم میری نازل کردہ شریعت اور فیصلے کے مطابق اٹھائیں، میری پاکیزہ اور پیاری شریعت پر عمل کرتے ہوئے کبھی آپ کے ذہن میں یہ خیال تک نہیں آنا چاہیے کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟ معاشرہ کیا کہے گا......؟ قوم قبیلہ کیا کہے گا......؟'' اور میں یہ سمجھتا ہوں آپ ﷺ کے متعلق ایسی بات کا سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ آپ ﷺ لوگوں سے مرعوب ہوکر یا لوگوں کی خوشنودی کے لیے شریعت کے کسی ادنیٰ حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کریں گے۔حقیقت میں یہ میری اور آپ کی تربیت کی جارہی ہے۔آپ آنے والی آیات کو پوری توجہ سے سماعت فرمائیں اور آج اس بت کو توڑ کر جائیں

کہ ”لوگ کیا کہیں گے......؟“ یہ بہت بڑا بت ہے جو آہستہ آہستہ شریعت کے محل کو گرا رہا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

(جاثیہ: 18, 19)

”پھر ہم نے تم کو دین کے ایک واضح طریقہ پر قائم کیا پس تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے، یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور ڈرنے والوں کا اللہ ساتھی ہے۔ یہ لوگوں کے لیے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے ہے جو یقین کرتے ہیں۔“

سامعین کرام! ان آیات بابرکات میں صرف اور صرف یہی تلقین، تاکید اور تربیت کی جا رہی ہے کہ لوگ جو چاہیں مرضی کہیں، لوگوں کی منشاء یا لوگوں کا ڈر اپنے خیال تک میں کبھی نہیں لانا اور دوسرے مقام پر ان الفاظ سے حکم ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (کہف: 28)

”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا کے طالب ہیں اور تمہاری آنکھیں دنیا کی زینت کی خاطر ان سے ہٹنے نہ پائیں اور تم ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے

دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔''

صد افسوس......! کہ آج بڑے بڑے دیندار لوگ اپنے سے کم حیثیت لوگوں کو صرف اس لیے اپنے قریب نہیں کرتے، غریب لوگوں سے صرف اس لیے میل جول نہیں رکھتے کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟ معاشرہ کیا کہے گا......؟ کہ ہمارا کوئی سٹیٹس اور معیار ہی نہیں؟'' جب کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے شب وروز ان لوگوں کے ساتھ گزاریں جو رب والے ہیں اور ایسا شخص کہ جس کا دل ہماری یاد سے غافل اور دنیا کا حریص بن چکا ہے اس کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھنا وہ عنقریب اپنے برے انجام کو پہنچے گا۔ کئی لوگ فیصلہ کرتے ہوئے لوگوں کے دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ برحق فیصلہ کر دیا تو لوگ کیا کہیں گے......؟ برادری کیا کہے گی......؟ جب کہ فیصلہ کرتے ہوئے کسی مومن منصف کے ذہن میں ایسا خیال تک نہیں آنا چاہیے، اگر کوئی شخص لوگوں کے ڈر یا لوگوں کی خوشنودی کے لیے سچے فیصلے کو ٹھکرا یا چھپا رہا ہے تو حقیقت میں وہ بت کی پوجا کر رہا ہے جس کا نتیجہ سوائے ضلالت کے کچھ نہیں نکل سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کل کائنات ﷺ کو بار بار تاکید کرتے ہوئے حکم ارشاد فرمایا:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ ○ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

''اور ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے اتارا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان لوگوں سے بچو کہ کہیں وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے

اتارے ہوئے کسی حکم سے پھسلا دیں، اگر وہ پھر جائیں تو جان لو کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے اور یقیناً لوگوں میں سے زیادہ آدمی نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں اللہ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے؟"

سامعین کرام......!

لوگ تو اپنی لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہمیں بھی شریعت سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا ہمیں لوگوں سے ڈرتے ہوئے یا لوگوں کو خوش کرتے ہوئے شریعت سے دور ہو جانا چاہیے......؟ یقیناً نہیں! اسلام کی دولت ملنے کے بعد جاہلیت کے طور طریقوں کو پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ جاہلیت اسی بات کا نام ہے کہ انسان صحیح اور حق جان لینے کے باوجود صرف اور صرف اس لیے عمل نہ کرے کہ "لوگ کیا کہیں گے......؟ سوسائٹی کیا کہے گی......؟ ماحول کیا کہے گا......؟" من مانی زندگی اور لوگوں سے مرعوب رہ کر جینا یہی جاہلیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح، سیدھی اور سچی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آپ قرآن مجید کا بغور مطالعہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ پر اس بت کو توڑا ہے کہ "لوگ کیا کہیں گے......؟" لیکن ہم نے یہی بت اپنی سوچوں پر سوار کر رکھا ہے، جب لوگ صرف اس لیے شریعت کی بعض باتوں کو چھوڑ دیں اور ناقابل عمل سمجھ لیں کہ "لوگ کیا کہیں گے......؟" اللہ ایسے لوگوں کی مدد کرتا ہے اور نہ ہی ایسے لوگوں کو اپنے عذابوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ رب العالمین نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلالی انداز میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ○

(رعد: 37)

"اور اگر تم ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے تو خدا کے مقابلہ میں تمہارا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔"

ذی وقار سامعین حضرات......!

اگر واقعتاً آپ اللہ تعالیٰ کی مدد کے طلب گار ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی پوری شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوگوں کی پروا نہ کریں، جو شخص لوگوں کی خاطر شریعت کے احکامات کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسی قوموں اور ایسے لوگوں کو اپنی مدد سے محروم فرما دیتے ہیں۔ اس آیت میں براہ راست خطاب امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن تربیت میری اور آپ کی کی جارہی ہے کہ اگر ہم نے لوگوں کی خاطر شریعت کو ادھورا چھوڑ دیا تو نہ ہماری مدد کی جائے گی اور نہ ہی ہمیں کوئی ذلت سے بچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ ہمیں پوری شریعت کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایمان اور اسلام خطرے میں:

جو شخص اس بت کو پوج رہا ہے کہ "لوگ کیا کہیں گے......؟" ایسا شخص سچا مسلمان اور صحیح مومن کہلوانے کا ہرگز حق دار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرمان میں ایسے شخص کو سچا مسلمان تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ بار بار ہماری یہی تربیت کرتے ہیں کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ معاشرے کی تمام رکاوٹوں کو اور لوگوں کی تمام باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو اپنے ماتھے کا جھومر بناؤ، تبھی جا کر اسلام کی مٹھاس اور ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ اہل ایمان کو حکم دیتے ہوئے عرش والے کا قرآن کہتا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

''اے ایمان والو! صلح میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اگر تم واضح دلیلیں آجانے کے بعد پھسل جاؤ گے تو جان لو! اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔''

(بقرہ: 208,209)

یہاں پر یہ نہیں کہا گیا کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ بلکہ فرمایا ''سلم'' میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور ''سلم'' عربی زبان میں صلح کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری پوری صلح کرلو۔ اس کے مکمل تابعدار بنو، لوگوں کی طرف نہ جاؤ اور نہ ہی ان کی باتوں کی پرواکرو کیونکہ شیطان لوگوں کے روپ میں اہل حق کو گمراہ کرتا ہے اور ساری زندگی ان کو پورے دین پر عمل پیرا ہونے سے روکے رکھتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو شدید وعید سنائی ہے جو لوگوں کی خاطر شریعت کے احکامات اور دین کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ رب العالمین فرماتے ہیں:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذَالِكَ مِنكُمْ اِلَّا خِزْىٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

''کیا تم کتاب الٰہی کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو؟ پس جو لوگ تم میں سے ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب میں ڈال دیا جائے اور اللہ اس چیز سے بے خبر نہیں جو تم کر رہے ہو۔''

اسلام کا دعویٰ کرنے والو! آج عملی طور پر قرآن پاک کے کئی ایک صریح احکامات کو ٹھکرایا جا رہا ہے اور ان کے مقابلے میں انگریز کو خوش کرنے کے لیے اس کے قانون اور لاء کو عدالتوں میں نافذ العمل سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح بڑے بڑے مذہبی لوگ غمی اور خوشی

کے موقع پر قرآنی احکامات کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے بلکہ فضول خرچی اور فحاشی میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ ایمان اور اسلام کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کل بھی ذلیل تھے اور آج بھی ذلیل ہیں اور قیامت تک ایسے لوگ ذلیل ہی ہوتے رہیں گے جب تک وہ مخلص ہو کر قرآنی احکامات کو پوری طرح اپنی عملی زندگی میں نافذ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو یورپ کے دباؤ سے نکال کر، لوگوں کے ڈر اور لوگوں کی خوشنودی سے بچا کر اپنی خوشنودی کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایسا شخص مومن نہیں!

اپنے نفس یا لوگوں سے مرعوب ہو کر اپنی خواہشات کو دین کے تابع نہ کرنے والا کبھی سچا مومن نہیں ہو سکتا۔ ایمان اسی عقیدے اور عمل کا نام ہے کہ انسان لوگوں کی فکر نہ کرے بلکہ لوگوں کے رب اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کی فکر کرے اور اپنی تمام خواہشات کو سرکار مدینہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع کر دے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

(کنز العمال: 1/271 حدیث: 1084، مشکوٰۃ ۔ الاعتصام بالکتاب: 166، فیه مقال والمتن صحیح)

"تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔"

اگر خواہش لوگوں کی خواہشات کے تابع ہے تو کامل مومن بننے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، تکمیل ایمان اسی صورت ممکن ہے کہ لوگوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے پوری شریعت کو اپنے اوپر نافذ کیا جائے۔

اطاعت اور رضا میں شرک:

شریعت کے احکامات اور دین کی باتوں پر صرف اس لیے عمل نہ کرنا کہ "لوگ کیا

کہیں گے......؟'' یہ بھی شرک ہے کہ لوگوں کو اللہ کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دینا۔ جس شخص کا عقیدہ ہو کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے وہ کسی صورت بھی لوگوں کی خاطر اللہ کے احکامات کو نہیں چھوڑ سکتا۔ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ہمیں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے کہ اطاعت بھی اللہ کی اور نیک عمل بھی صرف اللہ ہی کو خوش کرنے کے لیے کرنا چاہیے۔ بخاری و مسلم میں آپ ﷺ کے واضح ارشادات موجود ہیں: لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں'' اطاعت کے لائق وہی ہے اور خوشنودی بھی اسی کی حاصل کرنی چاہیے۔ جو شخص لوگوں کی خاطر یا لوگوں کے ڈر کی وجہ سے دین کی بعض باتوں کو چھوڑ دیتا ہے وہ اطاعت اور رضا کے معاملہ میں شرک کرتا ہے اور جس کے عقیدہ یا عمل میں ذرہ بھر شرک پایا گیا وہ کبھی نجات نہیں پائے گا۔ لوگ تو لوگ رہے اگر والدین بھی شریعت کی کسی بات پر رکاوٹ بنیں تو ان کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ قرآن مجید میں واضح الفاظ ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے مقابلہ میں حقیقی والدین کی بھی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی خاطر اپنے والدین کی مخالفت کی بھی پروا نہ کی بلکہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہو کر رہ گئے۔

قبول اسلام کے وقت:

ہمارے دین میں کلمہ پڑھنے کے بعد سب سے پہلے یہی ذہن سازی کی جاتی ہے کہ اب زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی پوجا کی جائے گی اور زندگی بھر لوگوں کی پوجا کو رد کیا جائے گا حق کی بات تسلیم کرتے اور حق آگے بیان کرتے لوگوں کی ہرگز ہرگز پروا نہیں کی جائے گی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لیتے تو بنیادی باتوں میں اس بات کا بھی عہد لیتے کہ یہ اقرار کرو:

وَاَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ حَيْثُ مَا كُنَّا وَلَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

”جہاں بھی ہوں گے حق بات کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔“

(مسند احمد: 27/395 حدیث: 22725)

یعنی لوگوں کی پروا نہیں کی جائے گی، مگر افسوس! کہ آج قدم قدم پر اسی بت کو پوجا جا رہا ہے کہ ”لوگ کیا کہیں گے......؟“ اور صحیح العقیدہ لوگ حق کی بات صرف اسی لیے نہیں کرتے کہ ”برادری کیا کہے گی......؟ یار دوست کیا کہیں گے......؟“ کہیں حق بات کرنے میں ہماری تعلق داری اور یاری دوستی میں فرق نہ آ جائے۔ آج مسلمانوں میں حق کی غیرت کا نشان بھی مٹتا جا رہا ہے۔ ہر شخص کو اپنی تعلق داری کی فکر ہے دینداری کی کوئی پروا نہیں۔ معاشرے کے دباؤ اور لوگوں کے دباؤ نے ہم سب کو برا اکر بنا دیا جب کہ کلمہ کے بعد پہلا سبق ہی یہی ہے کہ اب فکر لوگوں کی نہیں بلکہ رب تعالیٰ سے وفا کی فکر کی جائے گی اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کا حکم دیتے کہ کبھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرنا یہ نہ دیکھنا کہ ”لوگ کیا کہیں گے......؟“ حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بیان فرمائیں کہ آپ سے پوچھ لینے کے بعد میں کسی اور سے سوال نہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ وَفِیْ رِوَايَةٍ قُلْ رَبِّیَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ

(صحیح مسلم۔الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام: 1509، سنن ابن ماجہ: 3972)

”تو کہہ! میں اللہ پر ایمان لایا پھر ڈٹ جا اور ایک روایت میں ہے تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر تو اس پر استقامت کا مظاہرہ کر۔“

یعنی اللہ پر ایمان لانے کے بعد کسی دباؤ کی پروا نہ کر، نہ ہی لوگوں کی خاطر اپنے ایمان میں کمی پیدا کر بلکہ نعرۂ ایمان لگانے کے بعد عملی طور پر ساری زندگی اس پر کاربند ہو جا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو میرے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اس بات کی وصیت فرمائی:

اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (صحیح الترغیب: 2525)

''اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو!''

سامعین حضرات......!

اب تو حالات یہ ہیں کہ ہر بندہ ہی ڈرا ہوا ہے اور بار بار یہ کہتا ہے کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟'' اور لوگوں کا دباؤ اس قدر ہے کہ ایک شخص کا نماز میں وضوٹوٹ گیا لیکن وہ صف سے نکل کر دوبارہ وضو کرنے کے لیے نہ گیا، بعد میں اس نے مسئلہ پوچھا کہ میں وضو ٹوٹ جانے کے باوجود وضو بنانے نہیں گیا بلکہ امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دیا ہے اب میں کیا کروں......؟ پوچھا گیا: بھئی آپ وضو بنانے کیوں نہیں گئے......؟ تو جواب میں کہنے لگا کہ میں صرف اس لیے وضو بنانے نہیں گیا کہ لوگ کیا کہیں گے......؟ یعنی لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے بے وضو نماز میں کھڑا رہا۔

لوگوں نے کیا نہیں کہا:

انبیاء ورسل علیہم السلام کے سچے پیروکاروں کی سیرت پڑھ کر دیکھیں! کہنے والوں نے ان کو بہت کچھ کہا اور وہ کچھ کہا کہ جس کا آج پاکستان میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی لوگوں کے کہنے کی کوئی پروا نہ کی بلکہ پورے دین پر پوری دلجمعی کے ساتھ پوری زندگی جواں مردی سے ڈٹے رہے۔ کہنے والوں نے بہت کچھ کہا، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''محمد'' کی بجائے مذمم کہا گیا۔ مجنون اور ساحر کہہ کر پکارا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا گیا لیکن ان پاکیزہ شخصیات نے کہنے والوں کی ایک نہ سنی ایسی دلجمعی اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ چند ہی سالوں میں پورا دین اللہ کی زمین پر غالب آگیا۔ کہنے والوں کا ایک قول میں بیان کرنا چاہتا ہوں، کہنے والوں نے کہا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ

السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

(البقرہ: 13)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اس طرح ایمان لے آؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں، آگاہ رہو! یہی لوگ بے وقوف ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔''

یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع میں بے مثال آیت ہے کہ فرش پر جب دنیاداروں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا، تو عرش سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دفاع کے لیے اس آیت کو نازل فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سچے وفادار اور کامل مومن ہیں اور حقیقت میں ان کو بے وقوف کہنے والے بذات خود بے وقوف ہیں۔ لیکن جاہلوں کو اپنی بے وقوفی کا علم نہیں ہے۔

سامعین حضرات......!

آج ہم صرف اس لیے دین کی بعض باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟'' جب کہ ہمارے اسلاف کو لوگوں نے صرف کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ بہت ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا۔ لیکن وہ پھر بھی پورے کے پورے دین پر استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ دین کی کسی بات کو کسی موڑ پر بھی ترک کرنے کا خیال تک نہ دل میں آیا۔ رب العالمین قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (العنکبوت: 2،3)

''کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ محض یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو پرکھا نہ جائے گا؟ اور ہم نے ان لوگوں کو پرکھا ہے جو ان سے

پہلے تھے پس اللہ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو بھی ضرور معلوم کرے گا۔''

کہنے والوں نے، اللہ والوں کو وہ کچھ کہا اور ایسے ایسے ظلم کیے کہ الفاظ میں ان کے ظلم وستم اور جبر وتشدد کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ والے پکار اٹھے:

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○

(بقرہ: 214)

''ان کو سختی اور تکلیف پہنچی وہ جھنجھوڑ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ یاد رکھو! اللہ کی مدد قریب ہے۔''

آج اسی بات کی ضرورت ہے کہ ہم لوگوں کے کہنے حتی کہ لوگوں کے ظلم تک کی پروا نہ کریں بلکہ عرش والے کی خوشنودی کے لیے پورے کے پورے اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ چند اہم خرابیوں کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں ان کو آج ہی دور کر لیں اور لوگوں کی ہرگز ہرگز پروا نہ کریں۔

❶ حلیہ اور لباس:

اپنی شکل وصورت سرکارِ مدینہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بنائیں۔ آج کئی نوجوان صرف اسی لیے داڑھی جیسے فریضے اور سعادت سے محروم ہیں کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟'' کہ یہ شروع سے ہی صوفی بن گیا ہے......؟ کیا یہ داڑھی رکھنے کی عمر ہے؟ اور اسی طرح ہماری کئی بہنیں اور بیٹیاں صرف معاشرے کے فیشن کے لیے صحیح اسلامی اور شرعی پردہ نہیں کرتیں جبکہ خواتین اسلام کو اپنے پورے بدن کو چھپا کر رکھنا چاہیے۔

❷ شادی:

شادی کے موقع پر کئی رسومات صرف اور صرف لوگوں کو راضی رکھنے کے لیے کی

جاتی ہیں۔لاکھوں کی فضول خرچی اور بے پردگی اور فحاشی اسی لیے کی جاتی ہے کہ ''لوگ کیا کہیں گے کہ انہوں نے شادی پر بھی جشن نہیں منایا......؟ رسم مہندی، جہیز کے تکلفات اور بارات وغیرہ کا بوجھ یہ سب چیزیں اسلام کی روح کے خلاف ہیں۔خدا کے لیے ان رسومات اور تکلفات سے بچیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے ان سے اپنی جان چھڑائیں۔ہمارے بزرگ شریعت کے اس قدر پابند تھے کہ وہ پوری برادری کی مخالفت برداشت کر لیتے لیکن شریعت کے فیصلوں پر آنچ نہیں آنے دیتے تھے۔کئی بزرگ صرف اس لیے بارات میں شرکت نہیں کرتے تھے کہ اس میں بینڈ باجا بجایا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے نیک بزرگوں کو اپنی رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین!

3 لڑائیاں اور جھگڑے:

معمولی معمولی باتوں پر گریبان پکڑے جاتے ہیں، فائرنگ ہوتی ہے اور کئی ناحق قتل بھی کر دیے جاتے ہیں،صرف اور صرف لوگوں میں اپنا رعب جمانے کے لیے کہ اگر ہم جھک گئے، ہم نے جواب نہ دیا یا ہم نے معاف کر دیا تو لوگ کیا کہیں گے......؟ صرف اور صرف لوگوں کے لیے ایک دوسرے پر ظلم وستم اور زیادتی کی انتہا کی جاتی ہے جو کہ پرلے درجے کی جہالت اور گمراہی ہے۔

4 بڑی عمر میں تعلیم حاصل نہ کرنا:

ہمارے معاشرے میں ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ اللہ کا دین سمجھنا چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا علم حاصل کرنا چاہیے۔لیکن بڑی عمر میں صرف اس لیے نماز اور قرآن کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی جاتی کہ ''لوگ کیا کہیں گے......؟''اس نے بڑھاپے میں اب نورانی قاعدہ پڑھنا شروع کر دیا ہے؟ غرض کہ اس بت نے ہمیں علم کے نور سے بھی محروم کر دیا ہے۔معاشرے میں چالیس چالیس سال کے نمازی بچپن کے رٹے رٹائے الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں اور صحیح تعوذ پڑھنا بھی نہیں جانتے۔خدارا!اس بت کو توڑیں۔لوگوں سے مرعوب ہو کر جہالت کی موت نہ مریں۔ہمارے دین میں لوگوں کی ہرگز ہرگز کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نیک لوگ کیا کہیں گے......؟

معاشرے کے ایسے جاہل لوگ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے باغی ہیں ہم ان کے ڈر کی وجہ سے یا ان کو راضی کرنے کے لیے شریعت کی باتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں کیا ہمیں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر ہم نے اسی طرح دین کو تماشا بنائے رکھا تو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کیا کہیں گے......؟ ایک لمبے عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے ہم اپنے مولا و داتا کو کیا چہرہ دکھائیں گے......؟ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ہم لوگوں کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں ہمیں یہ بات کیوں نہیں بے چین کرتی کہ کل حوض کوثر پر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ملاقات ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ مجھے کیا کہیں گے......؟ کیا میری غداری اور بے وفائی کی وجہ سے مجھے دھتکار تو نہیں دیا جائے گا......؟ پھر اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور نیک لوگ کیا کہیں گے......؟

سامعین کرام......!

میرے اور آپ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم کسی معاملہ میں بھی آزاد نہیں ہیں۔ عبادت، معیشت، معاشرت، سیاست غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمیں اللہ ہی کا مطیع اور فرمانبردار ہونا چاہیے۔ ہماری فرمانبرداری کو دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے......؟ یہ ان کا ظرف ہے کیونکہ اللہ کے فرمانبردار کو اگر کوئی شخص بنظر حقارت دیکھتا ہے تو یہ اس کی ذلت اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

سرکار دو عالم کا بے مثال فرمان:

رسول اللہ ﷺ کی ساری سیرت اس بات پر گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے حق بیان کرتے اور حق پر عمل کرتے کبھی نہ سوچا کہ "لوگ کیا کہیں گے......؟" بلکہ کہنے والے اور کرنیوالوں نے رسول اللہ ﷺ کی کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی بھی لا کر رکھ دی لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کی باتوں حتی کہ لوگوں کے ظلم و ستم کی بھی پروا نہ کی۔ یہی وجہ

ہے کہ تئیس سال کے مختصر عرصہ میں پورے عالم پر اللہ کا دین غالب آ گیا۔ جو لوگ ہمہ وقت لوگوں کی پروا اور فکر کرتے ہیں وہ کبھی بھی دین کی خدمت نہیں کر سکتے۔ بلکہ لوگوں کی آڑ میں یا لوگوں کی خوشنودی کے لیے دین کی بعض باتیں چھوڑنے والا ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو جاتا ہے ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں اور بالآخر جن لوگوں کی خاطر وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے وہ لوگ بھی راضی نہیں ہوتے۔ اس سلسلہ میں ایک واضح حدیث کامل توجہ سے سماعت فرمائیں، یہ حدیث بطور وصیت صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تحریر کر کے بھیجی، الفاظ پر غور فرمائیں:

عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى عَائِشَةَ اُكْتُبِىْ لِىْ كِتَابًا تُوْصِيْنِىْ فِيْهِ وَلَا تُكْثِرِىْ عَنِّىْ فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ اِلَى مُعَاوِيَةَ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَاَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ وَسَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

''اہل مدینہ کے ایک آدمی سے روایت ہے اس نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خط لکھا کہ مجھے مختصر اور جامع وصیت لکھ کر بھیجیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ وصیت لکھ کر بھیجی تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو، حمد وثناء کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے جس نے لوگوں کی ناراضگی مول لے کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو تلاش کیا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لوگوں کی تکلیف سے کافی ہو جائے گا اور جس شخص نے اللہ کی ناراضگی مول لے کر لوگوں کی

خوشنودی کو تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو لوگوں کے سپرد کر دیں گے اور لوگوں کو اس پر ناراض کر دیں گے اور اللہ بھی اس پر ناراض ہو جائے گا۔"

سامعین حضرات! اس حدیث کو سن کر ہمیشہ کے لیے اپنے دل و دماغ میں نقش کر لیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر آپ کو اللہ کی مدد اور اللہ کی رحمت چلتی پھرتی نظر آئے گی۔ آج ہم صرف اس لیے برکتوں سے محروم ہیں کہ ہم لوگوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو فراموش کر دیتے ہیں۔

اللہ کے لیے نفرت:

اللہ کے باغیوں سے اللہ کے لیے بغض اور نفرت رکھنی چاہیے، بجائے اس کے کہ ان کی وجہ سے دینی احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے۔ شریعت اسلامیہ میں بدکار، بدعمل اور آوارہ مزاج لوگوں سے بغض رکھنا بھی اجر و ثواب کا کام ہے۔ زمین میں جس قدر فساد ہے یہ نافرمانوں، فاسقوں اور اللہ کے باغیوں کی وجہ سے ہے۔ ہم سچے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز نیک عمل کرتے ہوئے ان کی پروا نہیں کرنی چاہیے وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ وہ تو چاہتے ہیں کہ ہم کمزوری دکھائیں اور ان کو بھی دین چھوڑنے کا موقع ملے۔

آج کے خطبہ جمعۃ المبارکہ کا یہی خلاصہ ہے کہ واضح رہنمائی، واضح سنت، واضح مسئلہ اور واضح حکم پہنچ جانے کے بعد لوگوں کی پروا کرنیوالا فاسق، فاجر اور گمراہ آدمی ہے اس کا ایمان اور اس کی توحید خطرے میں ہے۔ وہ ہمیشہ کی ذلت سے کبھی نہیں نکل سکتا اور یہی دعوت سادہ انداز میں یوں دینا چاہتا ہوں:

اِینہاں لوکوں پچھے جائیں ناں
کوئی حکم خدا دا بھلائیں ناں

بہتاناں توں گھبرائیں ناں
اس دنیا دا ایہو حال اے

سوہنا اللہ ساڈے نال اے
جیہڑا رب ذوالجلال اے
کئیاں بہت تماشے کرنے نے
کئی ذلت دی موت وی مرنے نے

سارے رب نے اِک دن پھڑنے نے
ایہہ زندگی تیری چند سال اے
سوہنا اللہ ساڈے نال اے
جیہڑا رب ذوالجلا ل اے

کھورے کئیاں کی کی کرنا اے
اینہاں لوکاں کولوں کی ڈرنا اے
اسی ساریاں اک دن مرنا اے
کم آونی نئیں کوئی چال اے

سوہنا اللہ ساڈے نال اے
جیہڑا رب ذوالجلال اے

پیارے بھائیو......!

سچی بات یہی ہے کہ ہم ایک ایسے دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو فتنے کا دور ہے اور لوگ آئے دن اللہ کے دین سے منہ پھیر رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج اللہ کے دین کو چھوڑنے کی سب سے بڑی وجہ لوگ بھی ہیں، جن سے ڈرتے ہوئے یا جن کو خوش کرتے ہوئے ہم دین کے کئی ایک احکامات کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اگر ہم اس روش سے باز نہ آئے تو ہمارے حالات مزید بدتر ہوتے چلے جائیں گے اور اگر ہم نے اپنی ذات اور اپنے گھر میں پورے اسلام کا راج رکھا تو ان شاء اللہ الرحمٰن

دنیا وآخرت دونوں جہاں ہمارے ہوں گے اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا
وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○
هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○

(جاثیہ: 19،18)

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم کو کلمے کی محبت اور دین کی غیرت نصیب فرمائے۔ اسلام پر زندہ رکھے اور کامل ایمان کی حالت میں موت نصیب فرمائے۔

هذا ما كان عندى والله اعلمُ بالصّواب

سبحان ربك رب العزت عما يصفون
وسلم على المرسلين والحمدلله رب العالمين

خطبہ نمبر
17
حسد کی آگ

حسد کی آگ

اور اس کا علاج

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ
نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا
اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (النساء: 32)

''اگر اللہ نے تم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے تو اس کی ہوس نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ (ثواب) ہے اور جو عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا بھی حصہ ہے ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہا کرو یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

ذی وقار سامعین حضرات......!

آج میں آپ کے سامنے حد درجہ اہم موضوع بیان کرنا چاہتا ہوں اور اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اسلام میں چند اچھے اور برے اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور ایک رائے کے مطابق دل کے اعمال جسم کے اعمال سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، مثلاً خشیتِ الٰہی، اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے، دل میں خشیت جس قدر زیادہ ہوگی ظاہری اعمال میں حسن اس قدر زیادہ ہوگا۔

دوسرا عمل توکّل ہے، یہ بھی قلبی عبادت ہے انسان کا توکّل جس قدر مضبوط وہ اس قدر زیادہ یقین اور اعتماد کے ساتھ نیک اعمال میں آگے بڑھے گا۔

اور اسی طرح رجاء، یعنی امید اس نیک عمل کا تعلق بھی دل کے ساتھ ہے، انسان کے دل میں یہ عقیدہ موجزن ہوتا ہے کہ جب میں اللہ کی بارگاہ میں حاضری دوں گا تو میرا داتا میرے کسی نہ کسی عمل کو قبول کرتے ہوئے ضرور مجھے معاف کر دے گا۔ غرض کہ قلبی عبادات جس قدر مضبوط ہوں گی عملی زندگی میں اس قدر زیادہ نکھار ہوگا۔

بعینہ کچھ برے اعمال ایسے ہیں کہ جن کا تعلق دل کے ساتھ ہے، جو دل کے روگ ہیں، جن کی وجہ سے انسان کی ساری زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے حتی کہ نیکیاں بھی اپنی مٹھاس کھو دیتی ہیں ان منجملہ بیماریوں میں سے ایک بیماری کا نام ''**حسد**'' ہے۔ جب انسان حسد جیسے ناپاک کبیرہ گناہ میں ملوث ہوتا ہے تو وہ جہنم جانے سے پہلے دنیا کی جہنم میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کی زندگی صرف اور صرف بدسکونی اور بے چینی کا مجموعہ ہوتی ہے۔

حسد کسے کہتے ہیں......؟ اس کی اقسام:

حسد کی سب سے بری حالت یہ ہے کہ آدمی کسی فضائل اور وسائل والے آدمی کو دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ اس کی تمام نعمتیں اس سے چھن جائیں اور مجھے حاصل ہو جائیں۔

اسی طرح اس کے بعد حسد کے مختلف درجات ہیں:

1. آدمی کسی کی عزت، شہرت اور مقام کو دیکھ کر دل ہی دل میں جلتا رہے۔ اور اس بات پر کڑھتا رہے کہ اس کو یہ مقام کیوں حاصل ہوا......؟

2. کسی آدمی کی شان وشوکت اور اس کے وسائل وفضائل کی کثرت دیکھ کر اس کے ساتھ خوانخواہ کی ضد رکھنی اور بلاوجہ اس کے خلاف سازشیں کرنا، ناجائز تنقیدیں کرنا، اس کے معاملے میں نفاق سے کام لینا اور موقع ملنے پر تہمت بازی سے بھی باز نہ آنا، یہ سب مکروہ دھندے حسد کے زمرہ میں آتے ہیں اور ایسی سوچ وفکر رکھنے والا شخص طبعی موت مرنے سے پہلے مر چکا ہوتا ہے۔

حسد بہت بڑی آزمائش ہے:

ہم نے بے شمار لوگوں کو حسد کی بیماری میں ملوث پایا اور وہ حسد کی بیماری کی انتہا کو پہنچ چکے ہوتے ہیں لیکن وہ زبانی دعوے یہی کرتے ہیں ہمیں تو کسی کی کوئی پروا نہیں، ہم نے کبھی کسی سے حسد نہیں کیا، یاد رہے......! یہی شیطان کی سب سے بڑی چالاکی ہے کہ وہ انسان سے گناہ بھی کرواتا ہے اور اس کو احساس تک بھی نہیں ہونے دیتا۔ اصولی طور پر کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ مجھ میں حسد کے جذبات پیدا نہیں ہوتے یا میری زندگی میں کبھی حسد کا موقع نہیں آیا۔ انسان ہونے کے ناطے حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور کئی ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ انسان حسد کی راہ پر چل نکلتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَسَدُ مَرَضٌ مِنْ اَمْرَاضِ النَّفْسِ وَهُوَ مَرَضٌ غَالِبٌ فَلَا يَخْلُصُ مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنَ النَّاسِ وَلِهٰذَا يُقَالُ ﴿مَا خَلَا جَسَدٌ مِنْ حَسَدٍ﴾ لٰكِنَّ اللَّئِيْمَ يُبْدِيْهِ وَالْكَرِيْمَ يُخْفِيْهِ

(مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ: 10/104)

”حسد دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور بڑی عام مرض ہے، تھوڑے لوگ ہی اس سے خلاصی پاتے ہیں اور اسی لیے کہا جاتا ہے ”کوئی جسد حسد سے خالی نہیں“ لیکن کمینہ آدمی حسد کو ظاہر کرتا ہے اور عزت والا اس کو چھپاتے ہوئے ختم کر دیتا ہے۔“

اور اسلام بھی ہمیں یہی حکم دیتا ہے کہ جب کسی کے علم و فضل کو دیکھو یا کسی کا جاہ وجلال تمہیں مرعوب کرے یا کسی کے مالی وسائل سے تم متاثر ہو جاؤ تو حسد کی بجائے رشک کرو اور اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کا سوال کرو کہ اے میرے مولا و داتا! میں تیری تقسیم پر راضی ہوں لیکن مجھے بھی اپنے فلاں بندے کی طرح اپنے خاص خزانوں سے نواز دے، آپ کی عطا میں کوئی کمی نہیں...... کسی کو خوشحال دیکھ کر جلنا سڑنا اور اس کے سکون کو ختم کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہنا یہ سب تباہی کے راستے ہیں اور کسی کشادہ حال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے کشادگی اور فراخی کا سوال کرنا یہ عین ایمان اور اسلام کا حکم ہے، رب العالمین کے عظیم فرمان پر توجہ فرمائیں......!

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (النساء: 32)

”اگر اللہ نے تم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے تو اس کی ہوس نہ کرو، جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ (ثواب) ہے اور جو عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا بھی حصہ ہے ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہا کرو یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو اپنے دائرہ عمل، اپنے وسائل اور اپنے

حالات پر راضی رہنا چاہیے اور مزید بہتری اور برتری کے لیے حسد کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے۔ کیونکہ عرش وفرش کے حقیقی گنج بخش کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔

حاسد قیمتی نعمتوں سے محروم رہتا ہے:

حسد کا کوئی فائدہ نہیں...... حسد کے تمام راستے تباہی کے راستے ہیں...... تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جس نے...... جب بھی حسد کیا وہ نامراد اور ناکام ہی رہا اور بے شمار نعمتوں سے محروم کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو دیکھ لیں...... کہ قریش مکہ اور یہود ونصاریٰ صرف اور صرف حسد کی وجہ سے اسلام جیسی عظیم نعمت سے محروم رہے...... بس وہ اسی بات پر جلتے اور کڑھتے رہے کہ نبوت ورسالت عبدالمطلب کے پوتے اور عبداللہ کے بیٹے "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں ملی......؟ اگر اللہ نے فضل وکرم کرنا تھا تو ہم پر کرتا...... یہ غریب لوگ جو ایک وقت کی روٹی سے تنگ ہیں یہ اللہ کے محبوب کیسے ہو سکتے ہیں......؟

حسد کرنا یہودیوں کا کام ہے:

حسد کرنا بے دین لوگوں کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان حاسدوں کی تصویر کشی مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنَاهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۝

(نساء: 54)

"یا وہ دوسرے لوگوں پر اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے از راہ فضل انہیں کچھ دے رکھا ہے، تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب وحکمت بھی دی تھی اور انہیں بہت بڑی بادشاہت بھی دے رکھی تھی۔"

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ

كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (بقرہ: 109)

اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر سے تمہیں کافر بنا دیں، جس کی وجہ ان کا وہ حسد ہے جو ان کے سینوں میں ہے جب کہ اس سے قبل ان پر حق بات واضح ہو چکی ہے، (اے مسلمانو!) انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو تا آنکہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

مسلمانوں یاد رکھو......!

آج بھی اہل مغرب، اہل یورپ اور انگریز حسد کی بنا پر ہم کو زیر و ذلیل کرنے کے لیے ہر لحہ محنت کر رہے ہیں۔ موجودہ یہود کا اصل مقصد مسلمانوں کو ہر محاذ پر شکست دینا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ حسد کی بنا پر کبھی رسول اللہ ﷺ کے خاکے بناتے ہیں اور کبھی آسمانی مقدس کتاب اور مسلمانوں کی دستورِ حیات، عظیم الہامی کتاب ''قرآن مجید'' کو آگ لگاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو کتاب وسنت سے دور کرنے کے لیے ''ذکرِ الٰہی'' سے غافل کرنے کے لیے موبائل اور انٹرنیٹ پر حد درجہ فحاشی پھیلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام شرارتوں سے اور ان کے ہر قسم کے حسد سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے۔ آمین!

آسمان پر پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا:

ابلیس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا......؟ اس کے منجملہ اسباب میں سے ایک اہم سبب حسد بھی ہے کہ اسے اس بات کا دکھ تھا کہ مجھے سجدہ کیوں نہیں کروایا گیا، جب کہ میں جنس کے اعتبار سے اور علم وفضل کے اعتبار سے تمام پر فائق ہوں۔ قرآن مجید

نے ابلیس کے کبر اور حسد کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ○ (الاعراف:8)

''اللہ نے کہا: تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟ ابلیس نے کہا: کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے بنایا ہے اور آدم کو مٹی سے۔''

سامعین کرام......!

آج بھی بے شمار مسلمانوں میں یہی شیطانی سوچ پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے سے کم ذات والے اور کم روپے پیسے والے شخص کو حوصلہ افزائی کی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ غریب گھرانے کے لوگ اکثر اوقات حسد کی وجہ سے میدان عمل میں پیچھے کر دیئے جاتے ہیں اور دنیا کے جاگیردار اور وڈیرے، صاحبِ ثروت و دولت یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اس غریب کو اس کی صلاحیتوں کی وجہ سے آگے کر دیا تو لوگوں کا رخ اس کی طرف ہو جائے گا اور ہماری ویلیو کم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس ناپاک سوچ سے محفوظ فرمائے۔

زمین پر پہلا قتل حسد کی وجہ سے ہوا:

حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہابیل اور قابیل دونوں کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی کو صرف اس لیے قبول فرمایا کہ وہ صاحبِ تقویٰ انسان تھا، جب کہ قابیل تقویٰ کی دولت سے خالی تھا۔ جب قابیل کی قربانی مردود ہو گئی تو اس کے سینے میں حسد کی آگ بھڑکی وہ طیش میں آ کر کہنے لگا:

لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ○ (مائدہ:27)

میں تجھ کو مار ڈالوں گا، اس (ہابیل) نے جواب دیا کہ اللہ تو صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے، اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں تم کو قتل کرنے کے لیے تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو سارے جہان کا رب ہے۔''

اللہ کی زمین پر پہلا ناحق قتل صرف اور صرف حسد کی وجہ سے ہوا، قابیل معافی اور اپنی اصلاح کی بجائے حسد کی راہ پر چل نکلا اور انجام کے لحاظ سے اس قدر ذلیل ہوا کہ آج تک ہر قاتل کا گناہ اسی کے کندھوں پر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی جہنم میں ہے۔

حسد کی بنا پر معصوم بھائی پر ظلم:

حسد ایک ایسی خطرناک بیماری ہے کہ بڑے بڑے معصوم اور پیارے رشتے اس کی زد میں آتے ہیں تو پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی اور اخلاق کے ساتھ فضیلت بخشی تھی اور باپ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ دوسرے بھائی اسی وجہ سے حسد کا شکار ہو گئے۔

آیئے......! قرآن کی زبانی حسد کی داستان سماعت فرمائیں:

إِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَأَخُوْهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ أَوِ اطْرَحُوْهُ أَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صَالِحِيْنَ ۝ (یوسف: 8-9)

''جب اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں یقیناً ہمارا باپ کھلی ہوئی غلطی میں مبتلا ہے۔ یوسف کو قتل کر دو یا اس کو کسی جگہ پھینک دو تا کہ تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے اور اس

کے بعد تم بالکل ٹھیک ہو جانا۔"

سامعین کرام......!

صدیاں گزر جانے کے بعد حسد کی بیماری آج بھی ہمارے گھروں میں موجود ہے۔

☆......صرف حسد کی وجہ سے بھائیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

☆......ان کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

☆......ناجائز مقدمات میں پھنسا دیا جاتا ہے۔

☆......باپ کی وراثت سے پورا حق دینے میں بخل سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ سب وہ گناہ ہیں جو صرف اور صرف حسد کی وجہ سے جنم لیتے ہیں اور یہ بیماری "اُمّ الذنوب" کا درجہ رکھتی ہے۔ اسلام ہمیں یہی حکم کرتا ہے کہ حسد کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں ارشاد فرمایا: رحمۃ اللہ علیہ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۞ (النساء: 32)

"اگر اللہ نے تم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے تو اس کی ہوس نہ کرو، جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ (ثواب) ہے اور جو عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا بھی حصہ ہے ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہا کرو، یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت سے خدشہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ایک مواقع پر اس خدشے کا اظہار فرمایا کہ میری امت میں حسد کی بیماری پھیل جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار برکات سے محروم کر دیئے جائیں

گے اور آج حقیقت بھی یہی ہے کہ بڑے بڑے صحیح العقیدہ، اہل توحید حسد کی آگ میں جل رہے ہیں......اور مذہبی جماعتوں اور تنظیموں میں سوائے حسد اور سازشوں کے کچھ نظر نہیں آتا......تنظیموں کے عہدیداران باہم ایک دوسرے پر ناجائز تنقیدات اور تہمتیں لگا کر اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ حسد کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث سماعت فرماتے ہوئے ان پر غور فرمائیں:

❶ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ قَالُوْا وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ قَالَ الْأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتَّى يَكُوْنَ الْبَغْيُ ثُمَّ الْهَرَجُ

(المعجم الاوسط: 9/23حدیث: 9016، مستدرك حاكم: 4/168، الجامع الصغير: 5971، سلسلة الاحاديث الصحيحة: 680)

”بلاشبہ عنقریب میری امت کو پہلی امتوں کی بیماری پہنچے گی، صحابہ نے کہا: پہلی امتوں کی بیماری کیا ہے......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غرور، تکبر، کثرت کی حرص، دنیا میں محو ہونا، ایک دوسرے سے بیزار رہنا اور ایک دوسرے سے حسد کرنا، یہاں تک کہ بغاوت ہوگی اور پھر بہت زیادہ قتل ہوگا۔“

سامعین حضرات......!

ملک کے حالات آپ کے سامنے ہیں، حد درجہ غریب اور بے اختیار شخص کبر وغرور کی بلندی پر نظر آئے گا، نخوت اور اکڑ نے زندگی برباد کر دی۔ آئے دن حسد کی وجہ سے لڑائیاں جھگڑے ہوتے ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے سراسر ناجائز قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سختی کے ساتھ حسد کرنے سے منع فرمایا ہے۔

❷ امام المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا تَبَاغَضُوْا لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ

(صحیح البخاری۔کتاب الادب: 6065)

''اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں ان کی عزت کے خلاف باتیں کرو بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جائیں۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے اوپر تک چھوڑے رکھے۔''

سامعین حضرات......!

جب حسد کی بیماری لگ جائے تو بہت سے کبیرہ گناہ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں، آج کل ہمارے معاشرے میں کئی ناراضگیاں صرف حسد کی بنیاد پر ہوتی ہیں، قطع تعلقی اور بے رخی حسد کی بنیاد پر بڑھتی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم امن وسلامتی اور سکون وبرکت والے ماحول سے محروم ہیں۔

❸ حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَالَمْ يَتَحَاسَدُوْا

(المعجم الکبیر: 8/369، حدیث: 8157، کنز العمال: 7449، صحیح الترغیب والترھیب: 2887، سلسلة الاحادیث الصحیحة: 3386)

''لوگ ہمیشہ خیر سے رہیں گے جب تک وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر کا راز بیان فرمایا ہے کہ جب تک

لوگ ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں گے، ایک دوسرے کا بھلا سوچیں گے، ان کی زندگی میں اچھائی ہوگی، بھلائی ہوگی، نیکی ہوگی، برکت ہوگی، نفع ہوگا، فائدہ ہوگا، غرض کہ خیر نام کی ہر چیز ان کے پاس ہوگی اور جب وہ ایک دوسرے سے حسد شروع کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ کی خیر ان سے روٹھ جائے گی اور وہ بدسکونی کی دلدل سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے بلکہ بے برکتی کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہیں گے اور ایمان کی حلاوت سے محروم رہیں گے۔

❹ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ الْاِيْمَانُ وَالْحَسَدُ

(المعجم الصغير: 1/251، سنن النسائي، الجهاد: 3111، صحيح ابن حبان: 10/466 حديث: 4606، صحيح الترغيب والترهيب: 1271)

”بندے کے دل میں دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوتیں ”ایمان اور حسد“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بہت بڑا معیار ہے۔ جو شخص مومن ہوگا وہ حاسد نہیں ہوگا، جلنے کڑھنے کی بجائے بھلائی اور خیر خواہی اس کے ہر انداز سے نظر آئے گی اور جو شخص حاسد ہوگا اس میں رتی بھر ایمان نہیں ہوگا کیونکہ حسد ایمان کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے تب جا کر حاسد شخص ہر ناجائز، ہر حرام اور ہر غلط قدم اٹھانے میں ذرہ بھر عار محسوس نہیں کرتا، اور ایک دوسری معروف حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

آپ ......! ماشاء اللہ، سب اہل ایمان میرے سامنے تشریف فرما ہیں ۔ امانتداری سے بتائیں کہ کیا آپ میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ مجھ سے حسد کیا جائے، میرے خلاف سازشیں کی جائیں، مجھ پر ناجائز تہمتیں لگائی جائیں؟ جب یہ سب اپنی ذات کے لیے پسند نہیں ہے تو ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی ان

چیزوں کو پسند نہ کیا جائے اور ایسا شخص ہی بہترین مسلمان ہے۔

5 عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے سب سے بہتر اور افضل لوگ کون ہیں......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ، صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ؟ قَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ لَا اِثْمَ فِيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ

(سنن ابن ماجہ۔الزھد: 4216، مسند الشامیین: 1218، صحیح الترغیب والترھیب: 2889، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 948)

''ہر مخموم القلب اور صدوق اللسان، صحابہ نے کہا: صدوق اللسان تو ہم جانتے ہیں (کہ زبان کا سچا) مخموم القلب کیا ہے......؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ پاک صاف اور متقی شخص کہ جس کے (دل) میں گناہ، بغاوت، خیانت اور حسد نہ ہو۔'' سبحان اللہ!

سامعین حضرات......!

اچھے لباس یا اچھے مکان یا اچھی گاڑی رکھ لینے سے آدمی بہترین نہیں بن جاتا، یہ تو سب نعمتیں آزمائش کے لیے دی جاتی ہیں، حقیقت میں بہترین وہی ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہو اور بالخصوص حسد کے مرض سے محفوظ ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سچے مسلمانوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ ان کے دل خیر وخواہی سے مالا مال اور حسد سے مکمل پاک ہوتے ہیں

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحشر: 9-10)

''اور جو لوگ پہلے سے دارالاسلام (مدینہ) میں قرار پکڑے ہوئے ہیں اور ایمان اختیار کیے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے وہ محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہیں پاتے جو ان مہاجرین کو دیا جاتا ہے اور وہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے اوپر فاقہ ہو اور جو شخص اپنے جی کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔''

ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آنے والا ہے:

جس شخص کے پاس حسد سے پاک دل ہے گویا کہ وہ جنتی دل رکھتا ہے۔ ایک روز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آنے والا ہے، تھوڑی ہی دیر گزری، ایک انصاری صحابی تشریف لائے، بائیں ہاتھ میں جوتا تھا اور داڑھی مبارک سے وضو کے قطرات بہہ رہے تھے، تو انہوں نے آکر سلام کیا۔ اگلے دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا: کہ ابھی ایک جنتی آنے والا ہے اور وہ وہی انصاری صحابی تھے۔ تیسرے دن پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی اور وہی صحابی تشریف لائے۔ مجلس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی

تشریف فرما تھے، ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ ہو کہ میں اس آدمی کا پیچھا کروں، چند راتیں اور دن اس کے ساتھ گزار کر دیکھوں اور اس میں موجود امتیازی خوبی وہ اپنے اندر پیدا کرلوں تاکہ مجھے بھی اللہ کی جنت کا داخلہ مل سکے۔

سامعین کرام......!

یہی سوچ ہر مسلمان کی ہونی چاہیے، جب اپنے سے زیادہ مقام والے شخص کو دیکھیں تو اس جیسی خوبیاں اپنانے کی کوشش کریں، کردار سازی میں محنت کریں، کسی کے مقام کو دیکھ کر جل اٹھنا اور فضول تنقیدات پر اتر آنا کمینے لوگوں کا کام ہے..... چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تین راتیں اس کے پاس رہے اور رات گئے تک چپکے چپکے دیکھتے رہے کہ یہ انصاری صحابی کون سا خاص عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس کو جنتی ہونے کی بشارت دی ہے؟

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تین راتیں گزارنے کے باوجود مجھے کوئی خاص عمل نظر نہ آیا وہ رات بھر لیٹے رہتے اور جب بھی کروٹ بدلتے تو الحمدللہ اور اللہ اکبر کہتے اور فجر ہوتے ہی نماز کے لیے نکل پڑتے۔ میں نے تین راتوں کے بعد اجازت مانگی اور کہا: بھائی! مجھے اصل مقصد حاصل نہیں ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے تین دفعہ جنتی قرار دیا ہے اور میں دیکھنا یہ چاہتا تھا کہ تجھ میں کون سا ایسا خاص عمل ہے کہ تجھے دنیا اور آخرت کا سب سے عظیم رتبہ حاصل ہوا......؟ انصاری صحابی جواب میں کہنے لگا: میرے بھائی میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جو معمول سے ہٹ کر ہو......بس معمولی سا مسلمان ہوں......ایک روایت میں آتا ہے اتنی بات سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ چل دیئے جب وہ تھوڑا سا دور گئے تو انصاری صحابی نے پھر بلایا اور کہنے لگے: مجھے کوئی خاص عمل تو یاد نہیں، لیکن اتنی بات تو ضرور ہے:

لَا اَجِدُ عَلَى اَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي نَفْسِيْ غِشًّا وَلَا

حَسَدًا عَلٰى خَيْرٍ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ

''میرے دل میں مسلمانوں میں سے کسی کے متعلق کوئی دھوکہ اور حسد نہیں،
اس بھلائی پر جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کر رکھی ہے۔''

یعنی مجھے اللہ پاک نے جیسی حالت پہ رکھا ہے میں اس کے فیصلے پر بہت زیادہ راضی ہوں اور جو لوگ مقام و مرتبہ میں مجھ سے زیادہ ہیں میں ان سے ذرہ بھر حسد نہیں کرتا۔
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

هٰذِهِ الَّتِيْ بَلَغَتْ بِكَ وَهِيَ الَّتِيْ لَا نُطِيْقُ

(مسند احمد: 20/24 حدیث: 12697، مصنف عبدالرزاق: 20/559، مسند البزار: 1981 والحدیث صحیح)

''یہی وہ بات ہے کہ جس کو میں نے تجھ سے پالیا ہے اور اسی کی تو ہم طاقت
نہیں رکھتے۔''

یعنی یہی وہ تیرا کمال ہے کہ تیرا دل حسد کی تمام اقسام سے پاک ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے اور اسی وجہ سے تاجدارِ جنت نے تجھے جنت کی بشارت سنائی ہے۔

حسد کی آگ نیکیاں کھا جاتی ہے:

حسد اکثر گناہوں کی جڑ ہے، جب انسان حسد کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے پھر وہ ہر قسم کی نیکی سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی کی ہوئی نیکیاں حسد کی وجہ سے برباد کر دی جاتی ہیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ

(مسند احمد: 3/43 حدیث: 1430، السنن الکبریٰ: 1/232، جامع الترمذی، صفة القیامة: 2510، والحدیث صحیح)

''آہستہ آہستہ تمہاری طرف (سابقہ) امتوں کی بیماری بڑھی آ رہی ہے، حسد اور بغض اور یہ بیماری مونڈھ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈھنے والی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈھ دیتی ہے۔

یعنی جس طرح آدمی کے سر پر کوئی بال نہ ہو تو وہ گنجا ہو جاتا ہے اسی طرح حسد کی بیماری میں مبتلا شخص کا نامۂ اعمال نیکیوں سے صاف ہو جاتا ہے اور یہ بات سمجھ بھی آتی ہے، کہ حاسد شخص ہر وقت سازشوں میں مشغول رہتا ہے اور ہر پل برائی کی طرف آگے سے آگے بڑھتا رہتا ہے اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے نوبت یہاں تک آ جاتی ہے کہ کی ہوئی نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔

اسکی تائید ایک ضعیف روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (الرواية ضعيفة لفظا و صحيحة معنا)

''حسد سے بچو! کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔''

حاسد اللہ کی پکڑ میں:

حاسد شخص جہنم جانے سے پہلے اپنے آپ کو دنیا کی جہنم میں دھکیل دیتا ہے، ہمہ وقت کی بے چینی اور بے سکونی اس پر مسلط رہتی ہے اور کبھی کبھار دنیا میں ہی اس پر اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ کتب تاریخ میں ایک واقعہ منقول ہے جو ضمناً بیان کرنا چاہتا ہوں ایک شخص بادشاہ کے ہاں بہت زیادہ مقام رکھتا تھا، دوسرا حاسد شخص اس وجہ سے بہت زیادہ جلتا اور کڑھتا تھا کہ اس شخص کو یہ مقام کیوں حاصل ہے......؟ ایک روز حاسد نے یہ چال چلی کہ بادشاہ کو کہنے لگا: بادشاہ حضور......! یہ آپ کا قرب پانے والا شخص آپ کے

متعلق اچھا گمان نہیں رکھتا۔آپ نے محسوس کیا ہے کہ جب آپ بات کرتے ہیں تو وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتا ہے۔اصل میں وہ آپ کی لگائی ہوئی خوشبو سے نفرت کرتا ہے اور آپ کی بخور کو پسند نہیں کرتا۔بادشاہ یہ سن کر جلال میں آ گیا...... جب وہ شخص بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے اسے ایک رقعہ دیا اور کہا فلاں وزیر کے پاس چلا جا...... چنانچہ وہ رقعہ لے کر جا رہا تھا کہ راستے میں وہی حاسد شخص مل گیا، وہ کہنے لگا: بادشاہ کا مہر بند رقعہ لے کر کہاں جا رہے ہو......؟ اس درویش نے کہا: مجھے بادشاہ نے اپنے فلاں وزیر کے ہاں بھیجا ہے۔

حاسد نے سمجھا شاید کہ اس میں کوئی انعام و کرام کی بات ہو......اس نے اس سے وہ رقعہ لیا اور خود اس وزیر کے پاس چلا گیا......وزیر نے رقعہ پڑھنے کے بعد فوراً اس شخص کو قتل کروا دیا اور اسکی کھال تک اتار دی۔جب کئی دنوں کے بعد پھر وہ شخص بادشاہ کے قریب گیا اور حسبِ عادت اپنے منہ پر کپڑا رکھ لیا۔تو بادشاہ کہنے لگا: کیا تو میرا رقعہ لے کر وزیر کے پاس نہیں گیا تھا......؟ اس نے کہا: بادشاہ حضور! فلاں شخص راستے میں ملا اور اس نے رقعہ مجھ سے لینے کی خواہش ظاہر کی اور مجھ سے رقعہ لے کر چلا گیا،اس کے بعد ابھی تک مجھے نہیں ملا......بادشاہ کہنے لگا: تو بات کرتے ہوئے منہ پر کپڑا کیوں رکھتا ہے......؟ وہ کہنے لگا: بادشاہ سلامت! آپ پاکیزہ اور نفیس مزاج کے مالک ہیں، میری خوراک حد درجہ سادی ہے کبھی تو لہسن پیاز کھا کر گزارا کرتا ہوں، آپ کو بدبو سے بچانے کے لیے اپنے منہ پر کپڑا رکھ لیتا ہوں۔بادشاہ کو حقیقت سمجھ آ گئی......کہ یہ شخص مخلص ہے،دوسرے حاسد نے نفاق اور جھوٹ سے کام لیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

قرآن پاک کا بھی یہی اعلان ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (فاطر۔43)

''اور بری تدبیروں کا وبال تو بری تدبیر کرنے والوں پر ہی پڑتا ہے۔''

(احیاء علوم الدین لصوفی غزالی۔ج3ص 200،اس جیسی حکایات کو جو عقیدہ وایمان کے خلاف نہ ہوں بیان کرنا درست ہے،ان کو صحیح احادیث کی شروط اوران کے معیار پر پرکھنا حد درجہ تشدد ہے،ایسے واقعات ضمنی طور پر صرف اور صرف بطورِ عبرت بیان ہوتے ہیں)

حسد سے بچاؤ کا طریقہ:

پہلی بات یہ ہے کہ خود حسد نہیں کرنا چاہیے ، جب بھی ایسے جذبات ابھریں تو فوراً اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ حسد کی آگ سے محفوظ فرمائے ، اسی لیے رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ!

وَاهْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِیْ

(جامع ترمذی: 3551، سنن ابن ماجه: 3830)

''میرے دل کو سیدھا کر اور میرے دل کے حسد کو کھرچ دے۔''

دعا کے ساتھ ساتھ اس بات کی خواہش بھی رکھنی چاہیے کہ میں ہر وقت ''سلیم الصدر'' رہوں اور میرا سینہ معمولی حسد سے بھی پاک رہے۔

جب اللہ تعالیٰ حسد سے بچنے کی توفیق عطا کرے تو پھر حاسدوں سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مسنون اذکار کی پابندی کریں اور حاسدوں کی فضول باتوں اور تہمتوں کا برا نہ منائیں اگر وہ ناجائز تمہاری عزت کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں آپ کے دھوبی ہیں جو آپ کے گناہ دھوتے ہیں۔ زندگی میں کچھ گناہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر استغفار کی وجہ سے ہمیں معافی مل جاتی ہے اور کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر ہمیں استغفار کا موقع نہیں ملتا وہ ہمارے حاسد دھوبی دھو دیتے ہیں۔ اس لیے حاسدوں کی باتوں کا برا نہ منائیں، نیز حسد سے بچاؤ کے لیے ''آیۃ الکرسی'' کی پابندی فرمائیں، نماز فجر، نماز مغرب اور رات کو سوتے وقت تین تین مرتبہ اور نماز ظہر، نماز عصر اور نماز عشاء کے بعد ایک ایک مرتبہ پابندی کے ساتھ آخری قل پڑھیں۔ انشاءاللہ الرحمٰن آپ زندگی بھر ہر قسم کے حسد سے محفوظ رہیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین......

خطبہ نمبر
18
مظلوم کی آہ سے بچو!

مظلوم کی آہ...... سے بچو!

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ○ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ○

(ابراھیم: 43,42)

''اور ہرگز مت خیال کرو کہ اللہ اس سے بے خبر ہے جو ظالم لوگ کر رہے ہیں۔ وہ ان کو اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ وہ سر اٹھائے ہوئے بھاگ رہے ہوں گے۔ ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

سامعین کرام......!

آج ہر طرف ظلم کا بازار گرم ہے، اختیار، اقتدار اور عہدے کے نشے نے تقریباً ہر ایک کو ظالم درندہ بنا دیا ہے اور اپنے سے کم درجے کے لوگوں پر ظلم کرنا لوگوں کا روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ کئی لوگ بلا وجہ اللہ والوں پر ناجائز تہمتیں لگاتے ہیں اور کئی لوگ غریبوں کے حق کو دبانا اپنی بہادری سمجھتے ہیں۔ غرض کہ ہر بڑا اپنے چھوٹے کے حق کو ہڑپ کرنے کے درپے ہے اور وہ اس کو اپنی بہادری اور کامیابی سمجھتا ہے۔ جب کہ اسلام ہماری یہ تربیت کرتا ہے کہ ہم مسلمان بھائیوں کی عزتوں کا خیال رکھیں اور اپنے ماتحتوں کے حقوق کو صحیح صحیح ادا کریں۔ تاکہ دنیا میں برکت اور آخرت میں نجات کے وقت کسی قسم کی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اپنی زبان، ہاتھ یا طاقت کے بل بوتے پر کسی کو ناجائز تنگ کرنے والا یہ اچھی طرح جان لے کہ جس کو ناجائز ستایا جا رہا ہے اس مظلوم کی دائیں جانب اللہ تعالیٰ کی مدد کھڑی ہے اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری پوری سپورٹ حاصل ہے جو ظلم کرنے والے کو بالآخر بچھاڑ دے گی اور وہ دنیا میں ہی عبرت کا نشان بن جائے گا۔ انسانیت کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ظالم ایک وقت تک ہی دندناتے ہیں اور بہت جلد وہ اپنے برے انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔

آج کی میری باتیں ہمیشہ کے لیے یاد رکھنا اور مظلوموں کی آہ اور بددعا سے بچنا! اللہ کی طرف سے ملنے والی مہلت کو اپنی کامیابی نہ سمجھیں، عرش و فرش کا داتا ظالم لوگوں کو اچانک ان کے انجام تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ مظلوم لوگوں کے ساتھ عرش والے کی خصوصی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ اعلان خداوندی پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ ○ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ

رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ○

(ابراھیم: 43،42)

''اور ہرگز مت خیال کرو کہ اللہ اس سے بے خبر ہے جو ظالم لوگ کر رہے ہیں۔ وہ ان کو اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ وہ سر اٹھائے ہوئے بھاگ رہے ہوں گے۔ ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔''

مظلوم کون ہے......؟

اسلام ہم سب کی یہی تربیت کرتا ہے کہ ہم حق والے کو اس کا حق ادا کریں۔ کسی کے حق پر ناجائز قبضہ کرنا ظلم کہلاتا ہے، ناحق قبضہ کرنے والا ظالم اور جس کا حق چھینا گیا ہے وہ مظلوم ہے۔ مظلوم کئی طرح کے ہوتے ہیں:

1 ......جس شخص کی عزت کے خلاف ناجائز باتیں کی جائیں وہ شخص بھی مظلوم ہے۔ کیونکہ عزت ہر شخص کا قیمتی سرمایہ ہے اور ایک دوسرے کی عزت کرنا ہم پر لازم ہے، لیکن جو ظالم صرف اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کسی عالم یا شریف آدمی کی کردار کشی کرتا ہے اور اس کے متعلق غلط باتیں منسوب کرتے ہوئے اس پر تہمت لگاتا ہے ایسے شخص کو مظلوم کی آہ سے بچنا چاہیے۔ ورنہ وہ اپنے ظاہری اسباب کے باوجود ایک نہ ایک دن ضرور ذلیل ہو جائے گا۔

2 ......جس شخص کے مال کو ناجائز ہڑپ کیا گیا ہو، اس کی کوئی صورت بھی ہو سکتی ہے، چوری کی شکل میں، ڈکیتی کی شکل میں، جیب کاٹنے کی شکل میں، کام کے مطابق مزدوری نہ دینے کی صورت میں، ایسے مظلوم کیسے ہی غریب یا بے بس کیوں نہ ہوں اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے جو بالآخر ظالم کو اس کے برے انجام تک پہنچا دیتی ہے۔

3 ......جس کی دکان، زمین، پلاٹ یا مکان وغیرہ پر ناجائز قبضہ کیا گیا ہو

ایسا شخص بھی مظلوم ہے اور اللہ کی مدد اس کے قریب ہے۔ ظالم قبضہ کرنے والا کسی وقت بھی اس کی بددعا کی زد میں آ سکتا ہے۔

⑦ ...... جس پر ناجائز ہاتھ اٹھایا گیا ہو اور بلاوجہ دست درازی کی گئی ہو، جس شخص کا ناحق خون بہایا جائے یا ناجائز مارکٹائی کی جائے وہ شخص اسلام کی نظر میں مظلوم ہے اور اس کی بددعا کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اور ایسا شخص اپنے اوپر ہونے والا ظلم دوسروں کے آگے بیان بھی کر سکتا ہے۔

مظلوم کو خصوصی اجازت:

اسلام ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کریں، لیکن مظلوم کو خصوصی طور پر اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والا ظلم اور اپنا دُکھڑا دوسروں کے آگے بیان کر سکتا ہے۔ جیسا کہ چھٹے پارے کے شروع میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا۝ (نساء: 148)

''اللہ تعالیٰ برائی کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

مظلوم کو اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا برملا اظہار کرنے کی مکمل اجازت ہے اور یہ اجازت اس لیے بھی ہے کہ ظالم کے ہاتھ کو روکا جائے اور مظلوم کی حتی الوسع مدد کی جائے، بلکہ صحیح احادیث میں مظلوم کی مدد کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

مظلوم کی مدد کرنا فرض ہے:

اپنی طاقت کے مطابق مظلوم کا ساتھ دینا چاہیے، اس کے لیے دعا کریں اور اس کی دادرسی کے لیے وقت نکالیں اور جس قدر ممکن ہو ظالم کا ہاتھ پکڑیں۔ صحابی رسول رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے اور ہم راستے میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا راستوں میں بیٹھنا ضروری ہے تو تین کام لازمی کیا کرو۔

فَرُدُّوْا السَّلَامَ وَاَعِيْنُوا الْمَظْلُوْمَ وَاهْدُوْا السَّبِيْلَ

(مسند احمد: 18483 ، جامع ترمذی: 2627 ، المعجم الکبیر: 22/138 ح: 367 ، سلسلہ احادیث صحیحہ: 2501)

''سلام کا جواب دو اور مظلوم کی مدد کرو اور صحیح راہ کی راہنمائی کرو۔''

صحیح البخاری میں صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعٍ......وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ

(کتاب الجنائز: 1239)

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور ان میں سے ایک مظلوم کی مدد کرنا ہے۔''

اور صحیح بخاری کے ہی الفاظ ہیں، امام کائنات علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا......؟ قَالَ: تَاْخُذُ فَوقَ يَدِهِ (کتاب المظالم: 2445)

''مدد کر اپنے بھائی کی وہ ظالم ہو یا مظلوم! صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ ہمارا مظلوم ہو تو ہم اس کی مدد کریں گے لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں گے......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کو اس کے ہاتھ کے اوپر سے پکڑے۔''

سامعین کرام......!

ان تمام دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ طاقت کے مطابق مظلوم کی مدد کرنا اور

ظالم کے ہاتھ کو روکنا یہ ہم سب پر فرض ہے اور جب سے ہم نے یہ فرض چھوڑ دیا ہے یہ دنیا ظلم وستم کی منڈی بن چکی ہے۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے......؟ وہ جانے اور اس کا کام جانے...... ایسی بے حمیتی اور بے توجہی قطعاً اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ۔ جب مظلوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے تو آپ کی خیر خواہی، دعا اور ہر قربانی بھی مظلوم کے لیے ہی ہونی چاہیے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مظلوم کی بد دعا سے پناہ مانگنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحم دلی اور نرمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی واحد شخصیت ہیں کہ جس سے بڑے بڑے دشمنوں نے بھی خیر ہی پائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوموں کا سہارا بن کر آئے، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے ''اے اللہ! میں مظلوم کی بد دعا سے تیری پناہ میں آتا ہوں'' حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَابَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحُوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ (صحیح مسلم۔الحج: 3246)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کرتے تو سفر کی مشقتوں سے اور غمگین ہوکر لوٹنے سے اور بھلائی کے بعد برائی کی طرف لوٹنے سے اور مظلوم کی بد دعا سے اور مال وعیال میں برائی دیکھنے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔''

سامعین کرام! آپ اس دعا سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مظلوم کی بد دعا کس قدر خطرناک ہے اور اس کی بد دعا پر کتنی جلدی اللہ کی مدد اتر آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص پیارے کو خصوصی وصیت:

سلطان العلماء امام معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یمن کی

طرف روانہ فرمایا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ رضی اللہ عنہ سے کئی اہم باتیں کیں اور ان تمام باتوں کے آخر میں ایک خاص وصیت فرمائی کہ اے معاذ!

اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

(سنن ابی داود: 1586، جامع ترمذی: 625، ابن ماجه: 1783، نسائی: 2435)

''مظلوم کی بددعا سے بچ! کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔''

سامعین کرام......!

آپ بھی ہمیشہ جب سفر پر نکلیں اور بالخصوص جب سفر بھی مبارک ہو تو راستے میں کسی مظلوم پر زیادتی نہ کریں اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اگرچہ مظلوم غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مظلوم کی پکار کا جواب ضرور دیتے ہیں۔

مگر افسوس! کہ آج ظالم مزاج لوگوں نے اس خوف کو سرے سے اتار رکھا ہے اور وہ ظلم کرتے ہوئے سرے عام دندنا رہے ہیں، ہماری دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَهْلِكِ الظَّالِمِيْنَ بِالظَّالِمِيْنَ وَاحْفَظْ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ

امت کو مظلوم کی بددعا سے بچنے کا بار بار حکم کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری تعلیمات ظلم اور ظالموں کے خلاف ہیں، جہاں آپ ظلم کرنے والے شخص کے برے انجام کو بیان کرتے وہاں ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی صراحت کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ بات بھی بتلاتے کہ اے میرے پیارے ساتھیو! مظلوم کی بددعا سے بچو...... مظلوم اگرچہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے کفر کے باوجود اس کے مظلوم ہونے کی صورت میں اس کی ضرور مدد کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند احادیث توجہ سے سماعت فرمائیں:

(1)...... حضرت امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُّسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ

وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ

(جامع الترمذی۔البر والصلة: 1905)

''تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، مظلوم کی بددعا، مسافر کی دعا اور والد کا اپنے بچے کے لیے دعا کرنا۔''

2 ......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا تَصْعَدُ إِلَى السَّمَآءِ كَأَنَّهَا شِرَارٌ

(مستدرك حاكم: 1/29، سلسله احاديث صحيحه: 871)

''مظلوم کی پکار سے بچو! کیونکہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے گویا کہ وہ شعلہ ہے۔''

یعنی وہ آگ کے شعلے کی طرح بڑی تیزی سے اوپر کو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے۔

3 ......حضرت خزیمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى الْغَمَامِ يَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ وَعِزَّتِي وَجَلَالِيْ! لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ

(صحيح ابن حبان: 2409، سلسله احاديث صحيحه: 870، حسن)

''مظلوم کی پکار سے بچو! کیونکہ وہ بادلوں کے اوپر اٹھالی جاتی ہے اور اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں: مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! میں البتہ ضرور ضرور تیری مدد کروں گا اور اگرچہ تھوڑی دیر بعد کروں۔''

سامعین کرام......!

ان تمام احادیث سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکار ہوگئی ہے کہ مظلوم اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے، اس کی پکار کو اللہ تعالیٰ ضرور سنتے ہیں۔ البتہ دو باتوں میں سے ایک بات ہے یا تو اللہ تعالیٰ ظالم کی فوراً پکڑ کر لے جیسا کہ تاریخ ایسی بے شمار مثالوں کے ساتھ بھری پڑی ہے یا اللہ تعالیٰ ظالم کو تھوڑی سی مہلت دے اور کچھ دیر ٹھہر

کر اسے اس کے برے انجام تک پہنچا دے۔ یہ سچ ہی ہے کہ ظالم مظلوم سے معافی مانگے بغیر دنیا و آخرت میں نجات نہیں پا سکتا۔

آپ کسی مظلوم کو حقیر نہ سمجھیں، اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم سچے دل سے اس کے لیے دعا ضرور کریں اور اگر وہ چل کر آپ کے پاس آئے تو پوری محبت اور قدر دانی سے اس کی بات سنیں اور طاقت کے مطابق جس قدر ممکن ہو اس کے ساتھ تعاون کریں۔

مظلوم کی قدر اور اس کا احترام:

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حمص کے بازار میں گھوم رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ہی کا یہ اعلانِ عام ہے کہ جو مظلوم ہے وہ میرے پاس آئے اس کو اس کا حق دلوایا جائے گا۔ میں یمن کے علاقے سے آپ کے پاس آیا ہوں...... امیر المومنین یہ جملہ سن کر اپنی سواری سے اترے اور پوری یکسوئی سے پوچھنے لگے: تجھ پر کیا ظلم کیا گیا ہے......؟ وہ کہنے لگا: میری زرخیز زمین پر ایک شخص نے قبضہ جما لیا ہے اور مجھے اس سے بے دخل کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے وہاں کے حاکم کے نام اپنا رقعہ لکھا اور مدد کرنے کی سفارش کی جب وہ جانے لگا تو آپ نے فرمایا: میرے تک پہنچتے ہوئے تیرا کتنا خرچہ آیا؟ اور جب حساب لگایا گیا تو اس کا خرچہ وغیرہ پندرہ دینار تک پہنچا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ سفر ہونے والا خرچ بھی ادا کیا اور دعائیں دیتے ہوئے اس کو رخصت کیا۔

اب میں بڑے اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے تاریخ کے چند ایسے سچے واقعات پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ظالموں کی گردنوں کو مروڑا اور ان کو زمانے بھر کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔ میری درد دل سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی بھر مظلوم کی بددعا سے محفوظ رکھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ایک ظالم کو بددعا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں، آپ رضی اللہ عنہ تقریباً تمام غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا آپ کو عطا فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ کا شمار سپہ سالار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفے کا حاکم مقرر کیا، تو کوفہ والوں نے آپ کے بارے میں شکایت کی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد!

اِنَّ هٰٓؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ

''یہ لوگ تمہارے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ آپ اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے امیر المومنین! میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

ذَالِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ

''اے ابواسحاق! میرا تیرے بارے میں یہی گمان تھا'' ابواسحاق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی، چنانچہ مزید تحقیق کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ روانہ کیا، اس نے تقریباً تمام اہل کوفہ سے آپ کے بارے میں رائے لی اور تقریباً تمام نے آپ کے بارے میں خیر کے کلمات ہی کہے، البتہ ایک اسامہ نامی شخص تھا اس نے صحابی رسول رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناجائز جھوٹ بولتے ہوئے تین باتیں آپ کے خلاف کہیں:

فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يُقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ

''بلاشبہ سعد جنگ میں نہیں جاتا، نہ مال انصاف سے تقسیم کرتا ہے اور نہ فیصلے میں انصاف کرتا ہے۔''

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سنیں تو آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور ظاہر ہے جب کوئی ناجائز زبان درازی کرے تو انسان پریشان ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں اس جھوٹے ظالم کے لیے تین بددعائیں فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ (صحیح البخاری۔الاذان: 755)

"اے اللہ! اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے، ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر اور فقر کو لمبا کر دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم صحابی رسول کی تینوں بددعاؤں کو قبول فرمایا، وہ آدمی حد درجہ بڑھاپے کی عمر میں غربت کی موت مرا اور پورے علاقے میں اپنی بری حرکتوں کی وجہ سے ذلیل ہوا اور اللہ پاک نے اس زبان دراز ظالم کو قیامت تک کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔

مسلمانو.........! میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کسی کے متعلق زبان چلانے سے پہلے سو مرتبہ نہیں بلکہ ہزار مرتبہ سوچا کرو اور بالخصوص کسی عالم دین یا شریف شخص کو ناجائز بدنام کرنے سے پہلے اس طرح کے واقعات کو سامنے رکھ لیا کرو کہ اگر میں جھوٹ کے ذریعے اور جھوٹی سیاست کے ذریعے چار دن کے لیے چمک بھی گیا تو مظلوم کی بددعا اور برے انجام سے مجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی اور قرآن کی بھی یہی پکار ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ ○ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ○

(ابراهیم: 43،42)

"اور ہرگز مت خیال کرو کہ اللہ اس سے بے خبر ہے جو ظالم لوگ کر رہے ہیں۔ وہ ان کو اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں پتھرا

جائیں گی۔ وہ سر اٹھائے ہوئے بھاگ رہے ہوں گے۔ ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔"

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی ایک ظالم عورت کو بد دعا:

اہل بیت کے دشمن مروان بن حکم کا دور خلافت تھا۔ ایک اروہ نامی عورت نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی کہ انہوں نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں بلکہ آپ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کو علی الاعلان جنتی قرار دیا گیا ہے، چنانچہ شاتم اہل بیت مروان نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور پوچھا: کیا واقعتاً آپ نے اس کے حق کو غصب کیا ہے......؟ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے مروان! مجھ جیسا شخص کسی کی زمین کے ٹکڑے پر ناجائز قبضہ کیسے کر سکتا ہے؟ میں نے تو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ (صحيح البخاري-بدء الخلق: 3198)

"جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً چھینی اس کو قیامت کے روز سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔"

چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بری قرار دیا گیا لیکن آپ نے ظالم عورت کے لیے بددعا کی جو کہ اللہ تعالیٰ نے من وعن قبول فرمالی۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا واقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا

(صحيح البخاري-بدء الخلق: 1348 ، صحيح المسلم-المساقاة : 4133)

"اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کو اس کی زمین میں ہلاک کر دے۔"

چشم فلک نے دیکھا کہ زبان دراز اور تہمت لگانے والی عورت آخر عمر میں اندھی ہوگئی اور ایک دن اپنی زمین میں چکر کاٹ رہی تھی کہ اچانک ایک گڑھے میں گر کر ہلاک ہوگئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ تہمت لگانے والی زبان دراز عورت کو دنیا کی کوئی طاقت برے انجام سے نہیں بچا سکتی۔ آج کل اکثر عورتیں ذرا سے اختلاف پر بڑی بڑی تہمتیں لگانا اپنی کامیابی سمجھتی ہیں۔ جب کہ یہ سراسر تباہی و بربادی اور ذلت کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ہماری زبان کے شر اور ظلم سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

ظالم کے نتھنوں میں سانپ کا داخل ہونا:

عبیداللہ بن زیاد حد درجہ سفاک اور ظالم تھا۔ اسی بدبخت نے شہزادہ جنت سردار اہل حدیث سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر دستِ ظلم اٹھایا تھا، یہ ظالم درندہ سینکڑوں صالحین کی بددعائیں لینے والا بالآخر کس طرح عبرت کا مقام بنا۔ حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا جِيْئَى بِرَأْسِ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّاَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحْبَةِ، فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: قَدْ جَآءَ تْ قَدْجَآءَ تْ فَاِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَآءَ تْ تَخَلَّلَ الرُّءُوْسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرَىْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوْا قَدْ جَآءَ تْ قَدْ جَآءَ تْ فَفَعَلَتْ ذَالِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَاثًا۔

(جامع الترمذی۔المناقب: 3780)

”جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مسجد میں لا کر پھینکے گئے جو کہ رحبۃ نامی مقام پر تھی، میں وہاں گیا تو لوگ اچانک کہنے لگے: تحقیق آ گیا، آ گیا، اچانک وہ ایک سانپ تھا کہ وہ لوگوں میں سے ہو کر آیا اور عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں تھوڑی دیر گھسا رہا، پھر نکلا اور غائب ہو گیا،

پھر لوگوں نے کہا: تحقیق آ گیا، تحقیق آ گیا، چنانچہ تین بار یا دو بار ایسا ہی ہوا۔''

سامعین کرام......!

خانوادہ نبوت کو خون کی ندیوں میں نہلا دینے والے ظالم کا انجام اس قدر بدتر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کو قیامت تک کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔ مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد سے ایک خوبصورت کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے ''ہمیں حسین سے محبت کیوں؟'' اس میں مصنفِ کتاب اس حدیث کے تحت اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''گویا وہ سانپ زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ نواسۂ رسول ﷺ کے قاتلو! تمہارے چہروں پر لعنت بھیجتا ہوں، تمہاری سزا یہی ہے کہ تم مرنے کے بعد بھی لوگوں کے لیے تماشہ عبرت بن جاؤ، تمہارا نام بھی لوگ نفرت وحقارت سے لیں گے اور حسین رضی اللہ عنہ سے غیر مسلم بھی یوں محبت کا اظہار کریں گے۔'' (صفحہ:91)

ایک ظالم درندے کا انجام:

جس طرح مظلوم کی آہ سے بچنا ضروری ہے اسی طرح ظالموں کی پشت پناہی کرنا اور خانوادہ نبوت کے شاہینوں اور شہبازوں کو شہید کرنے والے ظالم لوگوں کے دفاع میں اپنی تحقیق کا پورا زور لگا دینا یقیناً یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے۔ آج کل ناصبی حضرات نے تاریخ کے متفق علیہ ظالموں کی پشت پناہی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ جب کہ یہ سراسر ہلاکت اور بربادی کا رستہ ہے۔ مسلکِ اہل حدیث کا ناصبی فکر سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں، تاریخِ اسلام کی معتبر اور مستند روایات کے مطابق حجاج بن یوسف حد درجہ ظالم اور خونخوار درندہ تھا، مؤرخِ اسلام امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَ ظَلُوْمًا جَبَّارًا نَاصِبِيًّا خَبِيْثًا سَفَّاكًا لِلدِّمَاءِ

''وہ بہت بڑا ظالم، جابر اہل بیت کا دشمن، خبیث اور خونخوار درندہ تھا۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مؤرخین اسلام اور شارحینِ حدیث نے اس کو ''الظالم المبیر'' کہا ہے۔ مزید اس گستاخِ صحابہ کا مکروہ کردار پڑھنے کے لیے ''صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ، باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرھا'' کا مطالعہ فرمائیں اور ائمہ اسلام کی کتب تاریخ سامنے رکھیں، آپ حیران ہوں گے کہ ہزاروں اولیاء الرحمٰن سے بددعائیں لینے والا یہ ظالم و جابر حجاج بن یوسف کس قدر شقی القلب تھا۔ اس کی ہلاکت پر اللہ والوں نے شکر کے سجدے دیئے اور کئی اللہ والوں کی نگاہوں میں شکر اور خوشی کی وجہ سے آنسو آ گئے۔ بعض لوگ حجاج کے متعلق کہتے ہیں کہ قرآن مجید پر اسی نے اعراب لگائے ہیں اور یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ یاد رکھو! اس طرح کی سب باتیں جھوٹی ہیں، اس ظالم کے ہاتھ صرف صلحاء کے خون سے رنگین نظر آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ''جی! اس نے بہت علاقے فتح کیے ہیں''...... اللہ کے بندو! اس بات کو سوچو! کہ صحابہ کو شہید کر کے، صالحین کا خون کر کے اور اللہ کے پیاروں کو ساری زندگی کے لیے جیلوں میں دھکیل کر، علاقے فتح کرنا کہاں کی بہادری اور نیکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ اسلام اس ظالم سے بغض رکھتے ہیں۔

بہر صورت بے شمار صحابہ و تابعین کے قتل کے بعد سب سے آخر میں اس ظالم و جابر نے حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو حد درجہ بے دردی سے شہید کیا اور آپ نے بددعا دیتے ہوئے کہا: ''اے میرے اللہ! میرے بعد یہ ظالم کوئی اور ناحق خون نہ بہا سکے'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مفسرِ قرآن، امام اہل حدیث، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صلحاء کی بددعاؤں اور آہوں کو قبول کیا اور یہ ظالم ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے پندرہ دن بعد ہی بلک بلک کر حد درجہ عبرت کی موت مرا اور اس کو دفنا کر اس کی قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا تا کہ لوگ اس کی قبر کو پہچان کر آگ نہ لگا دیں۔

مسلمانو اور حکمرانو، یاد رکھو......!

تمہارا اختیار اور اقتدار عارضی ہے، کہیں اختیار اور اقتدار کے نشے میں ظلم نہ کر بیٹھنا، اپنے سے کمزوروں کو ناجائز تنگ نہ کرنا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے فوراً مظلوم کی شنوائی کر لی تو تمہارا ذکر قیامت تک لعنتی لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا اور اس سے بڑھ کر ذلت کا مقام اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

قرض دبانے والا ظالم اللہ کی پکڑ میں:

ماضی قریب کا واقعہ ہے کہ ایک شخص ضرورت مندوں کو قرض دیا کرتا تھا اور رضائے الٰہی کے لیے لمبی مہلت بھی دے دیتا تھا اور کبھی کبھی اپنے خاص لوگ اس کو یہ بات کہتے کہ تم ہر ایک کو قرض دے دیتے ہو، یہ مناسب نہیں ہے......وہ اللہ کا نیک بندہ جواب میں کہنے لگا:

اَلْمَالُ مَالُ اللّٰه وَقَدْ كُنْتُ فَقِيْرًا فَاَغْنَانِیَ اللّٰه

''مال تو اللہ ہی کا مال ہے، میں فقیر تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کر دیا ہے''

واقعہ مختصر ایک شخص نے اس سے قرض لیا اور ابھی ادائیگی کا وقت نہیں آیا تھا کہ قرض دینے والا اللہ کا نیک ولی فوت ہو گیا، رجسٹر میں تحریر کے مطابق جب اس شخص سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے قرض ادا کرنے سے انکار کر دیا، جھوٹ بولا اور زبان درازی کی وجہ سے بھری عدالت میں بھی جھوٹ بولنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن عدالت سے نکل کر اس نیک بیوہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اس ظالم کے لیے بددعا کی، چنانچہ وہ ظالم دنیا کے جج سے بری ہو کر عرش والے جج کی پکڑ میں آ گیا، مظلوم عورت نے یہ کلمات اپنی زبان سے ظالم کے حق میں ادا کیے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرَّ وَاَخْفٰى وَاِنَّكَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فِیْ قَسَمِهٖ وَيَمِيْنِهٖ فَاجْعَلْهُ عِبْرَةً لِّلنَّاسِ

”اے اللہ......! تو ہی پوشیدہ اور خفیہ باتوں کو جاننے والا ہے اور تو ہی علام الغیوب ہے۔ اے اللہ......! اگر یہ اپنی قسم اور یمین میں جھوٹا ہے تو اس کو لوگوں کے لیے عبرت بنادے...... اے طاقت والے......! اور اے جبار......!“

ابھی یہ کلمات مظلوم بیوہ کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ وہ ظالم عدالت کے باہر زمین پر گرا اور اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد قرض دار کی بیوی اپنے اکلوتے بیٹے کو ساتھ لے کر مظلوم بیوہ کے گھر آئی اور آکر قرض ادا کر دیا اور خاوند کی معافی کا بھی مطالبہ کیا اور کہا میں اس کو بار بار سمجھاتی تھی کہ ظلم پر اصرار نہ کرو اور حق والوں کا حق ادا کرو، لیکن وہ اپنے زور کے نشے میں دھت رہا اور اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ چنانچہ مظلوم عورت نے اپنا حق وصول کیا اور اس کو معاف کر دیا۔

سامعین حضرات......!

ایسے واقعات صرف سننے کی حد تک ہی نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یہ واقعات سنانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ اگر ہم ظلم کرنے سے باز نہ آئے تو مظلوموں کی آہیں ہمیں زمانے بھر کے لیے عبرت کا نشان بھی بنا سکتی ہیں۔

ظالم سُسر کا انجام:

ماضی قریب میں کراچی کا واقعہ ہے، کہ ایک سسر جب بھی اپنی بہو کو بلاتا تو بڑے کرخت اور ظالمانہ لہجے کے ساتھ مخاطب کرتا اور اس کے کام کرنے کے باوجود اسے گالم گلوچ اور طعنہ زنی کرنے سے باز نہ آتا...... اللہ معاف فرمائے، آج کل یہی ظلم ہر دوسرے گھر میں ہو رہا ہے کہ آنے والی دلہن کو گھر کا ہر فرد یہی سمجھتا ہے کہ ہمارے کام کرنے کے لیے ایک نوکرانی آچکی ہے، جب کہ یہ سراسر ظلم ہے۔

بہر صورت جب بھی سسر نے سختی اور طعنہ زنی کا مظاہرہ کرنا تو بہو نے صرف یہی

بات کہی کہ ''اچھا کوئی نئیں تہانوں اللہ پچھے'' چنانچہ جب یہ اپنے انجام کے قریب پہنچا تو مرنے سے قبل نیم پاگل ہو چکا تھا اور اپنے آپ کو مارتے ہوئے خود ہی اپنے کپڑے پھاڑ دیا کرتا تھا، بالآخر مقام عبرت بن کر اس دنیا سے چلا گیا۔

گھروں میں ظلم کرنے والو......! اور کسی کی بیٹی کو ناجائز ستانے والو......! یاد رکھو تم کو اللہ کی پکڑ سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اگر بلی پر ظلم کرنے والی عورت جہنم میں جا سکتی ہے تو بہو پر ظلم ڈھانے والی عورت جنت کی مہمان کیسے بنے گی......؟ آج فیصلہ کرتے ہوئے کسی نتیجے پر پہنچو، اگر تمہاری بہو کے والدین تمہارے ظلم والے ہاتھ کو نہیں پکڑ سکتے تو عرش والے کی لاٹھی بڑی بے آواز ہے۔ قرآن مجید میں اعلان عام ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝

(ابراھیم: 43,42)

''اور ہرگز مت خیال کرو کہ اللہ اس سے بے خبر ہے جو ظالم لوگ کر رہے ہیں۔ وہ ان کو اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ وہ سر اٹھائے ہوئے بھاگ رہے ہوں گے۔ ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔''

مرنے سے قبل مظلوم سے معافی مانگو!

رب العالمین کی عدالت میں ظلم کی سزا بھگتنا بہت مشکل ہے، عقلمندی اسی کا نام ہے کہ دنیا میں ہی مظلوم سے معافی مانگ کر اپنا معاملہ صاف کر لیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی تعلیمات ہماری یہی رہنمائی کرتی ہیں۔ امام الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ

(صحيح البخاري، المظالم، حديث: 2449)

''جس آدمی پر بھی اپنے بھائی کا اس کی عزت یا کسی اور چیز کے متعلق کوئی حق ہوتو وہ اس کا ضرور آج ہی ازالہ کرلے، قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں کسی کے پاس درہم ودینار نہیں ہوں گے، اگر اس کے پاس نیک عمل ہوں گے تو وہ اس کے ظلم کے برابر لے لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔''

مظلوم عورت کے بارعب جملے کا اثر:

کبھی کبھار ایک جملہ انسان کو سوچنے سمجھنے اور حق والا فیصلہ کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مظلوموں کے ایک بول نے ساری زندگی ظالموں کو بے قرار ہی رکھا ہے، بہرحال ایک دفعہ سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک علاقے میں شکار کھیل رہا تھا کہ اس کے سپاہیوں نے ظلم کیا، بیوہ عورت کی گائے کو ذبح کیا اور اس کے کباب بنا کر اڑا لیے۔ اللہ معاف فرمائے ......! پولیس والوں کی یہ پرانی عادت ہے کہ وہ لوگوں کے مالوں کو ناحق غصب کرتے اور کھاتے ہیں اور آج بھی اس محکمہ میں حرام اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہے۔ (یاد رہے! ان میں بڑے بڑے خوددار اور نیک افسر بھی ہوتے ہیں)

وہ بچاری بیوہ عورت اسی گائے کا دودھ فروخت کرکے اپنے یتیم بچوں کا پیٹ پالتی تھی اور یہی گائے اس کا ذریعہ معاش تھا۔ یہ ماجرہ دیکھ کر بیوہ سخت پریشان ہوئی اور پریشانی کے عالم میں ایک خیال بھی آیا کہ کسی طرح کوشش کرکے بادشاہ کو شکایت کرتی

ہوں، شاید اللہ اس کے دل میں کوئی رحم وکرم ڈال دے اور مجھے میرا حق مل جائے۔ چنانچہ بیوہ عورت نہر کے پل پر جہاں سے سلطان ملک شاہ کا گزر تھا وہاں کھڑی ہوگئی اور بادشاہ کے قریب پہنچنے پر بلند آواز سے کہنے لگی: اے بادشاہ سلامت......! رب العالمین نے آپ کو اتنی بڑی بادشاہت غریبوں کو ظالموں سے بچانے کے لیے دی ہے، اے بادشاہ......! انصاف اسی پل پر دینا ہے...... یا پل صراط پر......؟ فوراً غور کر کے مجھے بتاؤ...... بیوہ کا یہ کہنا ہی تھا کہ سلطان ملک شاہ پر سکتہ طاری ہوگیا، وہ کہنے لگا: اے اماں......! پل صراط کی طاقت نہیں میں اسی جگہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں جو کہنا چاہتی ہو کہہ لو...... بیوہ نے اپنے ساتھ ہونے والی داستان ظلم بیان کی، تو سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ایک کے بدلے ستر گائیں دینے کا اعلان کیا اور بوڑھی ماں سے دعائیں لیتا ہوا رخصت ہوگیا۔

(نظام الملک۔ صفحہ: 686، ناقابل فراموش واقعات: 210)

اے کاش......! آج ہمارے حکمران بھی اس جیسے واقعات سے سبق حاصل کریں اور ظلم وستم سے باز آجائیں، ان کے ظلم وستم سے باز نہ آنے کی وجہ سے بالآخر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یا تو...... یہ راتوں رات ملک چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں یا یہ جلاوطن کیے جاتے ہیں یا جیلوں کی سلاخیں ان کا مقدر ہوتی ہیں یا پھر اپنے محافظوں کے ہاتھوں ہی بری طرح قتل کیے جاتے ہیں اور ہمیشہ کی لعنت کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔

ظالم عبادت گزار کا انجام:

اللہ کی بارگاہ میں صرف وہی عبادت گزار کامیاب ہوگا جس نے اپنی عبادت کو ظلم کی آمیزش سے بچالیا ہوگا۔ ظلم وستم کرنے والا عبادت گزار رحمت سے محروم کردیا جائے گا اور باوجود نمازوں اور زکاتوں کے جہنم رسید ہوگا۔ اللہ معاف فرمائے......! بلا مبالغہ ہر تیسرا عبادت گزار ظالم ہے، اپنے ماتحت ملازموں اور گھر والوں پر ظلم کی زبان چلانا، ظلم کا ہاتھ چلانا اور مبنی بر ظلم فیصلے کرنا اس کا معمول ہے۔ آنے والی حدیث کو خدارا! پوری توجہ سے سنیں،

سمجھیں اور اس پر اپنی عملی زندگی کو پرکھتے ہوئے اپنے کردار کا جائزہ لیں۔

امام المحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ، اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ (صحيح مسلم۔ كتاب البر: 2581)

”کیا تم جانتے ہو کہ کنگال کون ہے......؟ صحابہ نے کہا: ہم میں کنگال وہ ہے جس کے پاس درہم ہوں نہ ہی کوئی سامان......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میری امت میں سے (حقیقی) کنگال وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا اور وہ اس حال میں آئے گا کہ کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ چنانچہ (مظلوموں) کو اس عبادت گزار کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پس اگر حقوق کی ادائیگی سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان مظلوموں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“

جمعہ پڑھنے والے بھائیو اور میری بہنو......! صرف جمعہ پڑھنا ہی نجات کے لیے کافی نہیں......صرف نماز زکوۃ اور روزوں ہی سے جنت نہیں ملے گی، بلکہ نجات اور جنت

اس خوش نصیب کے لیے ہے جو اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ ظلم سے باز رہتا ہے۔اس حدیث میں پانچ ظلم ایسے ہیں کہ جن کی موجودگی میں عبادات کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔آپ اپنے دامن کو ایسی پانچوں چیزوں سے بچائیں اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

❶ ......گالی دینا:

غور کریں! غصے میں آ کر یا بطور مزاح گالیاں نکالنا آپ کی عادت تو نہیں......؟

❷ ...... بہتان لگانا:

بہتان کی کوئی صورت بھی ہو سکتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص جھوٹا نہیں ہے تو اس کو جھوٹا کہنا یہ بھی بہتان ہے اور ہمارے ہاں تو ذرا سی ناراضگی ہونے پر بہتان تراشی اور تہمت بازی کا سیلاب آ جاتا ہے اور یہی چیزیں عبادت کو ناکارہ کر دیتی ہیں۔

❸ ......مال کھانا:

ہر وہ مال جو ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو وہ اس میں شامل ہے۔دھوکہ، فراڈ یا غلط بیانی کرتے ہوئے کسی سے مال بٹورنا جہنم کی آگ سے پیٹ بھرنے کے برابر ہے۔

❹ ......خون بہانا:

کسی ہتھیار کے ساتھ حملہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہانا کبیرہ گناہ ہے اور یہ گناہ موجب جہنم ہے۔لیکن صد افسوس! کہ ہمارے معاشرے میں بدخلقی اور آوارگی کا یہ عالم ہے کہ بچہ بالغ بعد میں ہوتا ہے لیکن چھوٹے چھوٹے اختلاف پر خنجر، چھری یا پستول وغیرہ سے فائر کرنے کو اپنی بہادری کا معیار سمجھتا ہے۔

❺ ......مارنا:

ظلم کرتے ہوئے کسی پر ہاتھ اٹھانا یا کسی دوسری چیز کے ساتھ کسی کی پٹائی کرنا، سراسر ظلم ہے اور ایسا ظالم اس وقت مکمل بے بس ہوگا جب بارگاہ الٰہی میں اس سے نیکیاں لے لی جائیں گی اور مظلوم کے گناہوں کو اس کے کھاتے میں ڈال دیا جائے گا۔

ظالم سے مظلوم بہتر ہے:

ظلم سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرتے ہوئے مرجانا زندگی کی بہت بڑی شکست ہے، ایسا انسان ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سخت عذابوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر مظلوم صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے خیر کا طالب رہے تو دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کو پورا حق دیا جائے گا اور وہ اللہ کی رحمتوں کا حقدار بنے گا۔ ظلم کرتے نہ مرد! ہاں، اگر ظلم کیا جائے تو صبر کرلو اس میں زیادہ بہتری ہے۔ مظلومی کی حالت میں سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کثرت سے پڑھتے رہا کریں: رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔

میں انہی کلمات پر اکتفا کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظلم کرنے سے محفوظ فرمائے اور ہمیں مظلوموں کی آہوں سے بچائے...... اور ہر آن مظلوم کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے......! آمین

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

خطبہ نمبر
19
فوت شدہ پیاروں کے حقوق

فوت شدہ پیاروں کے حقوق

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ○ (سورۃ طور:21)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے ہی عملوں کے عوض گروی ہے۔''

حمد وثنا کے تمام مبارک کلمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہیں جو اس کائنات کا خالق، مالک اور قابض ہے۔ درود وسلام امام الانبیاء، امام المرسلین، امام الاولین، امام الاخرین، امام القبلتین، امام الحرمین، امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، رحمت وبخشش کی دعا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہلِ بیت، تابعین عظام، اولیائے کرام اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

ذی وقار سامعین حضرات! میں آج اس عظیم الشان خطبہ جمعۃ المبارک میں ایک اہم اور منفرد موضوع آپ کے پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں اور میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ آپ کتاب وسنت کی گزارشات کو نہایت توجہ اور دلجمعی سے سماعت فرمائیں گے۔ آغاز خطبہ میں میری قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انسان جب اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اس کے ہر طرف پیار کرنے والوں کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ جب یہی بچہ جوان ہوتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کے پیارے، اس کے والدین، اس کے بہن بھائی، عزیز رشتہ دار اور دوست جدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں سے پیار پا کر وہ جوان ہوتا ہے جب وہی لوگ اس سے جدا ہوتے ہیں تو وہ دلی طور پر غمگین ہونا شروع ہو جاتا ہے اور یہ معاملہ ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ ایک نہ ایک دن اپنے پیاروں کو مٹی کے سپرد کرنا پڑتا ہے۔

آپ غور فرمائیں......! کائنات کے سب سے بڑے سردار میرے اور آپ کے پیر و مرشد حضرت محمد ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کا پیارا باپ ولادت سے قبل ہی جدائی دے چکا تھا پھر آہستہ آہستہ پیار کرنے والی والدہ محترمہ اور دادا جان اور چچا جان اور آپ ﷺ کی غمخوار آپ ﷺ کی پہلی بیوی حتی کہ آپ ﷺ کے معصوم پیارے بچے بھی بالآخر آپ ﷺ سے جدا ہو گئے۔ سینکڑوں پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا۔ لیکن آپ ﷺ کی سیرت اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے فوت ہونے والے پیاروں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ اکثر انکا ذکر خیر کرتے، ان کے پیار اور احسان کی باتیں کرتے اور جی بھر کر ان کے لیے دعائیں کرتے۔ فوت ہونے کے بعد انکے تمام حق وحقوق ادا فرماتے۔

آج دنیا کی محبت نے ہم کو اس قدر سخت دل اور بے رحم بنا دیا ہے کہ ہم نے اپنی محسن شخصیات اور پیاروں کو اس طرح بھلا دیا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرنا تو در کنار ہماری زبان پر سالہا سال تک ان کا ذکر خیر تک نہیں آتا۔ لوگو! آج میں آپ کے سامنے یہی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج اپنے پیاروں کو یاد رکھو، کل کو تمہارے پیارے تمہیں یاد رکھیں گے، آج اپنے پیاروں کے حقوق خوش دلی سے ادا کرو کل کو تمہارے پیارے تمہارے لیے دعاؤں کے انبار لگا دیں گے۔ بالآخر تم کو جنت میں اپنے پیاروں کا ساتھ نصیب ہوگا۔ اسی بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ (سورۃ طور:21)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے ہی عملوں کے عوض گروی ہے۔''

یعنی والدین نیک تھے تو بعد میں اولاد نے بھی اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی ان کے تمام حقوق بعد میں ادا کیے لیکن کم اعمال کی وجہ سے اگرچہ وہ والدین کے بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکے مگر اللہ تعالیٰ کمال مہربانی فرماتے ہوئے ایسی اولاد کو ان کے والدین اور پیاروں کا ساتھ عطا فرما دیں گے۔ ہم شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پیارے فوت ہو چکے ہیں اب ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں جیسے مرضی گناہ کرتے رہیں، جیسے مرضی حرام کھاتے رہیں ہمارے پیارے فوت شدگان کو ہماری کیا خبر ہے؟ جب کہ یہ سوچ بھی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب کوئی مومن فوت ہوتا ہے تو عالم برزخ میں اس کی نیک

لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے اور عالم برزخ میں نیک لوگ فوت ہوکر آنے والے مومن سے طرح طرح کے اہم سوال کرتے ہیں اگرچہ اس کی کیفیت صرف اللہ ہی جانتے ہیں لیکن ہمارا قرآن وحدیث پر مکمل ایمان ہے اور اسی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

إِنَّ أَعْمَالَكُمْ تَرِدُ عَلٰى أَقَارِبِكُمْ وَعَشَائِرِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ كَانَ خَيْرًا فَرِحُوْا وَاسْتَبْشَرُوْا وَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ هٰذَا فَضْلُكَ وَرَحْمَتُكَ فَأَتْمِمْ نِعْمَتَكَ عَلَيْهِ وَأَمِتْهُ عَلَيْهَا وَيُعْرَضُ عَلَيْهِمْ عَمَلُ الْمُسِيْئِ قَالُوْا اَلْهِمْهُ عَمَلًا صَالِحًا تَرْضٰى بِهٖ وَتُقَرِّبُهٗ إِلَيْكَ

(کتاب الزھد امام عبداللہ بن مبارک 443/149، المعجم الکبیر۔امام طبرانی: 3889/154/4، شرح الصدور۔امام سیوطی، سلسلہ احادیث صحیحہ: 2758۔امام البانی)

”بلاشبہ تمہارے اعمال تمہارے قریبی اور خاندان والوں پر پیش کیے جاتے ہیں اگر اعمال اچھے ہوں تو وہ راضی اور خوش ہوتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! یہ تیرا فضل اور تیری رحمت ہے ہمارے اس نیکی کرنے والے پیارے پر اپنی نعمت کو مکمل فرما اور اسی پر اس کو موت دے۔ اور اسی طرح آخرت والوں پر برائی کرنے والے کا عمل بھی پیش کیا جاتا ہے وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو ایسے نیک عمل کی توفیق عطا فرما جو تیری خوشنودی اور قرب کا باعث ہو۔“

اس لیے اپنے پیاروں کی وفات کے بعد یا اپنے والدین کے چلے جانے کے بعد اپنے کردار اور اعمال کا خصوصی خیال رکھا کریں اور ہر قسم کی نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تاکہ فوت ہونے والے پیاروں کی خوشی میں اور اضافہ ہو۔ اور ہمیشہ ان کی وفات کے بعد ان کے دیگر حقوق بھی ادا کریں۔ قرآن وحدیث سے چند حقوق بیان کرنا چاہتا ہوں

پہلا حق:

قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ کسی پیارے کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے قرض کو ادا کر دیا جائے۔ والدین، رشتہ دار یا جو بھی قریبی تعلق والا فوت ہو تو اس کے قرضے کو ادا کرنا حد درجہ ضروری ہے وگرنہ یہ قرض اللہ کی رحمت و بخشش کے درمیان رکاوٹ رہتا ہے۔

یاد رہے! فوت ہونے والا پیارا اگر اللہ کا مقروض ہے تو اللہ کا قرض ادا کیا جائے یعنی اسکے ذمہ حج فرض تھا لیکن وہ کسی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے حج نہیں کر سکا تو اس کی طرف سے حج کرنا چاہیے۔ جس طرح کہ صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

> اَنَّ امْرَاَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا، اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ اقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ

(صحيح البخاری۔کتاب العمرة، باب الحج عن الميت: 1852)

> ''جھینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو چکی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس کی طرف سے ضرور حج کر۔ کیا خیال ہے تیرا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو تو اس کو ادا نہ کرتی! اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔''

اور اسی طرح اگر فوت ہونے والے پیارے کے ذمہ فرضی روزے تھے تو وہ بھی

رکھنے چاہئیں صحیح حدیث میں آپ ﷺ کے واضح الفاظ ہیں: صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ ''توفوت ہونے والے کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے''

(سنن ابی داود، الصوم، حدیث: 2302، السنن الدارقطنی، حدیث: 80، باب القبلة للصائم، صحیح ابن خزیمة: 2052،271/3)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر فوت ہونے والے پیاروں کے ذمہ اگر اللہ کا قرض ہے تو وہ ادا کرنا چاہیے۔ پیار صرف دعوی کرنے کا نام نہیں یا پیار صرف زیادہ رونے کا نام نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے خوب واویلا کرلیا ہے، لہٰذا فوت ہونے والے پیارے کے پیار کا حق ادا ہو چکا ہے یہ سراسر جہالت ہے۔ حقیقی پیار یہ ہے کہ پیارے کے فوت ہونے کے بعد اس کے حقوق ادا کیے جائیں تو پہلے حق کی دوسری شق یہ ہے کہ اگر فوت ہونے والا بندوں کا مقروض ہے تو اول فرصت میں اس کا وہ قرض ادا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ نساء میں جہاں وراثت کے مسائل کو بیان فرمایا وہاں دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ وراثت کی تقسیم قرض کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِى بِهَا اَوْ دَيْنٍ (سورہ نساء: 11)
''یہ تقسیم میت کا قرضہ اور اس کی وصیت ادا کرنے کے بعد ہوگی۔''

اور مزید فرمایا:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ (سورہ نساء: 12)
''اور یہ تقسیم تمہاری وصیت اور تمہارے قرضے کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔''

افسوس ہے ایسی اولاد پر! کہ جو اپنے والدین اور افسوس ہے ایسے ورثاء پر! جو اپنے پیاروں کی وفات کے فوراً بعد مال ہڑپ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو جاتے ہیں ابھی فوت ہونے والے پیارے کا کفن بھی میلا نہیں ہوتا کہ گھروں میں لڑائی جھگڑے اور اپنے اپنے مفادات کی جنگ لڑی جاتی ہے۔ جبکہ سچے پیاروں نے ہمیشہ اپنے پیاروں کے ان حقوق کی ادائیگی کی سرتوڑ کوشش کی اور اپنے پیارے کو قرض سے بری کرنے کے لیے

حد درجہ محنت کی۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ صحیح البخاری میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوگئے جب وہ شہید ہوئے تو ان کے ذمہ بہت زیادہ قرضہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اعتراضات اور موشگافیوں کی بجائے اپنے والد کا قرض ادا کرنے کے لیے حد درجہ محنت کی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا:

قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِیْ قَدِ اسْتُشْهِدَ یَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ دَیْنًا کَثِیْرًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ۔

(صحیح بخاری-کتاب المغازی: 4053)

''آپ کے علم میں ہے کہ میرے والد بہت زیادہ قرض چھوڑ کر جنگ احد میں شہید ہو چکے ہیں اور آپ میرے ہاں تشریف لائیں تاکہ قرض لینے والے آپ کو دیکھ کر میرے ساتھ نرمی والا معاملہ فرمائیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! تو چلا جا اور جا کر ہر قسم کی کھجور کا الگ الگ ڈھیر بنا دے۔ میں نے ایسے ہی کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کو بلایا۔ جب قرض لینے والوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ اس وقت مجھ پر اور زیادہ بھڑک اٹھے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے دشمن یہودی لوگ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ سخت رویہ دیکھا تو آپ ﷺ بڑے ڈھیر کے چاروں طرف تین مرتبہ گھومے ثُمَّ جَلَسَ عَلَیْهِ ''پھر آپ ﷺ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے'' اور فرمایا: جنھوں نے تیرے باپ سے قرض واپس لینا ہے ان کو بلاؤ، چنانچہ میں نے بلایا تو رسول اللہ ﷺ ہر ایک کو ناپ ناپ کر دیتے رہے حتی کہ میرے والد کی طرف سے ان کا سارا قرض اور امانت ادا کر دی اور جس ڈھیر پر آپ ﷺ بیٹھے تھے اس میں بھی ذرہ بھر کمی نہ آئی اور باقی ڈھیر بھی پورے کے پورے بچ گئے۔ جب کہ میرا خیال یہ تھا کہ میرے لیے چاہے ایک کھجور نہ بچے لیکن میرے باپ کا قرض ادا ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں عظیم معجزے کا ظہور فرمایا کہ تمام قرض لینے والوں نے اپنا

حق بھی وصول کیا اور میرے باغ میں ایک کھجور کی کمی نہ آئی۔

سامعین کرام......!

یہی بات میں یہاں سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ اپنے پیاروں کے حقوق کی ادائیگی میں مخلص ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے آسانیاں نازل فرما دیتے ہیں اور خیر و برکت ان کے قدم چوم لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ بظاہر نظر آنے والی تنگیوں کو فراخیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں اور جو پیاروں کے فوت ہونے کے بعد دنیا کے حریص بن جائیں، ایسے لوگ ہمیشہ نحوست اور بے برکتی والی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمارا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ ڈجکوٹ روڈ پر ایک شخص لاکھوں کی وراثت چھوڑ کر فوت ہوا اور جب قرضہ لینے والوں نے مرنے والے کے بیٹوں سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگے: ہم اپنے باپ کا قرض ادا نہیں کر سکتے۔ اگر تمہیں زیادہ ضرورت ہے تو جاؤ فلاں قبرستان میں ہمارے باپ کی قبر ہے اس سے جا کر لے لو۔ قرض ہم نے نہیں اس نے لیا تھا۔ استغفر اللہ

دنیا نے پھر وہ دن بھی دیکھے کہ باپ کے حق کو غصب کرنے والے گستاخ بچے اس قدر ذلیل ہوئے کہ سارے کاروبار کی برکت اٹھ گئی، آپس میں جھگڑ پڑے اور زندگی جہنم کا نقشہ پیش کرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم کو اپنے پیاروں کے تمام حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن کے وعدہ کے مطابق جنت میں ان کا ساتھ بھی نصیب کرے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ (سورة طور:21)

دوسرا حق:

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جہاں وراثت کی تقسیم کا مسئلہ بیان فرمایا

وہاں فوت ہونے والے کے ایک اور حق کا ذکر فرمایا کہ آپ کا فوت ہونے والا پیارا دین کے دائرہ میں رہ کر جو جائز، حلال اور مبارک وصیت کرے اسکی وفات کے بعد اس کو بھی پورا کرنا چاہیے۔فوت ہونے والے پیارے کا یہ حق ہے کہ اسکی وصیت کا خیال رکھا جائے اور بہتر سے بہتر انداز میں اس کی وصیت کو پورا کیا جائے۔اور جو وصیت شریعت کے مطابق ہو اس کو پورا کرنے میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔اولاد کا حق ہے کہ دنیاوی تجربات کے حوالے سے باپ جو وصیت کرے یا نیکی کی ترویج یا تشہیر کے حوالہ سے پیارا جو وصیت کرے اس کا حتی الامکان لحاظ رکھا جائے۔اگر وہ اپنے مال میں سے کچھ مال کو صدقہ کرنے کی وصیت کر گیا ہے تو اس کو بھی پورا کیا جائے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ (سورہ نساء: 12)

''اور یہ تقسیم تمہاری وصیت اور تمہارے قرضے کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔''

ہمارے ہاں اکثر لوگ وصیت کرنے میں بھی غفلت کا شکار رہتے ہیں اور ضروری تنبیہات وارشادات کیے بغیر دنیا سے چلے جاتے ہیں جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○

''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کچھ مال و دولت چھوڑے جا رہا ہے تو مناسب طور پر اپنے والدین اور رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر جائے ایسی وصیت کرنا پرہیزگاروں کے ذمہ حق ہے۔''

اس آیت میں مرنے والے پیارے پر انصاف کے ساتھ والدین اور پیاروں کے لیے وصیت کرنا فرض قرار دیا ہے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وراثت والی آیتوں میں والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حصے خود مقرر فرما دیے تو یہ آیت منسوخ ہوگئی اور وصیت صرف ایک تہائی ترکہ یا اس سے بھی کم حصہ میں رہ گئی۔ جو یا تو غیر وارثوں کے حق میں کی

جاسکتی ہے یا دوسرے رفاہ عامہ اور نیک کاموں کے متعلق کی جاسکتی ہے۔ مگر آج کا مسلمان اس سے بھی غافل ہے حالانکہ اگر ایک تہائی مال تک کی خاص وصیت کی جائے تو معاشرے کے کئی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصِي فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ (صحیح بخاری۔الوصایا: 2738)

"کسی مسلمان کے لیے جس کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی مال ہو جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی وصیت کو لکھے بغیر گزارے۔"

معلوم ہوا جہاں وصیت کرنی چاہیے وہاں وصیت کو پورا بھی کرنا چاہیے۔ البتہ شریعت کی حدوں سے بڑھنا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دینے کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آدھے مال کی وصیت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! پھر وہ فرمانے لگے اللہ کے رسول میں تیسرے حصے کی وصیت کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَالثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ

(صحیح بخاری۔الوصایا: 2742)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تیسرے حصے کی وصیت کر دو اور یہ بھی بہت زیادہ ہے اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مال دار چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ تم زیادہ کی وصیت کر جاؤ اور وہ تمہارے بعد

لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔"

سامعین حضرات......!

دوران خطبہ مسائل پر بھی غور کیا کریں ایک لاکھ میں سے کم وبیش 33 ہزار تک کی وصیت کرنا آپ کا حق ہے۔ پھر آپ کے بعد آپ کی اولاد اور آپ کے پیاروں کا اس وصیت کو نافذ کرنا یہ ان کا حق ہے۔ نہ آپ وصیت کے حق میں غفلت کریں اور نہ ہی بعد والے وصیت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی قسم کی تنگی محسوس کریں۔

اس کے علاوہ دین اسلام پر ثابت قدمی اور توحید وسنت پر مر مٹنے کی وصیت کرنا یہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا شیوہ رہا ہے۔ جیسا کہ رب کا قرآن کہتا ہے:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰــهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

"اور اس کی وصیت کی ابراہیم نے اپنی اولاد کو اور اسی کی وصیت کی یعقوب نے اپنی اولاد کو۔ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کو چن لیا ہے پس اسلام کے سوا کسی اور حالت پر تم کو موت نہ آئے۔ کیا تم موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم اسی خدا کی عبادت کریں گے جس کی عبادت آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق کرتے آئے ہیں، وہی ایک معبود ہے اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں۔" (بقرہ: 132-134)

معلوم ہوا نیک اولاد اپنے فوت ہونے والے پیاروں کی وصیتوں کو اپنے لیے

سرمایۂ حیات سمجھتے ہیں اور ان کو زندگی کی ہر کامیابی وصیتوں کی تکمیل میں نظر آتی ہے۔

بیٹے نے وصیت پر عمل کی انتہا کردی:

قدردان اور احسان مند لوگ پیاروں کی وصیتوں کو ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اگرچہ انکو اپنی خوشیوں کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ آپ ہر جنگ میں شریک ہوئے 94 سال کی عمر پائی، بلکہ مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے یہ سب سے آخری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرنے کا حق ادا کردیا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد جنگ احد میں جانے لگے تو کہتے ہیں: اے بیٹا! شاید میں پلٹ کر واپس نہ آؤں لیکن میری 9 بیٹیاں ہیں یعنی تیری 9 بہنیں ہیں۔ ان شہزادیوں کا میرے بعد خیال رکھنا، میرے بعد کبھی ان کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ کاش! آج ابو زندہ ہوتے۔ ہر ضرورت کا لحاظ رکھنا، چنانچہ اس نیک بیٹے نے جہاں فوت ہونے والے باپ کا قرض ادا کیا وہاں اپنی 9 بہنوں کی دیکھ بھال میں بھی انتہا کردی۔ حتیٰ کہ جب شادی کا موقع آیا تو ایک عمر رسیدہ عورت کے ساتھ شادی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تو نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی؟ کہنے لگے: اللہ کے رسول! کہ میری 9 بہنیں ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی ناتجربہ کار جوان لڑکی سے شادی کرلوں جو میری بہنوں کے لیے آزمائش بن جائے۔ میں نے عمر رسیدہ عورت سے اس لیے شادی کی ہے کہ وہ میری پیاری بہنوں سے پیار کرے اور انکی ضروریات کا خیال رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: اَصَبْتَ ''اے جابر! تو نے بہت اچھا کیا'' بہت اعلیٰ کام کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر داد دی۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی: 4052)

آج میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ لوگو! پیاروں کی وفات کے بعد انکی محبتوں کو فراموش نہ کردیا کرو بلکہ ان کے حقوق ادا کرو اور خوشی خوشی ان کا قرض ادا کرتے

ہوئے ان کی وصیتوں کو پورا کرو۔ انشاء اللہ وہ وقت آئے گا کہ تم بھی جنت میں ان لوگوں کے ساتھ جاملو گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ○ (سورۃ طور:21)

تیسرا حق:

ایسا شخص کامیاب ہے جو اپنے فوت شدہ پیاروں کے حقوق خوش دلی سے ادا کرتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں فوت ہونے والے پیاروں کا تیسرا اہم حق یہ ہے کہ انکے دنیا سے چلے جانے کے بعد، ان کی وفات اور موت کے بعد اور ان کو منوں مٹی تلے دفنا دینے کے بعد ان کے نیک مشن کو چراغ کی طرح روشن رکھا جائے۔ نیک پیاروں کے دنیا سے چلے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ زمانے کے بدکار اور بدمعاش بن جائیں اور وہ حرام کام کہ جو تمہارے والدین اور تمہارے بڑوں نے کبھی سوچے بھی نہیں تھے تم شب وروز ان کاموں میں اپنی زندگی برباد کرنی شروع کردو۔ نیک ورثاء کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے اور تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جن کو اپنے فوت ہونے والوں سے سچا پیار تھا انہوں نے ان کی وفات کے بعد اپنی ساری زندگی راہ حق میں قربان کردی۔ کیونکہ وہ یہ بات سمجھتے تھے کہ ہم اپنے والدین اور پیاروں کے لیے بہترین صدقہ جاریہ ہیں۔ ہمارے نیک اعمال سے ان کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔

مگر افسوس......! آج یہ حق بیان کرتے ہوئے میری آنکھوں میں درد بھرے آنسو ہیں کہ بڑے بڑے جوانوں نے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کو گالیاں دلوائیں ان کی عزت کو پامال کروایا اپنی مستی اور موج میلے میں ان کی حرمت کو پامال کیا اور آج وہ انکے لیے ذلت کا نشان بن کر جی رہے ہیں۔ یاد رہے! ایسے احسان فراموش لوگ جو اپنے

پیاروں کی نیکیوں کے قدردان نہیں ہوتے وہ کبھی خیر سے نہیں جیا کرتے۔ انکے لیے آج بھی ذلت ہے اور کل بھی بلکہ ان کے لیے ہمیشہ کی ذلت ہے۔ میں درد دل سے دعا کرتا ہوں، آمین کہہ دیں، اے اللہ! ہمیں اس تیسرے حق کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حالت اسلام میں جو بچہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں پیدا ہوا وہ جوان ہوکر باپ سے بڑھ کر دین کا داعی نکلا۔ آپ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی سیرت دیکھیں! آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی سیرت پڑھ کر دیکھیں! آپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی سیرت دیکھیں آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیٹے علم وعمل میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ اکثر تابعین، تبع تابعین اور محدثین وفقہاء، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کی نسل سے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے نیک مشن کو زندہ رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے بڑوں اور پیاروں کی وفات کے بعد ان کے مشن کو زندہ رکھنے میں مثال پیش کر دی۔

آپ ذرا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونے والے موتیوں پر ہی غور فرمالیں! ہر بعد میں آنے والا موتی آپ کو پہلے موتی سے زیادہ چمک دار نظر آئے گا۔ سرداران جنت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے اس قدر عالم وفاضل اور عابد وزاہد تھے کہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آگے ان کے بیٹے محمد رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں اس قدر بلند رتبے پر فائز تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ باقر العلوم یعنی ماہر العلوم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آگے حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ خاموشی اور سچائی میں اتنا آگے تھے کہ لوگوں نے آپ کو ''صادق'' کا لقب دیا۔ ان کے بعد حضرت موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر حلم وبرداشت اور غصے کو پی جانے والے تھے کہ آپ کو'' کاظم'' کہا جاتا تھا۔ اسی طرح آخر تک آپ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آل فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آل علی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کریں، کوئی نقی کے لقب سے مشہور ہوا اور کسی کو تقی کے لقب سے یاد کیا گیا یعنی پاک باز اور پرہیزگار لوگ۔ غرض کہ ہر ایک نے اپنے خاندانِ ذی مقام کی نیک نامی کو چار چاند لگا دیے۔

آج ہمارا بھی یہی فرض ہے کہ ہم اپنے پیاروں اور بڑوں کی وفات کے بعد انکے لیے نیک نامی کا باعث بنیں، ذلت کا نشان نہ بنیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ ہمیں یہ تیسرا حق ادا کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیشہ نیکی پر استقامت بخشتے ہوئے ہمیں اپنے پیاروں کا ساتھ نصیب فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ (سورۃ طور:21)

چوتھا حق:

جب کوئی پیارا جدا ہو جائے تو اس کا چوتھا حق یہ ہے کہ اس کی قبر پر جا کر درد دل سے دعا کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے اس کا باقاعدہ ثبوت ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پیاروں کی قبروں پر جاتے اور جی بھر کر ان کے لیے بخشش کی دعا کرتے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ:

زَارَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْرَ اُمِّهِ فَبَكٰى وَاَبْكٰى مَنْ حَوْلَهُ
(صحیح مسلم، حدیث: 976)

”رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر گئے تو آپ ﷺ رو پڑے اور قریب کھڑے صحابہ کرام کو بھی رُلا دیا۔“

آپ ﷺ نے باقاعدہ اپنی والدہ کی قبر پر جانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت دے دی۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے ہی الفاظ ہیں:

وَاسْتَاْذَنْتُهُ فِيْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِيْ

”کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دے دی۔“

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے پیاروں کی قبروں پر جاتے وقت ایک اہم دعا بھی سکھلائی ہے جس کے کلمات یہ ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔ (صحیح مسلم: 2256، کتاب الجنائز)

”مومنوں اور مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم کرے اور یقیناً اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔“

اور یاد رہے جامع ترمذی کی جس دعا میں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ

کے الفاظ ہیں وہ روایت ضعیف ہے۔ لہٰذا اہل بدعت کو مردوں کے سننے پر اس سے دلیل نہیں لینی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ ساری زندگی یہ حق ادا کرتے رہے آپ بار بار مدینہ منورہ میں بقیع کے قبرستان میں جاتے اور فوت ہونے والے پیاروں کے لیے رو رو کر اللہ سے دعا کرتے۔ بلکہ صحیح مسلم کے مطابق رسول اللہ ﷺ رات کے وقت بقیع کے قبرستان میں جایا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کُلَّمَا کَانَ لَیْلَتُھَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ اِلَی الْبَقِیْعِ (حدیث: 2255)

”جب رسول اللہ ﷺ کی باری میرے پاس ہوتی تو آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں مقبرۃ البقیع میں جایا کرتے تھے۔“

یہاں یہ بات بھی میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ" مقبرة البقيع يا مقبرة بقيع الغرقد" کہنا چاہیے۔لوگوں نے اپنی طرف سے"جنت البقیع" کہنا شروع کر دیا ہے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی اپنے صحابہ سے محبت تھی اوران کے اس حق کی ادائیگی تھی کہ آپ ﷺ بار بار قبرستان میں دعا کے لیے جاتے۔صحیح البخاری کے مطابق رسول اللہ ﷺ تقریباً آٹھ سال بعد احد کے شہداء کی قبروں پر گئے اور آپ ﷺ نے وہاں جا کر جی بھر کر ان کے لیے دعائیں کیں۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ (صحیح البخاری، الجنائز، الصلاۃ علی الشہید: 1344)

"بیشک نبی ﷺ ایک دن نکلے اور آپ ﷺ نے اہل احد کے لیے اسی طرح دعائیں فرمائیں جس طرح آپ ﷺ میت کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔"

آج ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ پیاروں کی قبروں پر جا کر ان کے لیے اللہ کے سامنے رویا جائے۔کہ اے مولا و داتا! اگر میں انکی خدمت کرنے سے محروم رہا ہوں تو تو ان پر اپنی رحمت و مغفرت کو نازل فرما اور ان کے درجات کو بلند کر دے۔آمین!

امام اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک حبشی نامی جگہ پر فوت ہو گئے تو آپ کو مکہ میں دفنا دیا گیا۔جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ تشریف لائیں تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر بھی گئیں اور جی بھر کر اپنے بھائی کے لیے بخشش کی دعا کی اور اپنے غم کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے قبر پر یہ اشعار بھی پڑھے:

وَكُنَّا كَنَدْ مَانَيْ جذيمةَ حقبَةً
مِنَ الدَّهرِ حتى قِيلَ لنْ يتصدَّعا
فلما تفرَّقْنا كَأَنِّي ومَا لكاً
لطولِ اجتماعٍ لم نَبِتْ ليلةً معا

''ہم لمبی مدت تک جزیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح تھے حتی کہ کہا گیا یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے لیکن جب ہم دونوں جدا ہو گئے، یعنی میں اور مالک تو طویل زمانہ تک اکٹھا رہنے کے باوجود یوں لگتا ہے کہ ہم نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری۔''

یعنی اے میرے بھائی! جب ہم اکٹھے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کبھی جدا ہی نہیں ہوں گے۔ کھانا اکٹھا، پینا اکٹھا، کھیلنا اکٹھا اور سونا اکٹھا۔ لیکن جب جدائی ہوئی اور تو فوت ہو گیا تو لمبی جدائی کی وجہ سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ ہم ایک رات بھی اکٹھے نہیں سوئے۔ یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ عورت بھی کبھی کبھار قبرستان جا سکتی ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا کہ عورت بالکل قبرستان نہیں جا سکتی یہ انکی بات صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث ہے جس کو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے:

اَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ فَقُلْتُ لَهَا: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَيْنَ اَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: مِنْ قَبْرِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ ، فَقُلْتُ لَهَا: اَلَيْسَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ثُمَّ اَمَرَ بِزِيَارَتِهَا ۔

(مستدرك حاكم: 1/376 ، احكام الجنائز۔امام البانی)

'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک روز قبرستان سے آئیں تو عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے تشریف لائیں؟ آپ نے کہا: اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے۔ عبداللہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں! لیکن بعد میں اجازت دے دی تھی (اور اس اجازت میں عورتیں بھی شامل ہیں)۔''

سامعین حضرات! اسی طرح ابھی آپ نے جو قبرستان جاتے وقت کی دعا صحیح مسلم سے سنی ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر ہی بتائی تھی۔ جب انہوں نے پوچھا تھا: اے اللہ کے رسول! قبروں کی زیارت کے وقت میں کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ جو ابھی میں نے بیان کی ہے۔ بلکہ مسند احمد اور مجمع الزوائد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک حد درجہ شرم وحیا والا انداز بھی نقل کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا خود ہی بیان کرتی ہیں:

كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَآءً مِنْ عُمَرَ

(مسند احمد: 6/202، مجمع الزوائد: 9/37)

”میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون تھے اور میں اپنا کپڑا اتار کر رکھ لیتی اور میں کہتی: یہاں میرے خاوند اور والد ہی تو ہیں، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکے ساتھ دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم! میں جب بھی وہاں گئی تو میں نے اپنا کپڑا باندھا ہوتا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل صرف شرم وحیاء کی وجہ سے تھا ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دیکھنے کی وجہ سے وہ پردہ کیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ بعض اہل بدعت نے اس کا یہ غلط مطلب لیا ہے۔

میں آخر پر اس چوتھے حق کو ختم کرنے سے قبل ایک بیٹی کے جذبات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو جذبات اور جو دعائیں اس نے اپنے والدین کی قبر پر جا کر کیں۔

امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے قبرستان میں ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک بیٹی دو قبروں کے درمیان کھڑی ہے اور آنسوؤں کی آمیزش کے ساتھ وہ آہستہ آہستہ آواز میں یہ کلمات کہہ رہی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ کَائِنٌ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنَّكَ کَائِنٌ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنَّكَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَاِنَّكَ یَارَبِّ! قَدْ خَلَقْتَ اَبَوَیَّ مِنْ قَبْلِیْ ثُمَّ خَلَقْتَنِیْ بَعْدَھُمَا مِنْھُمَا وَاِنَّكَ اَنَسْتَنِی بِھِمَا مَا شِئْتَ ثُمَّ اَوْحَشْتَنِیْ مِنْھُمَا اِذَا شِئْتَ ۔ اَللّٰھُمَّ فَکُنْ لَھُمَا رَاحِمًا وَکُنْ لِّیْ بَعْدَھُمَا حَافِظًا

(بلاغات النساء ابن طیفور: 1/25، الامالی الشجریة، یحیی الشجری: 1/262)

”اے اللہ! تو ہی سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب کے بعد ہے تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے میرے رب! تو ہی نے میرے ماں باپ کو مجھ سے پہلے پیدا کیا، اس کے بعد ان دونوں سے مجھے پیدا کیا تو نے ان کے ساتھ مجھے سکون اور پیار دیا جب تک تو نے چاہا پھر جب چاہا تو نے ان کو مجھ سے جدا کر دیا۔ اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما اور ان کے بعد میری حفاظت فرما۔“

سامعین کرام......!

آج میں یہی مسئلہ آپ کے پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں کہ پیاروں کی قبروں پر جایا کرو اور کبھی کبھی معصوم کلیوں کو بھی ساتھ لے کر جایا کرو۔ اللہ ان کے معصوم ہاتھوں کو کبھی خالی نہیں لوٹاتا۔

صد افسوس ہے ایسے لوگوں پر کہ جنھوں نے اپنے پیاروں کی قبروں کے نشانات تک بھلا دیے اور وہ کبھی بھی دعا کا تحفہ لے کر ان کی قبر پر نہیں گئے۔ اللہ ہم سب کو یہ چوتھا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا حشر ہمارے نیک پیاروں کے ساتھ کرے...

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ کُلُّ امْرِئٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ○

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے ہی عملوں کے عوض گروی ہے۔''

(سورة طور:21)

پانچواں حق:

اپنے پیاروں کی وفات کے بعد اکثر ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ بالخصوص نماز کے بعد یا حج وعمرہ کے موقع پر ان کا نام لے لے کر ان کی بخشش کے لیے دعائیں کرنا یہ نیک ورثاء کا حق ہے۔ مجھے عرش والے کبریا کی کبریائی کی قسم ہے! اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ پیاروں کی وفات کے بعد جب ہم ان کے لیے دعا کرتے ہیں تو اس دعا کی وجہ سے ان کو کتنی عزت اور درجات کی بلندی عطا کی جاتی ہے تو لوگ ہر وقت اپنے فوت ہونے والے پیاروں کے لیے دعا کرتے رہیں۔ جس طرح قبر پر جا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے اسی طرح عام احوال میں بھی فوت ہونے والے پیاروں کو دعاؤں میں یاد رکھنا رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں قرآن کا بھی حکم ہے:

وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

''اور کہہ: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انہوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔''

اور احادیث کی کثیر کتب میں یہ صحیح حدیث موجود ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اولاد جب اپنے فوت ہونے والے پیارے ماں باپ کے لیے دعا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے درجات کو بلند کرتے ہیں۔ سیدنا امام الفقہاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آمنہ کے لال، پیکر حسن و جمال، ساری کائنات کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَنَّى لِي هٰذَا ؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۔

(سنن ابن ماجه ـ ابواب الادب : 3660، سلسله احاديث صحيحه: 1598)

"بلاشبہ فوت ہونے والے آدمی کا درجہ جنت میں بلند کر دیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے: یہ میرا درجہ بلند کیوں کیا گیا ہے؟ تو جواب میں کہا جاتا ہے تیرے بچے نے تیرے لیے معافی طلب کی ہے۔" سبحان اللہ

سامعین غور فرمائیں......!

اس پانچویں حق کی ادائیگی میں فوت ہونیوالے والدین اور پیاروں کے لیے کس قدر عزت وعظمت ہے۔ اگر آپ واقعتاً اپنے فوت ہونے والوں سے محبت کا دم بھرتے ہیں تو کثرت سے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے اپنے سچے محبّ ہونے کا ثبوت دیں۔ جہاں ان کا قرض ادا کریں، وصیت پوری کریں، ان کے مشن کو زندہ رکھیں اور ان کی قبر پر جائیں وہاں ہر پل اور ہر نیک موقع پر ان کو اپنی پیاری دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اس پانچویں حق کی اہمیت کو رسول اللہ ﷺ نے کئی احادیث میں بیان فرمایا۔ ایک حدیث حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ ﷺ کے پاس بنو سلمہ قبیلے کا ایک آدمی آیا اور اس نے آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے ماں باپ کی وفات کے بعد بھی میرے ذمہ کوئی نیکی ہے؟ اگر میں وہ نیکی کروں تو اللہ میرے ماں باپ کو اس کا فائدہ پہنچائے گا۔ تو آپ ﷺ نے پانچ باتیں ارشاد فرمائیں:

الصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالاسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا

"ان دونوں کے لیے دعا کرنا اور ان دونوں کے لیے معافی مانگنا اور ان

دونوں کے عہد کو ان کے بعد پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور ان دونوں کے دوستوں کی عزت کرنا۔"

(مسند احمد: 3/498، سنن ابن ماجه، ابواب الادب: 3664، سنن ابی داود: 5142، الادب، مستدرك حاكم: 4/155، امام حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور حدیث درجہ قبول تک پہنچی ہے۔ وان ضعفه الامام الالبانی)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دعا اور استغفار کا الگ الگ ذکر فرمایا۔ بلندی درجات کی دعا کے ساتھ ساتھ ان کے گناہوں کی بخشش کا بھی سوال کرنا چاہیے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ آپ اپنے فوت ہونے والے پیاروں کے لیے بڑی کثرت سے دعائیں کیا کرتے تھے، حتی کہ تہجد کے وقت بھی ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے۔ ایک موقع پر آپ رحمہ اللہ نے اس بات کا ذکر بذاتِ خود فرمایا:

سِتَّةٌ اَدْعُوْ لَهُمْ بِسَحْرٍ اَحَدُهُمُ الشَّافِعِیُّ

(الطيوريات: 2/268)

"چھ لوگوں کے لیے میں سحری کے وقت دعا کرتا ہوں اور ان میں سے ایک حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔"

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ فوت ہونیوالے پیاروں کے لیے سب سے قیمتی تحفہ یہی ہے کہ ان کے لیے سچے دل سے دعا کر دی جائے۔ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ان کی بھی بخشش فرمائیں گے اور جنت میں ہم کو ان کا ساتھ بھی نصیب فرمائیں گے۔ کیونکہ مولائے رحیم وکریم کا قرآن میں یہی ہمارے ساتھ وعدہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ كُلُّ امْرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ۝ (سورة طور:21)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے ہی عملوں کے عوض گروی ہے۔''

چھٹا اور آخری حق:

جیسا کہ آپ نے ابھی حدیث سنی ہے کہ آپ ﷺ نے پانچ باتیں ارشاد فرمائیں ان میں پانچویں اور آخری بات یہی ہے کہ فوت ہونے والے پیاروں کے پیاروں سے بھی پیار کیا جائے، ان کا قلبی احترام کیا جائے، ان کی غمی و خوشی اور ضروریات کا حتی الوسع خیال رکھا جائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور فوت ہونے والے کو بھی اس سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ اور کائنات کے سب سے بڑے پیر و مرشد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ساری زندگی اس حق کا بھی خیال رکھا اور ہمیشہ اپنے پیاروں کے پیاروں کا بھی احترام کیا اور ہمیشہ اپنے فوت ہونے والے پیاروں کے دوستوں، قریبیوں اور ملنے والوں سے حسن سلوک کیا۔ ہمیشہ تعلق داری کی لاج رکھی۔ اس سلسلہ میں صحیح البخاری میں ایک واضح روایت ہے۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ رشک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا ہے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے بعد یاد کیا کرتے۔ انکے لیے دعا کیا کرتے، ان کے احسانات کا تذکرہ کیا کرتے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا تو پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام جھوم جاتے اور فرماتے: ''خدیجہ تو خدیجہ ہی تھی'' کوئی خدیجہ تو نہیں بن سکتی۔

اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيْجَةُ ۔ فَيَقُوْلُ: إِنَّهَا كَانَتْ وَ كَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ ۔

"نبی ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے کاٹ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔ جب کبھی میں آپ ﷺ سے کہتی کہ گویا دنیا میں کوئی عورت خدیجہ کے سوا تھی ہی نہیں تو آپ ﷺ فرماتے: وہ ایسی ہی تھیں اور میری اس سے اولاد بھی ہے۔" (صحیح البخاری۔ مناقب الانصار: 3818)

اس حدیث سے معلوم ہوا آپ ﷺ اپنی پیاری بیوی کی سہیلیوں کو بھی صدقات وخیرات اور عطیات میں یاد رکھا کرتے۔ یہی شریعت کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہم اپنے پیاروں کی وفات کے بعد ان کے پیاروں کا احترام اور حیاء کریں۔ رسول اللہ ﷺ بطورِ خانہ پُری کے صرف ایک دو بوٹیاں نہیں بھیجا کرتے تھے بلکہ اتنا گوشت بھیجتے جو ان کے لیے کافی ہو جاتا۔ جیسا کہ بخاری شریف میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فَيُهْدِىْ فِىْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَايَسَعُهُنَّ

آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھنے والی خواتین کو اتنی مقدار سے گوشت بھیجا کرتے تھے جو ان کے لیے کافی ہو جاتا۔

سامعین کرام......!

اگر آج تمہارے دروازے پر اور تمہاری دہلیز پر کوئی ایسا پیارا آ جائے جو تمہارے فوت ہونے والے قریبی سے محبت رکھتا تھا، اس کا دوست تھا تو آپ کا حق بنتا ہے کہ اس کے احترام میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کریں اگر آپ ایسے لوگوں کو اپنے لیے بوجھ سمجھتے ہیں تو یہ آپ کے کم ظرف اور کمینہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ جن لوگوں نے اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا انہوں نے یہ حق ادا کرنے میں کمال کر دی اور جب اپنے باپ یا اپنے کسی پیارے کے پیارے کو اپنی دہلیز پر دیکھا بلکہ دورانِ سفر قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا تو اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

آیئے! میں آپ کو صحیح مسلم میں لے کر جانا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کرتے ہیں:

اَنَّہٗ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ کَانَ لَہٗ حِمَارٌ یَتَرَوَّحُ عَلَیْہِ اِذَا مَلَّ رُکُوْبَ الرَّاحِلَۃِ وَعِمَامَۃٌ یَشُدُّ بِھَا رَاْسَہٗ فَبَیْنَا ھُوَ یَوْمًا عَلٰی ذَالِکَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِہٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ: اَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ ؟ قَالَ: بَلٰی! فَاَعْطَاہُ الْحِمَارَ وَقَالَ: ارْکَبْ ھٰذَا وَالْعِمَامَۃَ۔ قَالَ: اشْدُدْ بِھَا رَاْسَکَ۔ فَقَالَ: لَہٗ بَعْضُ اَصْحَابِہٖ: غَفَرَاللّٰہُ لَکَ ، اَعْطَیْتَ ھٰذَا الْاَعْرَابِیَّ حِمَارًا کُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَیْہِ وَعِمَامَۃً کُنْتَ تَشُدُّ بِھَا رَاْسَکَ؟ فَقَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَۃَ الرَّجُلِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُوَلِّیَ۔ وَاِنَّ اَبَاہُ کَانَ صَدِیْقًا لِعُمَرَ۔ (صحیح مسلم:کتاب البر والصلۃ: 2552)

’’جب وہ مکہ کو جاتے تو اپنے ساتھ آسانی کے لیے ایک گدھا رکھتے جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر سوار ہوتے اور سر پر باندھنے کے لیے ایک عمامہ رکھتے۔ ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے تو اچانک قریب سے ایک دیہاتی گزرا۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تو فلاں کا بیٹا اور فلاں کا پوتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت عبداللہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا: اس پر سوار ہو اور ساتھ اس کو پگڑی بھی دے دی اور کہا اس کو سر پر باندھ لو۔ بعض ساتھیوں نے کہا: اے عبداللہ! اللہ آپ کو معاف کرے، آپ نے اس کو گدھا بھی دے دیا اور پگڑی بھی دے دی۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ فرماتے تھے’’ یہ

بہت بڑی نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے باپ کے مرجانے کے بعد اچھا سلوک کرے" اور اس شخص کا باپ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔"

حضرات گرامی قدر! خود غور فرمائیں جب باپ کے دوست کا اس قدر احترام اور حیا ہے تو پھر باپ کے بھائیوں کا کیا ادب احترام ہونا چاہیے......؟ پھر باپ کے رشتہ داروں سے کیا سلوک ہونا چاہیے......؟ صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ساتھیوں نے کہا: اے عبداللہ! یہ دیہاتی لوگ ہیں تھوڑے دیئے پر بھی راضی ہوجاتے ہیں۔ آپ نے اپنی قیمتی پگڑی اور اپنے آرام کے لیے جو گدھا رکھا تھا وہ بھی دے دیا۔ آپ نے فرمایا: تم نہیں جانتے؟ اس شخص کا باپ میرے باپ کا پیارا تھا۔

اپنے بڑوں کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ ان کے سامنے جب فوت ہونے والے پیاروں کا حوالہ پیش کیا گیا یا انکی نسبت یاد دلائی گئی تو انہوں نے اپنی ضدیں چھوڑ دیں، اپنی مخالفتوں کو ترک کردیا اور اپنی نفرتوں کو محبتوں میں تبدیل کردیا۔ فوت شدہ پیاروں کے تعلق دار تو درکنار ان کی برادری اور قبائل سے نسبت رکھنے والوں کا بھی ہر دم دلی حیاء کیا۔ آج کے خطبہ میں صحیح البخاری سے ایک واقعہ پیش کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ لیکن ایک موقع ایسا آیا کہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا ایک بات پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور ناراض بھی سخت ہوئیں اور بولنا تک بھی چھوڑ دیا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا بہت احساس ہوا۔ انہوں نے صلح کرنے اور معافی مانگنے کی بہت زیادہ کوشش کی لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راضی نہ ہوئیں۔ بالآخر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بنو زہرہ کے چند لوگوں کو

صلح کے لیے درمیان میں ڈالا اور یہ بنی زہرہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ننھیال میں سے تھے۔ بہر صورت جب وہ درمیان میں آئے اور انہوں نے صلح کی کوشش کی اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ننھیال سے آنے والے لوگوں کی بھی حیا فرمائی اور اس بات کا ذکر بخاری شریف کے واضح الفاظ میں ہے:

ذَهَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَعَ أُنَاسٍ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ إِلَى عَائِشَةَ وَكَانَ أَرَقَّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

(صحیح البخاری۔ کتاب المناقب: 3505,3503)

"یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بنو زہرہ کے چند لوگوں کو لے کر گئے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی وجہ سے ان کے ساتھ نرمی اور محبت والا معاملہ کیا اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔"

سامعین کرام......!

آج معاشرے میں انہی چیزوں کی کمی ہے، آج ہمارے معاشرے میں انہی حقوق کی ادائیگی میں غفلت ہے، آج ہمیں ہر طرف محبتوں اور چاہتوں کا فقدان ہی فقدان نظر آتا ہے۔ خدارا! چار دن کی زندگی ہے پیار محبت سے بسر کرو۔ پیارے جب تک زندہ رہیں ان کی قدر کرو اور ان کی خدمت کرو اور ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے دوستوں کو، ان کے ہم مجلسوں کو جان سے زیادہ عزیز جانو۔ ان شاء اللہ، زندگی اپنی تمام خوشیوں کے ساتھ تم کو اپنے گھیرے میں لے لے گی اور مرنے کے بعد تمہیں اپنے پیاروں کا ساتھ نصیب ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ طور میں واضح آیت کریمہ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ○ (سورۃ طور: 21)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی

پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ہر شخص اپنے ہی عملوں کے عوض گروی ہے۔"

آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو سنے سنائے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سبحان ربك رب العزت عما يصفون

وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين

خطبائے کرام کے انمول تحفے
حصن الخطیب
20 منفرد، اصلاحی، تربیتی مضامین
اندازِ تحریر ایسا...... کہ بات دل میں اتر جائے!
سیر حاصل مواد، علمی نکات
قرآن اور صحیح روایات و واقعات پر مشتمل
تحقیق و تخریج سے مزین

ملاحظات وفوائد تحریر کریں
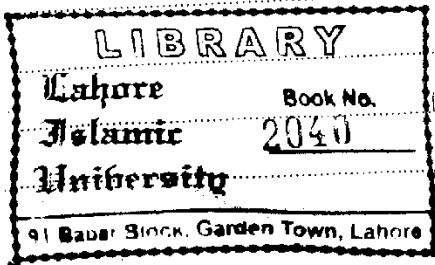
منہاج الخطیب

کامیاب مبلغ، مصنف، مدرس اور مترجم کی دلفریب کاوش

خطبات کے موضوع پر ہماری دوسری کتاب "**منہاج الخطیب**" آپ کے سامنے ہے اس سے قبل "**خوشبوئے خطبات**" کافی حد تک خطبائے کرام کے لیے مفید ثابت ہوئی، چونکہ "**خوشبوئے خطبات**" کیسٹوں سے احاطہ تحریر میں لائی گئی تھی جس کی وجہ سے موضوع کی جامعیت اور ربط میں کچھ کمی رہ گئی، لیکن بحمداللہ "**منہاج الخطیب**" میں یہ کمی آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ اللہ کی توفیق سے اس کتاب کو بہت دلجمعی اور محنت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ ہر موضوع پر سیر حاصل مواد کے ساتھ ساتھ تحقیق و تخریج کا وصف بھی حد درجہ نمایاں ہے، ہماری ذی شعور، ذمہ دار اور باکردار خطباء کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنے موضوع کے مطابق مدلل گفتگو فرمایا کریں، خطابت کا اصل مقصد لوگوں کی اصلاح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

دار القدس
ڈسٹری بیوٹرز اینڈ پبلیشرز اردو بازار لاہور
042-37221565, 0300-7452885